

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جَدِيد فِقْهِي مَسَائِل

”ہر قابلِ قدر کام ہے“
مولانا ابوالحسن علی دہلوی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
صدر مدرسہ دارالعلوم سیپیل السلام - جیل آباد دکن

زمزم پبلشرز

جلد دوم: فقہی مسائل

مفتی محمد شفیع کے حوالوں کے ساتھ عام فہم اور لکھنؤ اسٹین

جلد یکم فقہی مسائل

جلد یکم

”بڑا قابلِ قدر کام ہے۔“

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

مولانا خالید سیف اللہ خان

صدر مدرسہ دارالعلوم سہیل اللہ اسلام آباد

ناشر

زمزم پبلشرز

نزدہ مقدمہ، سیدنا ابراہیم خاں، لاہور

تم اعترافه في تاريخه

”یہی تفسیر سبکوں کے جملہ حقوق شامت و عامات پاکستان میں صرف سوا احمد نقی بن سید امجدی، ایک دستور شکن کیسٹرو (ایف) کو حاصل ہیں لہذا اب پاکستان میں کوئی شخص یا ادارہ اس کی عامات کا جائز نہیں سمجھتا۔ دستور شکن کیسٹرو کو کوئی جواز دینی کا مکمل اعتبار ہے۔“

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

اس کتاب کوئی حصر بھی نہ ہوگا۔ یہ سب کچھ کے لیے لکھی گئی ہے اور یہی اصل مقصد ہے۔
(مفتی محمد رفیع الرحمن)

ملنے کے لیے

- 137284889: کتب و خطوط اسلامیہ کی کتابیں
 کتب و خطوط اسلامیہ کی کتابیں
 کتب و خطوط اسلامیہ کی کتابیں
 کتب و خطوط اسلامیہ کی کتابیں
 کتب و خطوط اسلامیہ کی کتابیں

جلد دوم — جدید فقہی مسائل جلد دوم

1000

تاریخ: _____

405540 _____ (U)

www.elsevier.com/locate/jmb

فہرست مضامین مضامین

021-32760374 400-000-0000

021-32725573

zamzam01@ibernet.net.uk

www.zanzanzpublishers.com

AZHAR ACADEMY LTD.
24-26 Little Wood Lane
Marble Arch London W1 3DA
Phone: 020 7261 6100

FLAME BOOM CENTER
118-121 Hallowell Road, Boston MA 024
U.S.
Tel/Fax: 617-24-35000

MAGNAPHAN AERIALS ISLANDIA
 8 Azzed Avenue P.O. Box 9388-1750
 Accra, Ghana
 Tel: +233 30 211 1111

۱۵..... ① سماع کا اعتبار کب؟	۷۲..... طلاق کا کلام
۱۵..... ② ضرر سے کیا ہے؟	۷۳..... جاس اور غور و خوض
۱۵..... ③ ثبوت یحیٰی سے تولید اور اس سے متعلق احکام	۷۴..... عقد اسلامی کی رہائی کے
۱۵..... ④ اجنبی مرد و عورت کے بارے کا انحطاط	۷۴..... مول و عرس کی متعلق صورتیں
۱۵..... ⑤ زین و دھڑ کے بارے کا انحطاط	۷۵..... ⑥ باغی مسلہ کا حکم
۱۵..... ⑥ ثبوت بے گناہ کے ثبوت سب کا مسئلہ	۷۶..... ⑦ عتق کامل
۱۵..... ⑦ کونجک - اسلامی نقطہ نظر	۷۶..... ⑧ کس بندی
۱۵..... ⑧ نکاحات	۷۶..... ⑨ انگریزی خط و تولید
۱۵..... ⑨ نکاحات	۷۶..... ۱۰ نکاحات



تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب پالن پوری

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد:

قرآن کریم نے صاف اعلان کیا ہے کہ آنحضور ﷺ پر سلسلہ نبوت تنہی ہو گیا ہے یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا بلکہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات و ہدایات ہی رہتی دنیا تک فریضہ ہدایت ادا کرتی رہیں گی۔ زمانہ طواغوتی بھی گزریں گے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ایسی جامعیت ہے، اور ان کے اصولوں میں ایسی ہمہ گیریت ہے کہ تقیر پذیر دنیا کے نئے سے نئے مسائل کا حل ان کے جلو میں ہے، البتہ ضرورت بالجبریت علماء کی ہے جو نئے مسائل کا حل آخذ اصلیہ سے نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

ماضی میں علمائے اسلام عام طور پر، اور فقہائے احناف خاص طور پر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں، بلکہ فقہ حنفی تو رفتار زمانہ سے ایک صدی آگے چلا تھا یعنی آئندہ سو سال میں جو مسائل وجود میں آ سکتے تھے فقہ حنفی میں ان کے احکام پہلے سے مدلل کر دیے جاتے تھے مگر اب یہ صورت حال نہیں رہی، اس کی ایک وجہ تو استعدادوں کا حزل ہے، دوسری وجہ: نئے مسائل کی بھر مار ہے، روز ایک نیا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ابھی ایک معاملہ سے علماء ٹھننے بھی نہیں پاتے کہ نیا معاملہ سامنے آ کھڑا ہوتا ہے، اس لئے فقہ حنفی کی وہ پہلی دلی رفتار تو باقی نہیں رہی مگر یہ حقیقت واقعہ ہے کہ آج بھی بفضلہ تعالیٰ فقہ اسلامی زمانہ کے ساتھ چل رہا ہے، ہر نئے عیشی آمد مسئلہ کا حل علمائے امت اور لیکن فرصت میں امت کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کے فاضل کرم محترم جناب مولانا خالد سیف اللہ صاحب دہلوی، شیخ الحدیث و صدر المدینہ دارالعلوم کتب الاسلام حیدر آباد کی مساعی جمیلہ لائقِ صبر و شکر اور قاض مبارکباد ہیں، موصوف اس سلسلہ میں موافق آوی ہیں اور جدید مسائل کے حل میں یدِ طولی رکھتے ہیں آپ کے گہر بارِ قلم سے "جدید فقہی

مسائل "متعدد جلدوں میں متعدد مشہور جلدوں کے ہیں۔ زیر نظر کتاب اسی عظیم کتاب کی چالیسویں جلد ہے جو جدید میڈیکل مسائل سے بحث کرتی ہے۔ اس جلد میں پانچ مسائل زیر بحث آئے ہیں۔

① طبی اخلاقیات: شرع اسلامی کی روشنی میں۔

② اعضاء کی پیوند کاری۔

③ فیملی پلاننگ۔

④ سنس ٹیوب سے تولید کے مسائل۔

⑤ کلوننگ اسلامی نقطہ نظر سے۔

میں نے ایک سفر میں یہ جلد پوری پڑھی، وہ ایک جگہ کے علاوہ میری ناقص رائے میں تمام مسائل صحیح ہیں اور تمام مسائل مدلل مفصل ہیں، رہا بعض جزئیات میں رائے کا اختلاف تو جدید مسائل میں ایسا ہونا ناگزیر ہے، اس سے کتاب کی قدر و قیمت میں کچھ فرق واقع نہیں ہوتا، خود مولانا نے اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلہ میں ایک بڑے عالم کی رائے کا اختلاف کا تذکرہ کیا ہے۔

میں بارگاہ رب العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائیں، اور اس کو امت کے لئے نافع بنائیں اور مصنف زید محمد عجم کی تمام سلامتی دینے کو قبول فرمائیں۔

والسلام

سعید احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پٹن پوری

قادر دارالعلوم دیوبند

۱۳۴۱ھ حسب المرجب ۱۹۲۹ء



ابتدائیہ

یہ کتاب جو قارئین کے ہاتھ میں ہے پوری ان قریروں کا مجموعہ ہے:

- ① طبی اخلاقیات شرع اسلامی کی روشنی میں ② اعضاء کی بچہ کاری
- ③ فیملی پلاننگ اور اسلام ④ سٹف ٹیوب سے تولید اور اس سے متعلق احکام
- ⑤ کلوننگ - اسلامی نقطہ نظر

ان میں سے دوسری قریر پہلے جدید فقہی مسائل حصہ دوم میں شریک تھی۔ جدید فقہی مسائل کی ترتیب نو کے وقت دوستوں کا مشورہ ہوا کہ جن مسائل پر مختصر گفتگو کی گئی ہے اور مختصر گفتگو ہی ان پر کافی ہے ان کے مجموعہ کو جدید فقہی مسائل کا نام دیا جائے اور اسلامی عبادات، معاشرتی مسائل، معاشی مسائل اور طبی مسائل کے ان مباحث کو جن پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ کے الگ الگ مجموعے مرتب کر دیے جائیں، چنانچہ اسی پس منظر میں یہ جدید میڈیکل مسائل سے متعلق بعض تفصیلی مباحث کا مجموعہ ہے۔ تاہم بہت سے نئے طبی مسائل پر تصویر یا پوسٹ کارڈ، یا مکمل اور اس طرح کے متعدد مسائل ہیں۔ جن پر جدید فقہی مسائل میں اختصار کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ اہل ذوق کے لئے اس کتاب کے ساتھ ان کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

ہمارے بعض اصحاب جو علاج و معالجہ کے پیش سے متعلق ہیں ان کی بھی خواہش تھی کہ اس موضوع پر کوئی مستقل قریر مرتب ہو جائے کہ یہ مجموعہ ان کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ناکافی ہے اور ابھی بہت سے میڈیکل مسائل ہیں جن پر گفتگو کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ نے موقع دیا تو انشاء اللہ کبھی اسی مجموعہ میں ایسے نو بیچہ بحث طلب مسائل کا اضافہ کیا جائے گا۔ کتاب کی ترتیب نو اور بعض ضروری حوالہ جات کی گنجائش کا کام مزید گرامی مولوی شام علی قاسمی سطر اللہ قتالی نے کیا ہے۔ "فجزاه اللہ خیراً ورزقہ علماً نافعاً وعملاً صالحاً مقبولاً۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قریر کو نافع بنائے اور قبول فرمائے۔ واللہ التوفیق وهو المستعان۔

۱۱

خالد سیف اللہ رحمانی

(۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ)



www.o

طبی اخلاقیات شرع اسلامی کی روشنی میں

”اسلامک فیکلٹی ایسوسی ایشن سمینار سرورسز ۲۰۲۲-۲۰۲۳ کو ۲۹ ستمبر ۲۰۲۲ء کو اسلام آباد میں منعقد کیا گیا جس میں ہزاروں ایک ایم سیو سیو ”طبی اخلاقیات“ بھی شامل سمینار میں علماء اور اہل حق کے علماء نے نکل سائنس کے ماہرین بھی شریک تھے اس سمینار کے لئے فیکلٹی نے طبی علم کے تمام جوانان سائنس کا احاطہ یہ تقریبی کا جواب ہے۔“

سوالنامہ

من جانب: اسلامک فیکلٹی، انڈیا

مختصر اول

امراض اور حوادث کی کثرت کی وجہ سے دین بدن و اکٹرز کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے، ہر گھر ایک ہر فرد کو ڈاکٹر یا طبی اداروں سے علاج و معالجہ کی غرض سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے، حکومتیں طبی اداروں کو ترقی دینے والی ہیں جدید ترین آلات اور مشینیں مہیا کرنے، مختلف امراض کے ماہر ترین ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، علاج و معالجہ کی روز افزوں ضرورت کی وجہ سے طب اور میڈیکل سائنس سے بے بہرہ لوگ بھی کسب زر کے لئے اس میدان میں داخل ہو گئے ہیں، اور ایسے افراد کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے، ایسے جاہل اور نیم طبیب قسم کے لوگوں کو علاج و معالجہ سے روکنے کے لئے حکومت نے بہت سے قوانین وضع کئے ہیں، اور مختلف امراض کے علاج کے لئے مخصوص طبی تعلیم اور تجربہ کی شرط لگادی گئی ہے، مستعد میڈیکل اداروں میں تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کرنے والے افراد ہی علاج و معالجہ کے مجاز ہوتے ہیں۔

مختلف امراض کے علاج میں سرجری اور آپریشن کا عمل بھی کثرت سے ہونے لگا ہے۔ آپریشن کے مرحلہ میں ڈاکٹر کے آپریشن کا قانوناً مجاز ہونے اور مرٹینس یا اس کے اولیاء کی طرف سے آپریشن کی اجازت حاصل

ہونے کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے، اگر غلط علاج کرنے یا آپریشن کی وجہ سے مریض کا انتقال ہو گیا یا اسے سخت ضرر لاحق ہو گیا تو ڈاکٹر یا طبیب کو ضامن قرار دینے یا نہ دینے کا سوال بھی کھڑا ہوتا ہے، اس طرح کے مختلف مسائل میں اسلامی شریعت کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل سوالات قائم کئے جا رہے ہیں، امید ہے کہ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے۔

① ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعاً اس کا یہ علاج کرتا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی عتاب یا تادیب لازم ہوگا یا نہیں؟ کیا اس کا قتل شرعاً قابل قصور جرم شہر ہوگا؟

② جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں، مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروا دیں، مریض کی پوری طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہو گیا تو یہ ڈاکٹر کیا مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تادیب کا ضامن ہوگا؟

③ اگر ڈاکٹر کی رائے میں ذیہ علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزاء سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا یا آپریشن کا سیاق ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا، مریض فوت ہو گیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بے کار ہو گیا، تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہوگا، جب کہ وہی ڈاکٹر اس آپریشن کا مجاز ہے اور تجربہ رکھتا ہے۔

④ بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزاء ذیہ علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے، اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزاء سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا، اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی، یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا، تو کیا اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا، اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تادیب اس پر شرعاً لازم ہوگا؟

مختصر دوم

ایڈز کا خوف پوری دنیا پر مسلط ہے، یہ مرض جسم انسانی کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد انسان

بڑی تیزی کے ساتھ مختلف سوزی اور مہلک امراض میں گرفتار ہو کر مر توڑ دیتا ہے، اس مرض کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ مرض بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے، اگر کسی جگہ ایڈز کا مرض کسی شخص کو لاحق ہو گیا، تو ضروری احتیاطیں محفوظ نہ رکھنے پر بہت کمزورے حالت میں بے شمار افراد کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے، یہ مرض خاص طور سے جنسی عمل اور ایڈز کے مریض کا خون چھونے سے منتقل ہوتا ہے۔ پیاس سے اس کے بچے کی طرف دوران عمل یا شیر خوارگی سے منتقل ہوتا ہے، ایس عام احتیاط سے منتقل نہیں ہوتا۔

ایڈز کے اس مہلک مرض نے مریض، مریض کے متعلقین اور سماج کے لئے بہت سے مسائل پیدا کر دیئے ہیں ان کے بارے میں شریعت کی رہنمائی درکار ہے۔

- ① جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں، کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے گھر والوں یا متعلقین سے اس خوف سے اس مرض کو چھپائے کہ اس مرض کا اظہار ہونے کے بعد وہ اپنے گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، یا اس کے لئے اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو اس مرض سے مطلع کر دینا ضروری ہے۔
- ② اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنے مرض کو چھپا رہا ہے، اور ڈاکٹر سے بھی اسرار کر رہا ہے کہ وہ اس کے مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے، وہ اس مرض کو راز میں رکھے یا افشاء کرے؟

③ ایڈز اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً عاقلون و غیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی شرعاً کیا ذمہ داری ہے؟

④ ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے مثلاً اس نے چوٹی سے جماعت کی، جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (جراثیم) ابھی میں منتقل ہو گئے، یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے قائل کیا، اور مریض کو وہ خون چڑھایا گیا جس کے نتیجہ میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا تو کیا ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے شخص تک اس قائل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے، قائل سزا قرار پائے گا؟ اور اسے سزا دی جائے گی؟

اور اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود جماعت کی اور عاقلون و چاؤ و گناہ کا ردہ مجرم ہوگا یا نہیں؟

⑤ اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو گیا تو کیا اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بناء پر ملے تحقیق پر مسلم ہو کر حمل خوں چھونے سے مرض منتقل نہیں ہوگا، بلکہ خون کی منتقلی اس کو یا کیا انجنس دوسرے حصے پر منتقل کرنے کی وجہ سے مرض منتقل ہوتا ہے۔ ”دہائی“

خارج نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہے؟ اسی طرح اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو کیا عورت خارج نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

۹ جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو، اگر اسے عمل قرار پا گیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے امر اندیشہ ہے۔ ایسی عورت کیا بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے استعا حاصل کر سکتی ہے؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے استعا حاصل پر مجبور کر سکتا ہے؟ کیوں کہ ایڈز کا مریض بچہ پہنچ کے لئے خطرہ ہوگا اور حکومت کے لئے بڑا بار ہوگا؟

۱۰ جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں، کیا انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست ہوگا؟ جب کہ یہ مرض مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ ٹھٹھنے پھٹنے سے منتقل نہیں ہوتا، بلکہ مریض سے جنسی تعلق ہیہ کرنے یا اس کا خون چھونے سے منتقل ہوتا ہے۔ اگر ایڈز کا مریض بچہ کسی اسکول میں داخل ہے تو عام حالات میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اسی بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ مریض بچہ کو پوند لگ جائے، بچوں کی آپس کی لڑائی میں اس کے جسم سے خون نکل جائے، اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے۔ یا دوسرے بچے اس کا خون چھولیں۔ یا جنسی بے راہروی میں مبتلا ہو کر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جائے۔

۱۱ اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے یا بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

۱۲ ایڈز نیز طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو کیا ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا؟ اور ایسے مریض کے لئے مرض موت و وفات کے احکام جاری ہوں گے؟

۱۳ طاعون یا اس جیسے ہلکے مرض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی لگتی ہے تو شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

۱۴ اگر ایسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضرورت سے باہر نکلے ہوئے ہیں، اور پھر یہ صورت حال پیدا ہوگئی اور ان کے قیام کی ذمہ داری ضرورت ہے نہ نہیں ہے۔ پھر ان کا گھر، اہل و عیال سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے، نیز گھر و کاروبار کو ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ تو ایسے لوگ کیا کریں؟

۱۵ اس کے برعکس باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے، یا اب نہیں ہو رہا ہے

یہ یہ بھی اس ضرورت پہنچی ہے کہ کس خون کا پھولنا بھی انتقال مرض کا باعث ہے۔ "وہابی"

وہ کیا کریں؟ اسی طرح وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت اور علاج و نجات داری کا یہاں انتظام نہیں ہو رہا ہے، یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

نکور سوم

اسلام نے امانت پر بہت زور دیا ہے اور امانت کے بارے میں اسلام کا تصور بہت وسیع ہے کہ اگر کسی مجلس میں چند لوگ باہم بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں، ان باتوں کو امانت قرار دیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”الحال س جالائے“ ڈاکٹر اپنے مریضوں کا راز دار ہوتا ہے، اس کی شری، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ اپنے زیر علاج و زیرِ تجربہ مریضوں کا راز افشاء نہ کرے، جس سے ان مریضوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، یا سماج میں ان کی بدنامی یا تنگی ہو، لیکن بعض حالات میں مریض کا راز ظاہر نہ کرنے سے اس سے متعلق دوسرے شخص یا اشخاص کے شدید نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، اور بعض دفعہ مریض کی پرورداری بے شمار لوگوں کی جانی کا پیشِ خیرہ ثابت ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں ایک مسلمان ڈاکٹر بڑی تکلف میں گرفتار ہوتا ہے، اگر افشاء نہ کرے تو نہیں کرتا ہے تو مریض کے علاوہ دوسرے اشخاص کا نقصان ہوتا ہے۔ اور اگر افشاء نہ کرے تو اسے مریض کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے، جس نے اسے ڈاکٹر سمجھ کر اپنا راز دار بنایا تھا، اس طرح کی چند صورتیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں، ان مسائل کے بارے میں حکم شرع کی وضاحت مطلوب ہے، تاکہ جو مسلمان ڈاکٹر اس اور علماء اس طرح کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں، وہ شریعت کی رہنمائی میں اپنا طریقہ کار طے کریں۔

① ایک ماہرِ امراضِ چشم (Eye Specialist) مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے۔ اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پا رہا ہے، ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی، نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکاح کر رہا ہے، ایسی صورت میں کیا اس مسلمان ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس خاتون یا اس کے گھروالوں کو نوجوان کے اس عیب کی اطلاع کر دے، یا اس کے لئے نوجوان کے اس عیب کو راز دیکھنا ضروری ہوگا؟ اگر لڑکی کے گھروالوں کو یہ پہنچ گئی ہے کہ وہ نوجوان فلاں ڈاکٹر سے آنکھ کا علاج کر رہا ہے اور لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات کرنے کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟ وہ لڑکی اور اس کے گھروالوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے یا نوجوان کا راز افشاء نہ کرے؟

② ایک مرد اور ایک عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، کسی ڈاکٹر کے پاس ملٹی چانچ کے

لئے آتے ہیں، طبی جانچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کو کسی ایک یا دو امراض معلوم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ انھیں لاعلمی، سچے پیدا ہوں گے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یا عورت کے باوجود یہ میں جراثیم (وائرس) نہیں ہیں، ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کرے یا اس طبی جانچ کو اذیت دے دوسرے فریق کو اس سے باخبر نہ کرے؟

۳ ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا علاج بار آور نہیں ہو سکتا، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے علاج کی بات چیت کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے علاج کر لیتا ہے یا جانتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ علاج کہیں ہوتا بہت مشکل ہے، اور وہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے علاج کی بات چیت کر رہی ہے، رشتہ علاج کی بات ڈاکٹر کے علم میں آ چکی ہے، ان دو صورتوں میں کیا ڈاکٹر کے لئے جائز یا واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے مرض یا عیب سے مطلع کر دے، اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے تو ڈاکٹر کا رد یہ کیا ہونا چاہیے؟

۴ ایک شخص کے پاس ذرا نیچنگ لائنس ہے، اس کی چھائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے، ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مہلک ہو سکتا ہے، ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے، تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ حکم کو اس کی چھائی کے بارے میں اطلاع کرے، اور ذرا نیچنگ لائنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے؟ یا وہ راز داری برت کر خاموشی اختیار کر سکتا ہے؟

یہ سوال اس وقت اور اہمیت حاصل کر لیتا ہے جب کہ یہ شخص گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہو، بس وغیرہ چلاتا ہو، اس میں اگر ڈاکٹر متعلقہ حکم کو اطلاع نہیں کرتا ہے تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہوتا ہے، اور اگر اطلاع کر دیتا ہے تو اس ذرا نیچر کی ملازمت خطرہ میں چڑ جاتی ہے، اور اس کے گھر والے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

۵ اگر کوئی شخص کسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین بس وغیرہ کا ڈرائیور، یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ کو ترک نہیں کرتا اور اسی حالت میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے، تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ حکم کو اس مریض کے بارے میں خبر کرے کہ یہ شخص کثرت سے شراب یا نشہ آور چیزوں کا استعمال

کرتا ہے، یا مریض کی رازداری کرے؟

۱ اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا، اس عورت سے بچہ پیدا ہوا اور وہ اس فاسٹو کو کسی شاعر اور طبیب یا رک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ کر چلی آئی تاکہ حجاج میں بدنامی سے بچ جائے، اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر کو اس صورت حال کی خبر دی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے، کیا وہ اس عورت کی رازداری کرے، اور اس کے غلط اقدام کے بارے میں کسی کو خبر دے، یا اس کا یہ فریضہ جتا ہے کہ وہ اس مقصود زندہ بچے کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے؟

۲ ایک شخص شراب کا کسی اور نشہ آور چیز کا بہت ہی طرح عادی ہے۔ اور اپنی اس بری عادت کو خواہش کے باوجود چھوڑ نہیں پا رہا ہے، اس شخص نے پاس کے گھروالوں نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے اس مریض کا علاج کرانے کے لئے رابطہ قائم کیا، ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے مریض پر آزمایا، لیکن اسے کامیابی نہیں مل سکی اور یہ شخص برابر شراب یا نفسیات کا سیارا ہوا، اس ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس ایک ہی طریقہ علاج باقی بچا ہے وہ یہ کہ مریض کو وقفہ وقفہ سے وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے جس کا وہ عادی ہے۔ لیکن مریض کے علم میں لائے بغیر اس میں کوئی ایسی دوا شامل کرادے جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد وہ مریض کافی دیر تک سچی باتے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار رہے، اس طرح مریض کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا تو سچی اور سقے میں گرفتار ہو جاؤں گا، یہ طریقہ علاج بہت سے مریضوں پر کارآمد ثابت ہوتا ہے، کیا مختلف نفسیاتی طریقہ علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض پر یہ طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے، حالاں کہ اس میں مریض کو ایک ناجائز اور حرام چیز کے استعمال کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔

۳ بہت سے جرائم پیشہ افراد ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے جرائم پیشہ ہونے کا سہ درجہ انکشاف کرتے ہیں کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو سکے مثلاً ایک شخص جاسوسی کرتا ہے اور لوگوں کے راز مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوسرے افراد یا پارٹیوں تک پہنچاتا ہے اس کی جاسوسی سے بہت سے لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہوتا ہے، ایسا جاسوس بہا اوقات نفسیاتی الیمین میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا خمیر اسے ملامت کرتا ہے، نفسیاتی الیمین کی وجہ سے بہا اوقات اسے بے خوابی اور دوسری شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے، اسے اپنے پیشہ اور جرائم کی خبر دیتا ہے، ایسے بعض لوگ اپنے عائشوں اور جرائم کو انتہائی غلط سمجھتے ہیں، لیکن چون کہ ان کے معاشی مفادات اس پیشہ یا جرم سے وابستہ ہو گئے ہیں، اس لئے اسے ترک کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں، ڈاکٹر کو اس مریض کے تھانے سے اس کے ناجائز پیشہ اور جرم کی خبر ہو چکی ہے۔

ایسی صورت میں اس مریض کے بارے میں ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ کیا وہ رازداری سے کام لے اور کسی کو اس کے بارے میں باخبر نہ کرے یا اس کے بارے میں لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے تاکہ اس کے خسرہ سے لوگ محفوظ رہیں؟

۹ کسی مریض (مثلاً نفسیاتی مریض) نے کسی جرم کا ارتکاب کیا، مثلاً کسی کو قتل کیا یا اس طرح کی کوئی اور جلیبن و مکررات کی ہے اور ڈاکٹر کے پاس اس جرم کا اقرار کیا ہے، اسی جرم پر شہ کی بنیاد پر دوسرا شخص، خود ہو گیا ہے اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے، اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ وہ دوسرا شخص جو دراصل جرم سے بری ہے عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزا پایا ہو جائے، ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مجرم مریض کے بارے میں رازداری سے کام لے یا اس کا راز افشاء کرتے ہوئے عدالت میں جا کر بیان دے، تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے؟

۱۰ اگر کوئی کوئی شخص کسی متعدی مرض (مثلاً ایڈز یا طاعون وغیرہ) میں مبتلا ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس کے اس مرض کی اطلاع کسی سے حتیٰ کہ اس کے گھر والوں سے بھی نہ کرے ورنہ وہ گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، کوئی بھی اس سے ملنا جلنا، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوارا نہیں کرے گا، ایسی صورت میں اس مریض کے تیل ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہیے۔ کیا وہ اس کے مرض کو راز میں رکھے تاکہ مریض کو خسرہ سے بچا سکے یا اس کے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اس کے مرض کی خبر کر دے تاکہ یہ مرض دوسروں کو لاحق نہ ہو جائے۔

الجواب وبالله التوفیق

انسان کے وجود کے بارے میں اسلام کا تصور ہے کہ وہ خود ایک امانت ہے، اس کے لئے اپنے جسم میں وہی تصرف جائز اور درست ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو، وہ اپنے غطاء و حجاب کے مطابق خود اپنے جسم کو تحفظ پہنچانے یا اس میں تغیر و تبدل کرنے کا مجاز نہیں، اپنے آپ کی حفاظت اس کا شرعی فریضہ ہے اور صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کی امکان بھر سہی تقاضا، امانت کے تحت اس کی ذمہ داری ہے، اُن طب چوں کہ ایک ایمان ہیں جو خالق تعالیٰ کے اس مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے علماء اسلام نے اس کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے:

”العالم علمان، علم الفقه لئلا ذہان، وعلم الطب لئلا یدان۔“

”مَنْ جَعَلَ عِلْمَهُ دِينًا“ (دین حقیقت) وہی ہیں۔ ایک قدر طریقہ زندگی کے لئے۔ دوسرے طب علاج جسمانی کے لئے۔“

اسی طرح کا قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔^{۱۷}

المہامہ جنوں کو صحت انسانی کی حفاظت جیسا اہم فرض اور عظیم الشان خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس لئے ان کی ذمہ داریاں بھی بہت بزرگ ہیں۔ جودہی، دیکھی، خواہی، صبر و حلم، بردباری، نفسی کمزوریاں اور داز ہائے عدل کی حفاظت، اجتماعی مفادات کا خیال اور اپنے فرائض میں بصیرت مندی و حاضر دماغی، خدمت خلق کا جذبہ اور شریعت کی قائم کی ہوئی حدود پر استقامت یہ اس راہ کے مسافر کے لئے محتاج اولین کا درجہ رکھتے ہیں اور شریعت نے اس طبقہ کے لئے جو اخلاقیات مقرر کی ہیں ان کا معروضہ خاصہ ہیں۔

محور اول..... ناواقفیت کے باوجود علاج

(جواب سوال ۱)

شریعت میں کسی بھی عمل کے لئے بنیادی شرط ”المیت“ کی ہے، المیت اور مطلوب صلاحیت کے بغیر جو عمل انجام دیا جائے وہ بے اثر حال نادرہ ہے، گو اتفاقی طور پر اس سے بہتر نتیجہ حاصل ہو جائے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کا حسی میں طرح کے ہیں، ایک بختی ہے اور دوسری ہیں، جو حق سے واقف ہو اور اس کے مطابق فیصلہ کرے وہ بختی ہے۔ جو حق سے واقف ہو کہ حق فیصلہ کرے وہ بختی ہے اور جو حق کا علم ہی نہ رکھتا ہو اور باوجود جہل کے کار قضا انجام دینے لگے وہ بھی بختی ہے۔ ”وَجَلَّ لَعْنُ يَعْرِفُ الْحَقَّ فَفَضَّلَ لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَبُهِتَ الْبُتْلَانُ“ اس لئے قضا کے عہدہ کی بابت فقہاء نے لکھا ہے کہ المیت و صلاحیت کے بغیر اس بزرگ اور اہم کام کے لئے طالع آزمائی قطعاً حرام و ناجائز ہے۔

”وَمُعْتَمَدٌ عَلَى غَيْرِ الْإِهْلِ الدَّخُولُ لِيَهْ قَطْعًا۔“^{۱۸}

جیسے قضا کے عہدہ سے لوگوں کے حقوق متعلق ہیں، اسی طرح علاج و معالجہ سے لوگوں کی زندگی اور صحت کا تحفظ ہے، شریعت میں نفس انسانی کی حفاظت من جملہ اسی مقاصد کے ہے اور حفظ دین کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی شعبہ کو دی گئی ہے، چنانچہ کلا رضتوں اور سہولتوں کی روح یہی ہے کہ انسان کو ہلاکت اور شدید مشقت سے بچایا جائے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ علاج و معالجہ کے لئے بھی المیت اور مناسب لیاقت و صلاحیت ضروری ہے۔ اسی پس منظر میں فقہاء نے جاہل و ناواقف طبیب کو علاج سے روکنے کا حکم دیا ہے۔^{۱۹} بلکہ کسان

۱۷۔ حوالہ سابق ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵

رَضِيهِ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تو نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رَضِيهِ اللّٰهُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ وہ تین ہی اشخاص پر جگر کے قائل ہیں: "آدم، نوح، عیسیٰ، چاہل طیب اور دجال۔" شخص جو لوگوں کو کراہ پر اشیاء دینے کا معاملہ کیا کرے اور خوب لکھا ہے کہ یہ ممانعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قاصر ہے۔

"لَا يَمْنَعُ عَنْ ذَلِكَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا مَرُّ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ"۔^{۱۷}

اصل یہ ہے کہ جہاں کہیں شخص آزادی امتیازی ضرر و نقصان کا باعث بنتی ہو، وہاں امتیازی مذاکرات ترجیح دی جائے گی۔ اور گوئی کی شخص آزادی کو سلب کر لینا بھی ضرر سے خالی نہیں۔ تاہم چوں کہ یہ امتیازی ضرر کے مقابلہ کم تر ہے اس لئے اس کو قبول کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ رَضِيهِ اللّٰهُ تَعَالٰی کا بیان ہے:

"حَتَّىٰ لَوْ كَانَ فِي الْحَجَرِ رُفْعُ ضُرٍّ عَامٍ كَالْحَجَرِ عَلَى الْمُنْتَطَبِ الْجَاهِلِ وَالْمَقْنِي الْعَاجِزِ وَالْمَكَارِي الْمَفْلِسِ جَازٍ فِي مَا يَرَوِي عَنْهُ أَذْهَوُ دَفْعِ ضُرٍّ أَعْلَى جَازٍ دُنِي"۔^{۱۸}

مگر چونکہ "اگر جگر کے ذریعہ عمومی ضرر کو دور کرنا مقصود ہو، جیسے چاہل طیب، آدم، نوح، عیسیٰ اور مجلس کراہ پر لگانے والا۔ تو امام ابو حنیفہ رَضِيهِ اللّٰهُ تَعَالٰی سے جبرورایت ہے اس کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے کیوں کہ یہ کم نقصان کو گوارا کر کے زیادہ نقصان کو دور کرتا ہے۔"

طیب چاہل و حاذق

لیکن اصل سوال یہ ہے کہ "طیب چاہل" کا اطلاق کس پر ہوگا؟۔ فقہاء نے اپنے زمانہ و احوال کے مطابق اس کو مضمین کرنے کی سعی کی ہے صاحب "فتاویٰ سراجیہ" کا بیان ہے:

"الَّذِي يَسْلِي النَّاسَ السَّوْمَ وَعِنْدَهُ اَنَّهُ دَوَاءٌ"۔^{۱۹}

مگر چونکہ "جو ہر پلائے اور اس کا گمان ہو کہ وہ دوا ہے۔"

علامہ بابرتی لکھتے ہیں:

"الَّذِي يَسْلِي النَّاسَ فِي امْرَاضِهِمْ دَوَاءٌ مَهْلِكًا وَهُوَ يَعْلَمُ ذَلِكَ اَوَّلًا يَعْلَمُ"۔^{۲۰}

مگر چونکہ "جو لوگوں کو بیماریوں میں مہلک دوا پلا دے، جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔"

بعض حضرات نے اسی کو کئی قدر وضاحت سے یوں لکھا ہے:

"يَسْلِي النَّاسَ دَوَاءً مَهْلِكًا وَلَا يَلْقَوْنَ عَلَى اِزَالَةِ ضُرِّ دَوَاءِ اَشَدِّ نَاسِئِهِ عَلِي"

المريض۔^{۱۰۷}

تو ترجمہ کر: ”جو لوگوں کو مہلک دوا پائے اور انکی دوا کا منفی اثر دور کرنے پر قادر نہ ہو جو مریض پر ظہور پذیر ہو۔“

ماصل یہ ہے کہ جو دواؤں کی شناخت نہ رکھتا ہو، نہ ہر کو امرت کچھ لیتا ہو، اعتدال نہ ہو دوائیں دیتا ہو اور منفی اثر کی حامل دواؤں کے مضرات سے غصنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، ایسے شخص کو ”طریب جاہل“ تصور کیا جائے گا، فقہاء کی یہ تعریف ان کے عہد اور زمانہ کے تناظر میں بالکل صحیح ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں یہ فیہ اس قدر پیچ در پیچ اور شاخ و شاخ نہ ہوا تھا، لوگ دوسرے علوم کے ساتھ امراض کی علامات اور ادویہ پر ایک آدھ کتاب چاٹ لیا کرتے تھے، تجربات سے مزید بخفاقی ملتی تھی اور بس، اس کو طبابت کے لئے کافی تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے مستقل تعلیم درکار ہوتی تھی نہ ہاضمہ سند و توثیق۔

ایک اور روایت میں ہے:!

”من طبیب ولم یعلم منه قبل ذالک الطب فهو ضامن۔“^{۱۰۸}

تو ترجمہ کر: ”جس نے علاج کیا، علماں کہ وہ علاج کی اہلیت رکھنے میں معارف نہ ہو، تو وہ ضامن کا ضامن ہوگا۔“

علامہ رباعی رَجَبُہُ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

”ولفظ النفع بدل علی تکلف الشئ والد خول فیہ بکلفہ تکولہ لیس من

اہلہ فهو ضامن لمن طبع بالذیہ ان مات بسببہ۔“^{۱۰۹}

تو ترجمہ کر: ”تکفل“ کا باب کسی بات میں تکلف اور یہ تکلف داخل ہونے کو بتاتا ہے جیسے یہ کہ وہ

علاج کرنے کا اہل نہ ہو، پھر بھی علاج کرے تو اگر اس کے علاج سے مریض فوت ہو جائے، تو وہ

وہیت کا ضامن ہوگا۔“

فقہاء کے یہاں بھی ایسی نظریں موجود ہیں کہ اہلیت کے حامل طبیب کی خطا کو قابل غور سمجھا گیا ہے اور نااہل کی وہی خطا، سوچ چکان قرار دی گئی ہے:

”الکفاح الذی وی فی عین دمد فذهب صوء، ہالہ یضمن کما لعتان اذا غلط،

۱۰۷۔ الفقه الاسلامی وادلتہ، ۱/۱۶۹

۱۰۸۔ سنن ابی داؤد، ۲/۲۳۰، بحال ہے اس حدیث پر ”کجا“ کا حواکہا ہے، الجامع الصغیر مع فیض القدیر، ۱/۶۱، حدیث

۱۰۹۔ سنن ابی داؤد، ۲/۲۳۰، بحال ہے اس حدیث پر ”کجا“ کا حواکہا ہے، الجامع الصغیر مع فیض القدیر، ۱/۶۱، حدیث

فان قال رجلان انه اهل وزجلان انه ليس باهل وهذا من غلطه لا يضمن،
وان صوبه رجل وخطاه رجلان فالمتعطل صائب ويضمن۔^{۱۷}

ترجمہ: ”برہود والا سررا شوب ٹیم میں ڈالا اور جلائی جاتی رہی تو وہ ضامن نہ ہوگا جبکہ کہ غلطہ کرنے والا غلطی کر جائے۔ پس اگر وہ شخص کہیں کہ یہ اس کا اہل ہے اور وہ شخص کہیں کہ یہ اہل نہیں ہے بلکہ یہ اس کی غلطی ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے اس کی اہلیت کی گواہی دی اور وہ شخص نے اس کے خلاف اتنی صائب ہوں گے اور وہ ضامن ہوگا۔“

ابن قیم نے تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے کہ طبیب کن صورتوں میں ضامن ہوگا اور کب ضامن نہیں ہوگا؟ تاہم جو شخص مناسب صلاحیت و اہلیت سے محرومی کے باوجود لوگوں کو تحفہ مشق بنائے۔ اس کی بابت اہل علم کا اجماع و اتفاق ہے کہ وہ مریض کی جان جانے کی صورت میں ضامن ہوگا:

”فانما تعاطى علمه الطب وعمله ولم يتقدم له به معرفة فقد هجر بجهله
على اتلاف الانفس واقدّم بالتهور على ماله يعلمه فيكون قد غرر بالعليل،
فيلزمه الضمان لذلك وهذا اجماع من اهل العلم۔“^{۱۸}

ترجمہ: ”جو طبیب کی تعلیم دینے کے لئے اور اس پر عمل بھی کرنے کے حالات کہ اس نے پہلے خود اس فن کو حاصل نہ کیا ہو، چنانچہ اپنی ہذا تحقیق کے باعث وہ لوگوں کی جانیں ضائع کر رہا ہے اور غیر ذمہ داری کے باعث ایسا کام کر رہا ہے جس سے وہ خود واقف نہیں تو وہ مریض کو دھوکہ دے رہا ہے۔ لہذا اس پر تادان واجب ہوگا۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔“

اگر علاج میں مریض کی اجازت بھی شامل ہو، لیکن یہ اجازت اس پر مبنی ہو کہ معالج نے اس کو اپنی حفاظت و مہارت کا سبز باغ دکھایا ہو، اب بھی طبی تجربہ کاری کی وجہ سے کچھ بچنے والے نقصان کی ذمہ داری طبیب ہی پر عائد ہوگی۔

”وان ظن المریض انه طبیب واذن له فی طبه۔“^{۱۹}
ترجمہ: ”اگر کہہ معالج کی بابت مریض کا گمان ہو کہ وہ طبیب ہے اور وہ اس کو علاج کی اجازت دیتا ہے۔“

لیکن آج فن طب بہت ترقی کر چکا ہے، بنیادی طور پر میڈیکل سائنس تین امور پر بحث کرتی ہے: اول: امراض کی علامات اور امراض کی شکایت، دوسرے: ادویہ اور اس کے ایجابی و سلبی اثرات، تیسرے مریض کے

۱۷۔ الفتاویٰ المزالۃ علی ہامش الہندیہ: ۸۹/۱، ۱۲۹/۱، ۱۳۰/۱، ۱۳۱/۱، ۱۳۲/۱، ۱۳۳/۱، ۱۳۴/۱، ۱۳۵/۱، ۱۳۶/۱، ۱۳۷/۱، ۱۳۸/۱، ۱۳۹/۱، ۱۴۰/۱، ۱۴۱/۱، ۱۴۲/۱، ۱۴۳/۱، ۱۴۴/۱، ۱۴۵/۱، ۱۴۶/۱، ۱۴۷/۱، ۱۴۸/۱، ۱۴۹/۱، ۱۵۰/۱، ۱۵۱/۱، ۱۵۲/۱، ۱۵۳/۱، ۱۵۴/۱، ۱۵۵/۱، ۱۵۶/۱، ۱۵۷/۱، ۱۵۸/۱، ۱۵۹/۱، ۱۶۰/۱، ۱۶۱/۱، ۱۶۲/۱، ۱۶۳/۱، ۱۶۴/۱، ۱۶۵/۱، ۱۶۶/۱، ۱۶۷/۱، ۱۶۸/۱، ۱۶۹/۱، ۱۷۰/۱، ۱۷۱/۱، ۱۷۲/۱، ۱۷۳/۱، ۱۷۴/۱، ۱۷۵/۱، ۱۷۶/۱، ۱۷۷/۱، ۱۷۸/۱، ۱۷۹/۱، ۱۸۰/۱، ۱۸۱/۱، ۱۸۲/۱، ۱۸۳/۱، ۱۸۴/۱، ۱۸۵/۱، ۱۸۶/۱، ۱۸۷/۱، ۱۸۸/۱، ۱۸۹/۱، ۱۹۰/۱، ۱۹۱/۱، ۱۹۲/۱، ۱۹۳/۱، ۱۹۴/۱، ۱۹۵/۱، ۱۹۶/۱، ۱۹۷/۱، ۱۹۸/۱، ۱۹۹/۱، ۲۰۰/۱، ۲۰۱/۱، ۲۰۲/۱، ۲۰۳/۱، ۲۰۴/۱، ۲۰۵/۱، ۲۰۶/۱، ۲۰۷/۱، ۲۰۸/۱، ۲۰۹/۱، ۲۱۰/۱، ۲۱۱/۱، ۲۱۲/۱، ۲۱۳/۱، ۲۱۴/۱، ۲۱۵/۱، ۲۱۶/۱، ۲۱۷/۱، ۲۱۸/۱، ۲۱۹/۱، ۲۲۰/۱، ۲۲۱/۱، ۲۲۲/۱، ۲۲۳/۱، ۲۲۴/۱، ۲۲۵/۱، ۲۲۶/۱، ۲۲۷/۱، ۲۲۸/۱، ۲۲۹/۱، ۲۳۰/۱، ۲۳۱/۱، ۲۳۲/۱، ۲۳۳/۱، ۲۳۴/۱، ۲۳۵/۱، ۲۳۶/۱، ۲۳۷/۱، ۲۳۸/۱، ۲۳۹/۱، ۲۴۰/۱، ۲۴۱/۱، ۲۴۲/۱، ۲۴۳/۱، ۲۴۴/۱، ۲۴۵/۱، ۲۴۶/۱، ۲۴۷/۱، ۲۴۸/۱، ۲۴۹/۱، ۲۵۰/۱، ۲۵۱/۱، ۲۵۲/۱، ۲۵۳/۱، ۲۵۴/۱، ۲۵۵/۱، ۲۵۶/۱، ۲۵۷/۱، ۲۵۸/۱، ۲۵۹/۱، ۲۶۰/۱، ۲۶۱/۱، ۲۶۲/۱، ۲۶۳/۱، ۲۶۴/۱، ۲۶۵/۱، ۲۶۶/۱، ۲۶۷/۱، ۲۶۸/۱، ۲۶۹/۱، ۲۷۰/۱، ۲۷۱/۱، ۲۷۲/۱، ۲۷۳/۱، ۲۷۴/۱، ۲۷۵/۱، ۲۷۶/۱، ۲۷۷/۱، ۲۷۸/۱، ۲۷۹/۱، ۲۸۰/۱، ۲۸۱/۱، ۲۸۲/۱، ۲۸۳/۱، ۲۸۴/۱، ۲۸۵/۱، ۲۸۶/۱، ۲۸۷/۱، ۲۸۸/۱، ۲۸۹/۱، ۲۹۰/۱، ۲۹۱/۱، ۲۹۲/۱، ۲۹۳/۱، ۲۹۴/۱، ۲۹۵/۱، ۲۹۶/۱، ۲۹۷/۱، ۲۹۸/۱، ۲۹۹/۱، ۳۰۰/۱، ۳۰۱/۱، ۳۰۲/۱، ۳۰۳/۱، ۳۰۴/۱، ۳۰۵/۱، ۳۰۶/۱، ۳۰۷/۱، ۳۰۸/۱، ۳۰۹/۱، ۳۱۰/۱، ۳۱۱/۱، ۳۱۲/۱، ۳۱۳/۱، ۳۱۴/۱، ۳۱۵/۱، ۳۱۶/۱، ۳۱۷/۱، ۳۱۸/۱، ۳۱۹/۱، ۳۲۰/۱، ۳۲۱/۱، ۳۲۲/۱، ۳۲۳/۱، ۳۲۴/۱، ۳۲۵/۱، ۳۲۶/۱، ۳۲۷/۱، ۳۲۸/۱، ۳۲۹/۱، ۳۳۰/۱، ۳۳۱/۱، ۳۳۲/۱، ۳۳۳/۱، ۳۳۴/۱، ۳۳۵/۱، ۳۳۶/۱، ۳۳۷/۱، ۳۳۸/۱، ۳۳۹/۱، ۳۴۰/۱، ۳۴۱/۱، ۳۴۲/۱، ۳۴۳/۱، ۳۴۴/۱، ۳۴۵/۱، ۳۴۶/۱، ۳۴۷/۱، ۳۴۸/۱، ۳۴۹/۱، ۳۵۰/۱، ۳۵۱/۱، ۳۵۲/۱، ۳۵۳/۱، ۳۵۴/۱، ۳۵۵/۱، ۳۵۶/۱، ۳۵۷/۱، ۳۵۸/۱، ۳۵۹/۱، ۳۶۰/۱، ۳۶۱/۱، ۳۶۲/۱، ۳۶۳/۱، ۳۶۴/۱، ۳۶۵/۱، ۳۶۶/۱، ۳۶۷/۱، ۳۶۸/۱، ۳۶۹/۱، ۳۷۰/۱، ۳۷۱/۱، ۳۷۲/۱، ۳۷۳/۱، ۳۷۴/۱، ۳۷۵/۱، ۳۷۶/۱، ۳۷۷/۱، ۳۷۸/۱، ۳۷۹/۱، ۳۸۰/۱، ۳۸۱/۱، ۳۸۲/۱، ۳۸۳/۱، ۳۸۴/۱، ۳۸۵/۱، ۳۸۶/۱، ۳۸۷/۱، ۳۸۸/۱، ۳۸۹/۱، ۳۹۰/۱، ۳۹۱/۱، ۳۹۲/۱، ۳۹۳/۱، ۳۹۴/۱، ۳۹۵/۱، ۳۹۶/۱، ۳۹۷/۱، ۳۹۸/۱، ۳۹۹/۱، ۴۰۰/۱، ۴۰۱/۱، ۴۰۲/۱، ۴۰۳/۱، ۴۰۴/۱، ۴۰۵/۱، ۴۰۶/۱، ۴۰۷/۱، ۴۰۸/۱، ۴۰۹/۱، ۴۱۰/۱، ۴۱۱/۱، ۴۱۲/۱، ۴۱۳/۱، ۴۱۴/۱، ۴۱۵/۱، ۴۱۶/۱، ۴۱۷/۱، ۴۱۸/۱، ۴۱۹/۱، ۴۲۰/۱، ۴۲۱/۱، ۴۲۲/۱، ۴۲۳/۱، ۴۲۴/۱، ۴۲۵/۱، ۴۲۶/۱، ۴۲۷/۱، ۴۲۸/۱، ۴۲۹/۱، ۴۳۰/۱، ۴۳۱/۱، ۴۳۲/۱، ۴۳۳/۱، ۴۳۴/۱، ۴۳۵/۱، ۴۳۶/۱، ۴۳۷/۱، ۴۳۸/۱، ۴۳۹/۱، ۴۴۰/۱، ۴۴۱/۱، ۴۴۲/۱، ۴۴۳/۱، ۴۴۴/۱، ۴۴۵/۱، ۴۴۶/۱، ۴۴۷/۱، ۴۴۸/۱، ۴۴۹/۱، ۴۵۰/۱، ۴۵۱/۱، ۴۵۲/۱، ۴۵۳/۱، ۴۵۴/۱، ۴۵۵/۱، ۴۵۶/۱، ۴۵۷/۱، ۴۵۸/۱، ۴۵۹/۱، ۴۶۰/۱، ۴۶۱/۱، ۴۶۲/۱، ۴۶۳/۱، ۴۶۴/۱، ۴۶۵/۱، ۴۶۶/۱، ۴۶۷/۱، ۴۶۸/۱، ۴۶۹/۱، ۴۷۰/۱، ۴۷۱/۱، ۴۷۲/۱، ۴۷۳/۱، ۴۷۴/۱، ۴۷۵/۱، ۴۷۶/۱، ۴۷۷/۱، ۴۷۸/۱، ۴۷۹/۱، ۴۸۰/۱، ۴۸۱/۱، ۴۸۲/۱، ۴۸۳/۱، ۴۸۴/۱، ۴۸۵/۱، ۴۸۶/۱، ۴۸۷/۱، ۴۸۸/۱، ۴۸۹/۱، ۴۹۰/۱، ۴۹۱/۱، ۴۹۲/۱، ۴۹۳/۱، ۴۹۴/۱، ۴۹۵/۱، ۴۹۶/۱، ۴۹۷/۱، ۴۹۸/۱، ۴۹۹/۱، ۵۰۰/۱، ۵۰۱/۱، ۵۰۲/۱، ۵۰۳/۱، ۵۰۴/۱، ۵۰۵/۱، ۵۰۶/۱، ۵۰۷/۱، ۵۰۸/۱، ۵۰۹/۱، ۵۱۰/۱، ۵۱۱/۱، ۵۱۲/۱، ۵۱۳/۱، ۵۱۴/۱، ۵۱۵/۱، ۵۱۶/۱، ۵۱۷/۱، ۵۱۸/۱، ۵۱۹/۱، ۵۲۰/۱، ۵۲۱/۱، ۵۲۲/۱، ۵۲۳/۱، ۵۲۴/۱، ۵۲۵/۱، ۵۲۶/۱، ۵۲۷/۱، ۵۲۸/۱، ۵۲۹/۱، ۵۳۰/۱، ۵۳۱/۱، ۵۳۲/۱، ۵۳۳/۱، ۵۳۴/۱، ۵۳۵/۱، ۵۳۶/۱، ۵۳۷/۱، ۵۳۸/۱، ۵۳۹/۱، ۵۴۰/۱، ۵۴۱/۱، ۵۴۲/۱، ۵۴۳/۱، ۵۴۴/۱، ۵۴۵/۱، ۵۴۶/۱، ۵۴۷/۱، ۵۴۸/۱، ۵۴۹/۱، ۵۵۰/۱، ۵۵۱/۱، ۵۵۲/۱، ۵۵۳/۱، ۵۵۴/۱، ۵۵۵/۱، ۵۵۶/۱، ۵۵۷/۱، ۵۵۸/۱، ۵۵۹/۱، ۵۶۰/۱، ۵۶۱/۱، ۵۶۲/۱، ۵۶۳/۱، ۵۶۴/۱، ۵۶۵/۱، ۵۶۶/۱، ۵۶۷/۱، ۵۶۸/۱، ۵۶۹/۱، ۵۷۰/۱، ۵۷۱/۱، ۵۷۲/۱، ۵۷۳/۱، ۵۷۴/۱، ۵۷۵/۱، ۵۷۶/۱، ۵۷۷/۱، ۵۷۸/۱، ۵۷۹/۱، ۵۸۰/۱، ۵۸۱/۱، ۵۸۲/۱، ۵۸۳/۱، ۵۸۴/۱، ۵۸۵/۱، ۵۸۶/۱، ۵۸۷/۱، ۵۸۸/۱، ۵۸۹/۱، ۵۹۰/۱، ۵۹۱/۱، ۵۹۲/۱، ۵۹۳/۱، ۵۹۴/۱، ۵۹۵/۱، ۵۹۶/۱، ۵۹۷/۱، ۵۹۸/۱، ۵۹۹/۱، ۶۰۰/۱، ۶۰۱/۱، ۶۰۲/۱، ۶۰۳/۱، ۶۰۴/۱، ۶۰۵/۱، ۶۰۶/۱، ۶۰۷/۱، ۶۰۸/۱، ۶۰۹/۱، ۶۱۰/۱، ۶۱۱/۱، ۶۱۲/۱، ۶۱۳/۱، ۶۱۴/۱، ۶۱۵/۱، ۶۱۶/۱، ۶۱۷/۱، ۶۱۸/۱، ۶۱۹/۱، ۶۲۰/۱، ۶۲۱/۱، ۶۲۲/۱، ۶۲۳/۱، ۶۲۴/۱، ۶۲۵/۱، ۶۲۶/۱، ۶۲۷/۱، ۶۲۸/۱، ۶۲۹/۱، ۶۳۰/۱، ۶۳۱/۱، ۶۳۲/۱، ۶۳۳/۱، ۶۳۴/۱، ۶۳۵/۱، ۶۳۶/۱، ۶۳۷/۱، ۶۳۸/۱، ۶۳۹/۱، ۶۴۰/۱، ۶۴۱/۱، ۶۴۲/۱، ۶۴۳/۱، ۶۴۴/۱، ۶۴۵/۱، ۶۴۶/۱، ۶۴۷/۱، ۶۴۸/۱، ۶۴۹/۱، ۶۵۰/۱، ۶۵۱/۱، ۶۵۲/۱، ۶۵۳/۱، ۶۵۴/۱، ۶۵۵/۱، ۶۵۶/۱، ۶۵۷/۱، ۶۵۸/۱، ۶۵۹/۱، ۶۶۰/۱، ۶۶۱/۱، ۶۶۲/۱، ۶۶۳/۱، ۶۶۴/۱، ۶۶۵/۱، ۶۶۶/۱، ۶۶۷/۱، ۶۶۸/۱، ۶۶۹/۱، ۶۷۰/۱، ۶۷۱/۱، ۶۷۲/۱، ۶۷۳/۱، ۶۷۴/۱، ۶۷۵/۱، ۶۷۶/۱، ۶۷۷/۱، ۶۷۸/۱، ۶۷۹/۱، ۶۸۰/۱، ۶۸۱/۱، ۶۸۲/۱، ۶۸۳/۱، ۶۸۴/۱، ۶۸۵/۱، ۶۸۶/۱، ۶۸۷/۱، ۶۸۸/۱، ۶۸۹/۱، ۶۹۰/۱، ۶۹۱/۱، ۶۹۲/۱، ۶۹۳/۱، ۶۹۴/۱، ۶۹۵/۱، ۶۹۶/۱، ۶۹۷/۱، ۶۹۸/۱، ۶۹۹/۱، ۷۰۰/۱، ۷۰۱/۱، ۷۰۲/۱، ۷۰۳/۱، ۷۰۴/۱، ۷۰۵/۱، ۷۰۶/۱، ۷۰۷/۱، ۷۰۸/۱، ۷۰۹/۱، ۷۱۰/۱، ۷۱۱/۱، ۷۱۲/۱، ۷۱۳/۱، ۷۱۴/۱، ۷۱۵/۱، ۷۱۶/۱، ۷۱۷/۱، ۷۱۸/۱، ۷۱۹/۱، ۷۲۰/۱، ۷۲۱/۱، ۷۲۲/۱، ۷۲۳/۱، ۷۲۴/۱، ۷۲۵/۱، ۷۲۶/۱، ۷۲۷/۱، ۷۲۸/۱، ۷۲۹/۱، ۷۳۰/۱، ۷۳۱/۱، ۷۳۲/۱، ۷۳۳/۱، ۷۳۴/۱، ۷۳۵/۱، ۷۳۶/۱، ۷۳۷/۱، ۷۳۸/۱، ۷۳۹/۱، ۷۴۰/۱، ۷۴۱/۱، ۷۴۲/۱، ۷۴۳/۱، ۷۴۴/۱، ۷۴۵/۱، ۷۴۶/۱، ۷۴۷/۱، ۷۴۸/۱، ۷۴۹/۱، ۷۵۰/۱، ۷۵۱/۱، ۷۵۲/۱، ۷۵۳/۱، ۷۵۴/۱، ۷۵۵/۱، ۷۵۶/۱، ۷۵۷/۱، ۷۵۸/۱، ۷۵۹/۱، ۷۶۰/۱، ۷۶۱/۱، ۷۶۲/۱، ۷۶۳/۱، ۷۶۴/۱، ۷۶۵/۱، ۷۶۶/۱، ۷۶۷/۱، ۷۶۸/۱، ۷۶۹/۱، ۷۷۰/۱، ۷۷۱/۱، ۷۷۲/۱، ۷۷۳/۱، ۷۷۴/۱، ۷۷۵/۱، ۷۷۶/۱، ۷۷۷/۱، ۷۷۸/۱، ۷۷۹/۱، ۷۸۰/۱، ۷۸۱/۱، ۷۸۲/۱، ۷۸۳/۱، ۷۸۴/۱، ۷۸۵/۱، ۷۸۶/۱، ۷۸۷/۱، ۷۸۸/۱، ۷۸۹/۱، ۷۹۰/۱، ۷۹۱/۱، ۷۹۲/۱، ۷۹۳/۱، ۷۹۴/۱، ۷۹۵/۱، ۷۹۶/۱، ۷۹۷/۱، ۷۹۸/۱، ۷۹۹/۱، ۸۰۰/۱، ۸۰۱/۱، ۸۰۲/۱، ۸۰۳/۱، ۸۰۴/۱، ۸۰۵/۱، ۸۰۶/۱، ۸۰۷/۱، ۸۰۸/۱، ۸۰۹/۱، ۸۱۰/۱، ۸۱۱/۱، ۸۱۲/۱، ۸۱۳/۱، ۸۱۴/۱، ۸۱۵/۱، ۸۱۶/۱، ۸۱۷/۱، ۸۱۸/۱، ۸۱۹/۱، ۸۲۰/۱، ۸۲۱/۱، ۸۲۲/۱، ۸۲۳/۱، ۸۲۴/۱، ۸۲۵/۱، ۸۲۶/۱، ۸۲۷/۱، ۸۲۸/۱، ۸۲۹/۱، ۸۳۰/۱، ۸۳۱/۱، ۸۳۲/۱، ۸۳۳/۱، ۸۳۴/۱، ۸۳۵/۱، ۸۳۶/۱، ۸۳۷/۱، ۸۳۸/۱، ۸۳۹/۱، ۸۴۰/۱، ۸۴۱/۱، ۸۴۲/۱، ۸۴۳/۱، ۸۴۴/۱، ۸۴۵/۱، ۸۴۶/۱، ۸۴۷/۱، ۸۴۸/۱، ۸۴۹/۱، ۸۵۰/۱، ۸۵۱/۱، ۸۵۲/۱، ۸۵۳/۱، ۸۵۴/۱، ۸۵۵/۱، ۸۵۶/۱، ۸۵۷/۱، ۸۵۸/۱، ۸۵۹/۱، ۸۶۰/۱، ۸۶۱/۱، ۸۶۲/۱، ۸۶۳/۱، ۸۶۴/۱، ۸۶۵/۱، ۸۶۶/۱، ۸۶۷/۱، ۸۶۸/۱، ۸۶۹/۱، ۸۷۰/۱، ۸۷۱/۱، ۸۷۲/۱، ۸۷۳/۱، ۸۷۴/۱، ۸۷۵/۱، ۸۷۶/۱، ۸۷۷/۱، ۸۷۸/۱، ۸۷۹/۱، ۸۸۰/۱، ۸۸۱/۱، ۸۸۲/۱، ۸۸۳/۱، ۸۸۴/۱، ۸۸۵/۱، ۸۸۶/۱، ۸۸۷/۱، ۸۸۸/۱، ۸۸۹/۱، ۸۹۰/۱، ۸۹۱/۱، ۸۹۲/۱، ۸۹۳/۱، ۸۹۴/۱، ۸۹۵/۱، ۸۹۶/۱، ۸۹۷/۱، ۸۹۸/۱، ۸۹۹/۱، ۹۰۰/۱، ۹۰۱/۱، ۹۰۲/۱، ۹۰۳/۱، ۹۰۴/۱، ۹۰۵/۱، ۹۰۶/۱، ۹۰۷/۱، ۹۰۸/۱، ۹۰۹/۱، ۹۱۰/۱، ۹۱۱/۱، ۹۱۲/۱، ۹۱۳/۱، ۹۱۴/۱، ۹۱۵/۱، ۹۱۶/۱، ۹۱۷/۱، ۹۱۸/۱، ۹۱۹/۱، ۹۲۰/۱، ۹۲۱/۱، ۹۲۲/۱، ۹۲۳/۱، ۹۲۴/۱، ۹۲۵/۱، ۹۲۶/۱، ۹۲۷/۱، ۹۲۸/۱، ۹۲۹/۱، ۹۳۰/۱، ۹۳۱/۱، ۹۳۲/۱، ۹۳۳/۱، ۹۳۴/۱، ۹۳۵/۱، ۹۳۶/۱، ۹۳۷/۱، ۹۳۸/۱، ۹۳۹/۱، ۹۴۰/۱، ۹۴۱/۱، ۹۴۲/۱، ۹۴۳/۱، ۹۴۴/۱، ۹۴۵/۱، ۹۴۶/۱، ۹۴۷/۱، ۹۴۸/۱، ۹۴۹/۱، ۹۵۰/۱، ۹۵۱/۱، ۹۵۲/۱، ۹۵۳/۱، ۹۵۴/۱، ۹۵۵/۱، ۹۵۶/۱، ۹۵۷/۱، ۹۵۸/۱، ۹۵۹/۱، ۹۶۰/۱، ۹۶۱/۱، ۹۶۲/۱، ۹۶۳/۱، ۹۶۴/۱، ۹۶۵/۱، ۹۶۶/۱، ۹۶۷/۱، ۹۶۸/۱، ۹۶۹/۱، ۹۷۰/۱، ۹۷۱/۱، ۹۷۲/۱، ۹۷۳/۱، ۹۷۴/۱، ۹۷۵/۱، ۹۷۶/۱، ۹۷۷/۱، ۹۷۸/۱، ۹۷۹/۱، ۹۸۰/۱، ۹۸۱/۱، ۹۸۲/۱، ۹۸۳/۱، ۹۸۴/۱، ۹۸۵/۱، ۹۸۶/۱، ۹۸۷/۱، ۹۸۸/۱، ۹۸۹/۱، ۹۹۰/۱، ۹۹۱/۱، ۹۹۲/۱، ۹۹۳/۱، ۹۹۴/۱، ۹۹۵/۱، ۹۹۶/۱، ۹۹۷/۱، ۹۹۸/۱، ۹۹۹/۱، ۱۰۰۰/۱، ۱۰۰۱/۱، ۱۰۰۲/۱، ۱۰۰۳/۱، ۱۰۰۴/۱، ۱۰۰۵/۱، ۱۰۰۶/۱، ۱۰۰۷/۱، ۱۰۰۸/۱، ۱۰۰۹/۱، ۱۰۱۰/۱، ۱۰۱۱/۱، ۱۰۱۲/۱، ۱۰۱۳/۱، ۱۰۱۴/۱، ۱۰۱۵/۱، ۱۰۱۶/۱، ۱۰۱۷/۱، ۱۰۱۸/۱، ۱۰۱۹/۱، ۱۰۲۰/۱، ۱۰۲۱/۱، ۱۰۲۲/۱، ۱۰۲۳/۱، ۱۰۲۴/۱، ۱۰۲۵/۱، ۱۰۲۶/۱، ۱۰۲۷/۱، ۱۰۲۸/۱، ۱۰۲۹/۱، ۱۰۳۰/۱، ۱۰۳۱/۱، ۱۰۳۲/۱، ۱۰۳۳/۱، ۱۰۳۴/۱، ۱۰۳۵/۱، ۱۰۳۶/۱، ۱۰۳۷/۱، ۱۰۳۸/۱، ۱۰۳۹/۱، ۱۰۴۰/۱، ۱۰۴۱/۱، ۱۰۴۲/۱، ۱۰۴۳/۱، ۱۰۴۴/۱، ۱۰۴۵/۱، ۱۰۴۶/۱، ۱۰۴۷/۱، ۱۰۴۸/۱، ۱۰۴۹/۱، ۱۰۵۰/۱، ۱۰۵۱/۱، ۱۰۵۲/۱، ۱۰۵۳/۱، ۱۰۵۴/۱، ۱۰۵۵/۱، ۱۰۵۶/۱، ۱۰۵۷/۱، ۱۰۵۸/۱، ۱۰۵۹/۱، ۱۰۶۰/۱، ۱۰۶۱/۱، ۱۰۶۲/۱، ۱۰۶۳/۱، ۱۰۶۴/۱، ۱۰۶۵/۱، ۱۰۶۶/۱، ۱۰۶۷/۱، ۱۰۶۸/۱، ۱۰۶۹/۱، ۱۰۷۰/۱، ۱۰۷۱/۱، ۱۰۷۲/۱، ۱۰۷۳/۱، ۱۰۷۴/۱، ۱۰۷۵/۱، ۱۰۷۶/۱، ۱۰۷۷/۱، ۱۰۷۸/۱، ۱۰۷۹/۱، ۱۰۸۰/۱، ۱۰۸۱/۱، ۱۰۸۲/۱، ۱۰۸۳/۱، ۱۰۸۴/۱، ۱۰۸۵/۱، ۱۰۸۶/۱، ۱۰۸۷/۱، ۱۰۸۸/۱، ۱۰۸۹/۱، ۱۰۹۰/۱، ۱۰۹۱/۱، ۱۰۹۲/۱، ۱۰۹۳/۱، ۱۰۹۴/۱، ۱۰۹۵/۱، ۱۰۹۶/۱، ۱۰۹۷/۱، ۱۰۹۸/۱، ۱۰۹۹/۱، ۱۱۰۰/۱، ۱۱۰۱/۱، ۱۱۰۲/۱، ۱۱۰۳/۱، ۱۱۰۴/۱، ۱۱۰۵/۱، ۱۱۰۶/۱، ۱۱۰۷/۱، ۱۱۰۸/۱، ۱۱۰۹/۱، ۱۱۱۰/۱، ۱۱۱۱/۱، ۱۱۱۲/۱، ۱۱۱۳/۱، ۱۱۱۴/۱، ۱۱۱۵/۱، ۱۱۱۶/۱، ۱۱۱۷/۱، ۱۱۱۸/۱، ۱۱۱۹/۱، ۱۱۲۰/۱، ۱۱۲۱/۱، ۱۱۲۲/۱، ۱۱۲

جسم میں اور یہ کو قبول کرنے کی صلاحیت۔ ان تینوں پہلوؤں سے گونا گوں طریقہ ہائے علاج طبی تجربات اور غیر معمولی حالات پر قابو پانے کا تدبیر نے آج فن نہیں بلکہ کئی فنون کو وجود بخشا ہے اور اسکی ادویہ کا تجربہ کیا گیا ہے کہ مرض کی شناخت میں معمولی نگلی صحت کی بجائے موت کا باعث بن جائے۔

اصل یہ ہے کہ ہر شعبہ علم میں ایک دور تجربات کا ہوتا ہے، مگر یہ مدت تجربات و مدت و مرتب ہوتے ہیں اور ان کی مرتب و مدت صورت بالآخر ایک مستقل علم اور فن کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس وقت تعلیم و تعلم کے بغیر مجرد تجربات کی بناء پر اس شعبہ میں متعلق شخص کی مہارت و مہارت کو قبول نہیں کیا جاتا، یہی حال اس وقت میڈیکل سائنس کا ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ فی زمانہ وی ایچ ایس طیبہ کا ذوق کھلانے کے مستحق ہیں جن کو طبی دانش کا ہیں اور گورنمنٹ کا محکمہ صحت علاج و معالجہ کا محاذ قرار دیتا ہو۔

اگر مریض کو نقصان پہنچ جائے؟

ایسے واقعات اور داخل لوگوں کو علاج سے روکا تو درست ہے ہی، مگر یہ ایسی نااہلیت کے ساتھ علاج کریں اور مریض کو نقصان پہنچ جائے، تو ان پر ضمان بھی واجب ہوگا۔ اس سلسلے میں خود آپ **بَیِّنَاتُ الْفُتُوْنِ** کی مہارت موجود ہے، ارشاد ہے:

”ابھا طیب طیب علی قوم لا یعرف له لطیب قبل ذلک فاعلمت لہو ضامن“
ترجمہ: ”جس طیب نے لوگوں کا علاج کیا حالانکہ پہلے سے وہ اس فن میں معروف نہیں تھا، چنانچہ وہ باعث مشقت ہو جائے تو وہ ضامن ہے۔“

”لاجل معرفتہ ضمن الطیب ما جنت یدہ وکذا لک ان وصف له دواء يستعمله والعلیل یظن انه وصفه لمعرفتہ وحذقه فتلطف به ضمنہ، والحديث ظاہر فیہ او صریح“

ترجمہ: ”علاج کے فن سے واقف سمجھ کر علاج کرنے کی اجازت دے دے، تو وہ اپنی طبی جنایت کا ضامن ہوگا، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب مریض کو دوا کی نشت لکھی کر دے کہ وہ اس کو استعمال کرے اور مریض کا خیال ہو کہ یہ معالج فن سے آگاہی اور مہارت کی بنا پر دوا تجویز کر رہا ہے، یہاں تک کہ مریض فوت ہو جائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا، حدیث اس بات ظاہر یا بالکل صریح ہے۔“
 یہ مان لینے کے بعد کہ طیبہ جامل کے علاج سے پہنچنے والا نقصان موجب تاوان ہے یہ بات حل طلب

ہے کہ یہ جان خود اس شخص کو ادا کرتا ہوگا یا اس میں اس کے اعزاء (یعنی قرہ) بھی شریک ہوں گے؟ یہ فقہاء میں رشہ
تختہ اختلاف نے دونوں طرح کے قول نقل کئے ہیں۔^۱

حنبل کے یہاں جو نقل میں "معتصب" ہو یعنی بالواسطہ نقل و ہدایت کا باعث بنائے ہوں بہا (وریت) اس کے
اعزاء پر واجب ہوتی ہے:

"أما القتل بسبب كحافله المنور واضع الحجر في غير ملكه، وموجبه إذا تلف فيه آدمى الذیة علی العاقلة،^۲

مگر جرحہ: "بہر حال قتل یا سبب جیسے دوسرے کی ملک میں چھر رکھنے اور کتوں کو مارنے والے کی ہے
کرا کر کوئی شخص اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو عاقلہ پر ویت واجب ہوگی۔"

"طیب جہاں" سے ہونے والا نقصان اسی زمرہ میں آئے گا اور اسی اصول پر تاوان واجب ہوگا۔ البتہ
کفارہ واجب نہ ہوگا اور نہ اس کی وجہ سے۔ اگر معالج مریض کا وارث ہو تو۔ میراث سے محروم ہوگا۔^۳
تاہم یہ تاوان کا واجب ہونا اور نہ ہونا تو مریض کے حق کی بناء پر ہے۔ عامۃ الناس کے حقوق کی رعایت
کرتے ہوئے اور ان کو اس قدر سے بچانے کے لئے حکومت ایسے شخص کی مناسب تحریر و سرزدش بھی کرے گی،
حافظ ابن رشد کا بیان ہے:

"وان لم یکن من اهل المعرفة فلعليه الضرب والسجن والذیة،^۴
مگر جرحہ: "اگر معالج قتل سب سے واقف نہ ہو تو سرزدش اور قید کی سزا ہوگی اور ویت واجب ہوگی۔"

ڈاکٹر کی کوتاہی سے نقصان

(جواب سوال ۲)

ڈاکٹر جس مرض کا علاج کر رہا ہے وہ تو غناس کا علاج ہے اور اس نے اصول علاج کے مطابق کسی کوتاہی کا
ارتکاب نہیں کیا ہے تو اتفاق ہے کہ وہ ضامن نہیں ہوگا، فقہاء حنبل میں یہ حسب قہر کی ہدایت کی صراحت آج بھی
ہے کہ اگر اہل والا قی طیب کے مناسب علاج کے باوجود آنکھ کی روشنی چلتی رہی تو اس پر تاوان نہیں ہے۔^۵ بالظہر
میں علامہ درود کا بیان ہے:

"واذا اعالج طیب عاروف ومات المریض عن علاجه المطلوب لاشئ علیہ،^۶
مگر جرحہ: "اگر اہل سے آگاہ طیب نے علاج کیا اور من سب طریقہ پر علاج کے باوجود مریض فوت

۱۔ عداۃ المصنف ۱/۲۲۱ سے عداۃ مع لایع القدر ۱/۱۶۱ سے حوالہ سابق سے عداۃ المصنف ۲/۳۳۳

۲۔ برزید ۱/۵۸۱ سے الشرح المصنف ۱/۱۶۱

ہو گیا، تو اس پر کچھ واجب نہیں۔“

فتحا، حائضہ میں ایسا اقدام رکھتے ہیں:

”ولا ضمان علی حجام ولا ختان ولا منقطع اذا عرف منه حلق الصفة
ولم یجن ایہیہ۔“^۱

ترجمہ: ”بچہ لگانے والے، ختنہ کرنے والے اور علاج کرنے والے پر تاوان واجب نہیں۔ اگر
ان کا بائرن ہوتا معلوم ہو اور انہوں نے جنایت نہیں کی ہو۔“

حافظ ابن قیم نے اس پر فتحا کا احقاقیق نقل کیا ہے:

”طیب حاذق أعطی الصفة حقها ولم یجن یدئ فتولد من فعله المادون فیہ
من جهة الشارح ومن جهة من یطہ تلف العضو او النفس او ذهاب صفة
فهذا لا ضمان علیہ اتفاقاً۔“^۲

ترجمہ: ”طیب باہر جس نے فن کا حق دیا کیا اور کوتاہی نہیں کی، پھر بھی شریعت اور مریض کی
جانب سے اجازت کی بنیاد پر ہونے والے فعل سے عضو یا جان ہلاک ہوگی یا کوئی صلاحیت ضائع
ہوگی تو بالاحاق اس پر ضمان واجب نہیں۔“

بلکہ اگر کمال احتیاط اور کمال رعایت کے باوجود معالج سے کہیں بھول چوک واقع ہوگی اور کسی ایسے معاملہ
میں اس نے غلطی رائے اختیار کی جس میں ایک سے زیادہ رائے کی گنجائش تھی، جب بھی وہ ضامن نہیں۔

لیکن اگر مریض کا علاج کرنے میں وہ فنی کوتاہی اور بے احتیاطی کا مرتکب ہوا ہے تو وہ نقصان کا ضامن
ہوگا:

”وکذا الختان وقلع العروس والطب فلا ضمان الا بالتقصیر۔“^۳

ترجمہ: ”ختنہ کرنے، دانت لگانے اور علاج کرنے میں کوتاہی کرنے کی صورت میں ہی تاوان
واجب ہوگا۔“

قلوی ہزار یہ میں ہے:

”حجم أو ختن أو بخر وتلف لم یضمن الا اذا تجاوز المعتاد۔“^۴

ترجمہ: ”کسی نے حجم لگایا، ختنہ کیا یا بخر کی تعلیمی کی اور آدمی یا جانور فوت ہو گیا تو وہ اس

۱۔ المعنی: ۲۷/۵۔ ۲۔ زاد المعاد: ۱۳۹/۱۔ ۳۔ الشرح الصغير: ۱۷/۱۔

۴۔ برازیلہ: ۸۸/۱۔ نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۲۹/۱۵۔

صورت میں خناس ہوگا کس نے معمول کی حد سے تجاوز کیا ہو۔“

اسی قدر اس نے اصولی بات لکھی ہے کہ دو شرطیں پائی جائیں تو معالج خناس نہیں ہوگا اور ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو خناس ہوگا، اول یہ کہ وہ اپنے فم میں بصیرت و مہارت رکھتا ہو، دوسرے اس نے علاج میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیا ہو، بے بصیرتی کے ساتھ علاج بھی غلط ہے اور بصیرت و مہارت کے باوجود کوتاہی بھی ناقابل قبول اور موجب خطا ہے۔^۱

اس دلیل میں فقہاء نے ایک جزئیہ ذکر کیا ہے جو من جملہ ”فتنی طائف“ کے ہے کہ اگر معالج نے اپنی کوتاہی سے مریض کے کسی عضو کو بالکل ہی معطل کر دیا۔ البتہ اس کی زندگی بچ گئی تو اس کو چری دیتا اور کرنی ہوگی کہ ایک منفعت سے عمل غروی تحمل دیتے کی موجب ہے اور اگر مریض کی موت واقع ہوگئی تو نصف دیتا اور کرنی ہوگی۔ کیوں کہ اب دیت چورے وجود کی واجب ہوگی۔ اور صورت حال یہ ہے کہ موت میں دو باتوں کو دخل ہے، ایک تو آپریشن اور دوسرے آپریشن میں حد سے تجاوز، پہلی بات میں معالج خطا کار نہیں۔ البتہ دوسرے معاملہ میں اس کی خطا ہے، اس لئے نصف دیت ہی اس پر واجب ہوگی۔^۲ خاصی قریب کے فقہاء میں شیخ عبدالرحمن الجزیری رحمہ اللہ نے بھی اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اکثر کی کوتاہی کی صورت اسی تفصیل کے مطابق اس کو سدہ قرار دیا ہے۔^۳

تایم چلے کہ یہ جہالت خطا ہے۔ اس لئے ان قیم کا یہ کہ ہے کہ دیت کی ایک جہالتی سے کم مقدار ضمان عاکہ موجب تو اسے خود ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر ایک جہالتی یا اس سے زیادہ ہو تو نہ قتل۔ جو اعزہ یا فم پیشہ لوگ ہو سکتے ہیں۔ ادا کریں گے۔^۴

بلا اجازت آپریشن

(جواب سوال ۳)

اگر مریض خود اجازت دینے کے موقف میں ہو، یا اس کے اولیاء موجود ہوں تو ان سے اجازت لینا واجب ہے۔ اور باوجود قدرت و امکان کے بلا اجازت آپریشن کیا یا کوئی ایب طریقہ علاج اختیار کیا جو اس کا فی طور پر بلاکت کا باعث ہو سکتا ہے اور مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو جاتا رہا تو معالج پر اس کی ذمہ داری ہوگی۔ گو وراثت کا تعلق اصل میں تو نکاح اور اموال میں تصرف کے حق سے ہے، لیکن فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج اور جسمانی تصرف کے باب میں بھی اس کو کچھ کم اہمیت نہیں دی گئی ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

۱۔ المغنی: ۳/۵۰، ۲۔ البحر الرائق: ۲/۱۸، ۳۔ کتاب الفقه علی المطالع الاربعہ: ۱۱/۲۳

۴۔ دارالمعارف: ۱۰/۱۵۰ نیز دیکھئے: بدایۃ المحتفد: ۲۳۲/۲

میں خضآن واجب ہونے کے دو مستقل اسباب ہیں، فرماتے ہیں:

”وَيَسْتَفَادُ بِمَجْمُوعِ الرِّوَايَاتِ، اشْتِرَاطُ عَدَمِ التَّجَاوُزِ وَالْإِذْنِ لِعَدَمِ وَجُوبِ

الضَّمَامِ حَتَّى إِذَا عَدِمَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا يَجِبُ الضَّمَامُ۔“^۱

ترجمہ: ”دونوں روایاتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خضآن واجب نہ ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: اسباب حد سے تجاوز نہ کرنا اور اجازت کا حاصل ہونا۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں شرطیں نہ پائی گئیں تو خضآن واجب ہوگا۔“

خود نام شافعی کی تحریر میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے۔ انہوں نے طیب کو اس کی کوتاہی نہ پائے جانے کی صورت اس لئے خضآن قرار دیا ہے کہ طیب نے خود مریض کی اجازت سے یہ عمل کیا ہے۔

ضرورت کی بناء پر آپریشن بلا اجازت

(جواب: سوال ۴)

اگر مریض یا اس کے اولیاء عاجزہ سے آپریشن کی اجازت لینا ممکن نہ ہو اور مریض کی نوعیت ایسی ہو کہ اس طریقہ علاج سے چارہ نہ ہو اور ناجائز و انتہائی گنجائش بھی نہ ہو تو ڈاکٹر کا حق کی اجازت کے بغیر آپریشن کرنا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ ممکن حد تک نفس انسانی کو بچانے کی کوشش خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے۔ لہذا گو وہ انسان کی طرف سے ماذون نہیں، لیکن شارع کی طرف سے ماذون و اجازت یافتہ تصور ہوگا۔ انسانی جان کو بچانے کی کوشش کس درجہ اہم فریضہ ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ابن قدامر لکھتے ہیں:

”ان اضطرالى طعمار و شراب لغيره فطليه منه فعمه اباه مع غناه عنه في ذلك

الحال فعمه بذلك حمله المطلوب منه۔“^۲

ترجمہ: ”اگر دوسرے کے کھانے یا شراب کے استعمال پر مضطر ہو گیا اور اس سے وہ چیز طلب کی، اس نے اس وقت اس سے مستثنیٰ ہونے کے باوجود منع کر دیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو جن صاحب سے مانگا تھا وہ خائن ہوں گے۔“

اسی طرح اگر کسی شخص کو موقع ہلاکت میں دیکھ کر باوجود قدرت و طاقت کے، اس کو بچنے کی کوشش نہ کی تو گنہگار تو ہوگا ہی۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس انسانی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے اس کا خضآن بھی ادا کرنا ہوگا۔^۳

ہیں۔ ایسی صورت میں حوائج کا یہ عمل نہ صرف چار بلکہ مستحقین ہوگا اور اگر اس کی کوتاہی اور بے التفاتی کے بغیر مریض کی موت واقع ہوگی تو وہ اس کا خاص مل بھی نہ ہوگا۔

محور دوم..... کیا بیماریاں متعدی ہوتی ہیں؟

ایثار اور طاعون سے حلقی سوالات اسی تناظر میں ابھرے ہیں کہ میڈیکل سائنس ان کو متعدی یا مری تصور کرتی ہے۔ اس کے من سب ہے کہ پہلے خود اس قدیم بحث کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو امراض میں تعدیہ کی صلاحت کی بہت ہوتی آئی ہے۔ قرآن مجید نے امراض کے متعدی ہونے اور نہ ہونے کی بابت صراحت کے ساتھ تو کوئی بات نہیں کہی ہے۔ البتہ طاعون کو خطاب الہی "رجز" سے تعبیر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا۔ اس سے ایک درجہ میں اس کے متعدی ہونے کا اشارہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

احادیث اس باب میں دونوں طرح کی ہیں: بعض تعدیہ کی نفی کرتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ امراض میں متعدی ہونے کی صلاحت ہے۔ جو روایات نفی کرتی ہیں وہ عام طور پر "لاعدوی" کے لفظ سے وارد ہوئی ہیں۔

اسی طرح مجدد شخص کی بہت متحول ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور اشارہ فرمایا اللہ کے بھروسہ اور تم کل پر "نقدہ باللہ ونوکلا علیہ"۔

جن روایات سے امراض کا متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے یا اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہ اس طرح ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"لا توردوا الممرضی علی المصح"۔

ترجمہ: "یہ رہن کو بیماروں پر نہ لاؤ۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"لم یمن المجدوم کما یفرار من الاسد"۔

ترجمہ: "کوڑھی سے شیر کی طرح بھاگو۔"

طبرانی نے بواسطہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

۱۳۲۰ھ

۱۔ بخاری عن امی ہریرہ وعبداللہ بن عباس: ۵۰۹۱ باب لاعدوی، مسلم عن امی ہریرہ: ۲۳۰۲ باب لاعدوی الخ

۲۔ فتح الباری: ۱۰۹/۱۰ بخاری: ۵۰۹۱ باب لاعدوی، مسلم: ۲۳۰۲

۳۔ بخاری: ۵۰۹/۱۰ باب العدا

”لَا تَدْعُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْدُودِ مِنْكُمْ“۔^۱

ترجمہ: ”کوڑھیوں کو مسلسل نہ دیکھو۔“

حضرت سعد بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ فِي اَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا وَاِنْ وَقَعَ بِالْأَرْضِ وَانْتَشَرَ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا۔“^۲

ترجمہ: ”جب تم کسی مقام پر طاعون کی اطلاع پاؤ تو وہاں نہ جاؤ اور تم جہاں ہو وہیں پھرتے رہو۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے ان دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کی بہت اہل علم کے خلاف نظر کا ذکر کیا ہے۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ سمجھتے تھے کہ امراض خود بخود اور لازماً دوسروں میں منتقل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار کا اس میں دخل نہیں۔ اس کی نفی کی گئی ہے۔ جن روایات سے تعدیہ کا ثبوت ظاہر ہے ان کا غلط یہ ہے کہ اسباب کے درجہ میں تعدیہ بیماری کا سبب و ذریعہ بن سکتا ہے لیکن یہ بہر حال مشیت خداوندی کے تابع ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کی یہی رائے ہے۔^۳

امام نووی نے بھی اس کو مزید وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہی جمہور علماء کا نقطہ نظر ہے:

”هَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَصْحِيحِ الْحَدِيثَيْنِ وَالْجَمْعِ بَيْنَهُمَا هُوَ الصَّوَابُ الَّذِي عَلَيْهِ جَمْعُ هَذِهِ الْعُلَمَاءِ وَتَعْيِينُ الْمَصْنُوعِ إِلَيْهِ۔“^۴

ترجمہ: ”یہ جو ہم نے دونوں حدیثوں کا صحیح ہونا اور دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت ذکر کی ہے یہی صحیح ہے اور اسی کا قول ہونا مستحکم ہے۔“

دارے عہد میں بہت سے امراض کا متعدی ہونا نظر و خیال سے بڑھ کر مشاہدہ بن چکا ہے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام دائرہ مشاہدہ کے خلاف نہیں ہو سکتا، اس لئے صحیح یہی ہے کہ بعض امراض جراثیم کے ذریعہ متعدی ہوتے ہیں، البتہ یہ من جملہ اسباب کے ہیں، نہ بیماری کا پیدا ہونا کسی بیمار سے سبب جمل پر موقوف ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ بیمار شخص سے سبب جمل لازماً بیماری کو لے آئے۔ ان اسباب سے متاثر ہونا اور نہ ہونا بہر حال مشیت خداوندی اور قدرائی کے تابع ہے۔

۱۔ فیہ اسی شہید حدیث حسن و طیبہ و رجالہ ثقات، مجمع الزوائد: ۶/۱۵۰۔ ۲۔ بخاری: ۵۴۳۲ باب ما جاء في طاعون

الطاعون، فتح الباری: ۱۷۱/۱۰ باب الجذام، شرح مسلم: ۲۲/۱۲

اب اس کی روشنی میں ان کا سوالات کا جواب دیا جاتا ہے:

مریض ایڈز کا قریضہ

(جواب: سوال ۱)

بچوں کو ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانا اس کے اہل خاندان اور محققین کے لئے ضرر پہنچا سکتا ہے۔ خود اس کا ضرر انفرادی اور شخصي ہے اور خاندان کا ضرر اجتماعی ہے اور انفرادی ضرر یا ضرر کا اندیشہ اجتماعی ضرر اور اندیشہ ضرر کے مقابلہ قابل قبول ہے۔ اس لئے اس پر واجب ہے کہ اپنے ان محققین کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دے جو اس کے مرض سے متاثر ہو سکتے ہیں یہی بچوں کے علاوہ عام لوگوں تک یہ مرض خون ہی کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ لیکن جسم کا کٹ جانا، پھٹ جانا یا نگہیر دینا اسیرہ فیہ کے ذریعہ خون کا آ جانا، پائیدار کے ذریعہ خون کا لکھنا ایسی باتیں ہیں جو کثیر الوقوع ہیں اور ان کی وجہ سے اس کے احباب و محققین کو ضرر پہنچ سکتا ہے۔

ڈاکٹر کی ذمہ داری

(جواب: سوال ۲)

ڈاکٹر پر واجب ہے کہ جب لوگوں کو مریض سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، ان کو مطلع کر دے۔ یہ زیادہ سے زیادہ نصیحت ہوگی اور نصیحت کو جن وجوہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، منہ جملہ ان کے یہ بھی ہے کہ مسلمان کو شر سے بچایا جائے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں: ”محذوہ المسلم من الشر“ امام نووی نے چھ اور علامہ شامی نے گیارہ اسباب لکھے ہیں کہ جن کی وجہ سے نصیحت اور انکھار واجب جائز ہو جاتا ہے۔ اور ان سب کی درج بھی ہے کہ دینی و دنیوی معصرت کو دفع کرنے، اپنا جائز حق وصول کرنے اور صحیح مشورہ دینے کی غرض سے یہ طور انکھار حقیت کے اعتبار واجب جائز ہے۔

سماج کی ذمہ داری

(جواب: سوال ۳)

سماج کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو تنہا نہ چھوڑے۔ علاج و معالجہ میں اس کی مدد کرے اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اس سے رابطہ و تعلق بھی رکھے، ماعون زدہ شہر سے محنت مند لوگوں کے بھاگنے کو جواب

میں منع فرمایا۔ اس کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس سے مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والا باقی ضرور پائے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

”لو وخص لا صحاء فی الخروج لما بقی فی البلد الا المریض الذی التعمدهم الطاعون فانکسرت قلوبهم وفقدوا المتعہدین ولم یبق فی البلد من یسقیهم الماء ویطعمهم الطعام وهم یعجزون عن مباشرتهما بانفسهم فیکون ذالک سببا فی اهلا کھم تحقیقا۔“^۱

ترجمہ: ”اگر صحت مند لوگوں کو باہر جانے کی اجازت دے دی جائے تو شہر میں صرف وہ بیمار رہ جائیں گے جن کو حاکمون نے معذور کر رکھا ہے تو اس سے ان کی دل شکنی ہوگی، وہ بیمارداروں سے محروم ہو جائیں گے، ان کو کوئی دوا پلانے اور کھانا کھلانے والا بھی نہیں رہے گا اور وہ خود بھی اپنی ان ضروریات کی انجام دہی سے معذور ہوں گے تو گویا یہ فتنی طور پر ان کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنے کے مترادف ہوگا۔“

لہذا ایسے شخص کی حوصلہ داری اور دیکھ ریکھ میں کوئی کمی نہیں کرنی چاہئے جو بھروسہ اور اجتماعی مواقع پر حاضری میں بھی ان پر پابندی نہیں ہونی چاہئے، کو اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی مقام پر مریضان ہڈام کی کثرت ہو جائے تو کیا ان کے لئے علیحدہ مسجد تعمیر کر دی جائے اور عام مساجد میں آئے سے ان کو روکا جائے؟ لیکن کھڑو لوگوں کی رائے یہی ہے کہ وہ مسجدوں میں آ جا جائیں گے۔ تاہم میرے خیال میں ان مقامات، شرعی اور انسانی حیالیات کے باوجود کسی سماج میں ایسے مریضوں کے کھلی نفرت عام ہو جائے اور ان کے لئے سماج میں رہنا دوبار ہو جائے تو ان لوگوں کی رائے پر عمل کر لینے میں کوئی قہاست نہیں کہ ان کے لئے خصوصی ہاسٹل تعمیر کر دیا جائے۔

”یتخذ لھم مکان مفرد عن الاصحاء۔“^۲

”موسود غریبہ“ میں ہے:

”ذهب المالکیہ والشافعیۃ والحنابلۃ الی منع المجذوم بتاوی بہ من مخالطۃ الا صحاء والا اجتماع بالناس۔“^۳

ترجمہ: ”مالکیہ، شافعی اور حنابلہ نے ایسے کوڑھیوں کو صحت مند لوگوں کے ساتھ اجتماع اور اجتماع

۱۔ احیاء علوم الدین مع الاختلاف: ۲۷۸، ۲۷۹/۲۔ ۲۔ فتح الباری: ۱/۲۳۶۔ ۳۔ حوالہ سلی

۴۔ الموسوعة الفقہیہ: ۲۸/۱

سے منع کیا ہے جن سے ممکن محسوس کی جاتی ہو۔“

حنفی کے بارے میں ”موسم“ کے مرتبین نے لکھا ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں کوئی صراحت نہیں ملی۔ راقم کا خیال ہے کہ حنفیہ ”ضرر جانم“ کو دفع کرنے کے لئے ”ضرر خاص“ کو گوارا کرنے کے اصول پر جس طور کار بند ہیں۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یکساں دائے اختلاف کی بھی ہوگی!

قصداً مرض منتقل کرے؟

(جواب: سوال ۴)

ایضاً کا مریض اگر عموماً دوسروں کو مرض منتقل کرے تو؛ اگر یہ اس کی موت کا باعث بن جائے تو مالکیہ، حنوفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک تو ایسا شخص اذیہ اور قصاص قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ دیر غرضاتی کے حکم میں ہے اور ایسی موت موجب قصاص ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں:

”ان یسقیہ سوا الویطعمہ شیئاً قاتلاً لیموت بہ فهو عمد موجب للقتل اذا کان مقلاً یقتل غالباً۔“^۱

مکتوب محمدؒ: ”زہر پلانے یا کوئی مہلک چیز کھانے اور اس سے موت واقع ہو جائے اور اس طرح کی چیز اکثر باعث ہلاکت بن جاتی ہو تو یہ قتل عمد تصور کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے قصاص واجب ہوگا۔“
 یکساں دائے مالکیہ کی ہے اور اسی طرح کا ایک قول امام شافعی کا ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے اگر بالغ آدمی کی خیانت کی گئی، کھانے میں زہر ملا یا گھیا اور مہمان اپنی کاپٹی کی وجہ سے زہر کھا گیا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو اس پر دیت واجب ہوگی نہ کہ قصاص۔ فقہاء حنفیہ کے یہاں بعض ایسی جزئیات ملتی ہیں جن سے پتہ چلے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسم قتل کھانے سے موت واقع ہو جائے تب بھی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ لیکن ایسی جزئیات کی بابت سمجھنا چاہیے کہ فقہاء نے ان صورتوں کا حکم بیان کیا ہے جب خود میزبان کو بھی کھانے کے موسم دھمک ہونے کی اطلاع نہ ہو ورنہ بلا جو علم و اطلاع اور قصد و ارادہ کے ایسے شخص کو بری الذمہ قرار دینا نا قابل قیاس ہے۔

حنفی کے یہاں اصول یہ ہے کہ قاتل متشبہ پر دیت واجب ہوتی ہے۔ ”واما القتل بسبب..... اذا قتل فیہ آدمی الذیہ علی العاقلة۔“..... اور قتل سے کم تر نقصان ہوا ہو تب بھی اس پر ضمان

۱۔ المعنی ۲۱۲/۱۔ ۲۔ القتل علی المتعمد الاربعہ ۵۸۱، ۵۸۲۔ ۳۔ حوالہ سابق، المعنی ۲۱۵/۱

۴۔ دیکھئے السراجیہ ۳۶۔ ۵۔ فتح القدیر ۲۱۱/۱

واجب ہے کہ اس میں اس کی قعدی کو دخل ہو لہذا اگر مریض کے اس عمل کی وجہ سے دوسرے شخص کی موت واقع ہوگئی تو اس پر دیت واجب ہوگی۔ اگر موت واقع نہ ہوئی بلکہ صحت کو شدید نقصان پہنچے تو مناسب تاوان واجب ہوگا۔ اور عداوت اس کے حکومت اس کی مناسب سرزنش بھی کرے گی۔ فقہائی مراجعہ میں ہے:

”إِذَا سَقَطَ إِنْسَانًا أَشْرَابًا مَسْمُومًا لِمَعَاتٍ فَعَلِيهِ الْغَضَبُ۔“^۱

ترجمہ: ”کسی انسان کو زہرناک مشروب چا دیا اور موت واقع ہوگئی تو اس پر تعزیر واجب ہوگی۔“
اگر مرض کو منتقل کرنے کا اجراء نہیں تھا، لیکن اس اثر و نتیجہ سے واقف تھا تب بھی وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ اگر کوئی انسان کے ضرر کا باعث ہے تو اس کے اسباب و محرکات کچھ بھی ہوں۔ نقصان کی صفائی اس کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء کے یہاں اس طرح کی بے شمار نکات ہیں، بطور نمونہ ایک دو ذکر کی جاتی ہیں:

”لَوْ وَضَعَ فِي الطَّرِيقِ جَمْرًا حَتَّى يَبْهَ شَيْءٌ كَانَ ضَامِنًا“

ترجمہ: ”اگر راست میں چنگاری رکھ دی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔“

”لَوْ سَقَطَ مِنْ أَيْدِيهِمْ آجُرٌ أَوْ حِجَارَةٌ أَوْ خَشَبٌ فَأَصَابَ إِنْسَانًا فَقَتَلَهُ فَإِنَّهُ يَجِبُ

الِدِيَّةُ عَلَى عَاقِلَةٍ مِنْ سَقَطَ ذَلِكَ مِنْ يَدِهِ وَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ۔“^۲

ترجمہ: ”اگر انھوں سے پتھر، لٹ یا پتھر یا کوئی گرگی اور کسی انسان کو چاگی اور اس کی موت واقع ہو جائے تو جس کے ہاتھوں وہ چیز گر گئی ہے اس کے عاقلہ پر دیت اور خود اس پر کفارہ واجب ہوگا۔“

”وَكَذَا إِذَا صَبَّ الْمَاءُ فِي الطَّرِيقِ فَعُطِبَ بِهِ الْإِنْسَانُ أَوْ دَابَّةٌ وَكَذَا إِذَا رَشَّ الْمَاءُ أَوْ تَوَضَّأَ۔“^۳

ترجمہ: ”اسی طرح راست میں پانی بہائے اور اس سے انسان یا جانور ہلاک ہو جائے یا پانی کا چھڑکاؤ کیا ہو یا وضو کیا ہو (تو یہاں گناہ ہے)“

اور چوں کہ خون دینے والا اپنے اس فعل کے اثر اور منفی و منفیہ سے واقف تھا اس لئے گناہ بجا بھی ہوگا۔

ایڈز کی وجہ سے نسخ نکاح

(جواب: سوال ۵)

مالک، شافعی اور مالک کے نزدیک نکاح بھی ان معاملات میں ہے جو عیوب کی وجہ سے نسخ کیا جاسکتا ہے

اگر نکاح کے بعد شوہر میں ایسا عیب پیدا ہو یا نکاح کے وقت موجود تھا لیکن عورت کو مطلع نہیں کیا گیا تو اگر عطاویہ کے نزدیک عورت منع نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ جن عیوب کی وجہ سے منع نکاح کا حق دیا گیا ہے گوان کی تفصیلات کی بابت اختلاف ہے۔^۱ عام بنیادی طور پر دو دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو جنسی اعتبار سے ایک کو دوسرے کے لئے ناقابل اشتعال بنادیں۔ دوسرے وہ جو قابل نفرت ہوں اور ان کے متعدی ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے برص و جنون۔^۲

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوہر کے ہمارے یا مطلق الذکر ہونے کے سوا کوئی اور صورت نہیں جس میں عورت تفریق کا مطالبہ کر سکے۔^۳ امام محمد کے نزدیک جنون و برص کی وجہ سے بھی عورت منع نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔^۴ اور متاخرین حنفیہ نے بھی اس پر فتویٰ دیا ہے۔^۵ عام طور پر اہل علم نے امام محمد سے عورت کے حق تفریق کو جنون و برص اور ہذا ام تک محدود قرار دیا ہے لیکن بعض فقہاء نے اعتداد ہوتا ہے کہ یہ حصہ فقہیہ درست نہیں ہے علامہ کاسانی کا بیان ہے:

”خلوه من كل عيب لا يمكنها المقام معه الا بضرر كالجنون والجذام

والبوص شرط للزوم النكاح حتى يفسخ به النكاح۔“^۶

ترجمہ: ”نکاح کے لازم ہونے کے لئے ایسے عیوب سے شوہر کا خالی ہونا ضروری ہے کہ جن عیوب کے درجے ہوئے اس کے ساتھ ضرر اٹھائے بغیر عورت نہ رہ سکتی ہو، جیسے جنون، برص، کوڑھ

کدام امراض کی وجہ سے نکاح منع کیا جاسکتا ہے۔“

رہطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”وقال محمد تود المرأة اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطبق المقام

معه لانها تعدو عليها الوصول الي حقها لمعنى فيه فكان كالجب والعمى۔“^۷

ترجمہ: ”امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر شوہر میں ایسا کھلا عیب ہو کہ عورت اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو عورت نکاح رد کر سکتی ہے اس لئے کہ عورت کے لئے اس صورت میں اپنا حق وصول کرنا دشوار ہو جائے گا لہذا یہ قطع ذکر اور نامردی کا سامپ شمار ہوگا۔“

گویا امام محمد کے نزدیک ہر متعدی اور قابل نفرت مرض کی بناء پر عورت مطالبہ تفریق کر سکتی ہے۔ اور یہی

۱۔ دیکھئے الشرح الصغير: ۱۶۶/۱، ۱۶۶/۲، سنن السلام: ۱۱۲/۱، کتاب العقد علی المذاهب الاربعہ: ۱۸۶/۱۔

۲۔ حاشیہ: ۱۶۶/۲، البحر الرائق: ۱۶۶/۱، حاشیہ: ۱۶۶/۱، حاشیہ: ۱۶۶/۱، حاشیہ: ۱۶۶/۱۔

۳۔ تبیین الحقائق: ۱۶۶/۲۔

شریعت کے حرائق و مذاقی سے ہم آہنگ اور اس کے اصول و مقاصد اور قواعد کے مطابق ہے۔^۱ ان تفصیلات کی روشنی میں غور کیا جائے تو اسر طلاق کے علاوہ غنایہ کے نزدیک بھی ایڈز ان امراض میں ہے جن کی وجہ سے عورت کو قحطی تفریق حاصل ہوتا ہے کیوں کہ یہ برص و جذام سے زیادہ قاتل ظہرت بھی ہے اور متعدی بھی اور چون کہ غنسی رہا بھی اس مرض کی منتقلی کا ایک اہم سبب ہے اس لئے ایڈز کا مریض شوہر اس کی بیوی کے حق میں نامردی کے حکم میں ہے کہ وہ مرض کی منتقلی کے خوف سے اس مرد کے ذریعہ دایہ نفس کی تکمیل نہیں کر سکتی۔ لہذا عورت کو ایسے مرد کے خلاف دعوئی تفریق کا حق حاصل ہوگا۔

ایڈز کی بناء پر حمل کا اسقاط

(جواب: سوال ۶)

حمل کے دو مرحلے ہیں ۱۴۰ دنوں کے بعد جب کہ روح پیدا ہو چکی ہے اس سے پہلے جب کہ روح پیدا نہیں ہوئی ہے۔ روح پیدا ہو چکی ہے تو گوچہ کے ایڈز سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو پھر بھی اسقاط جائز نہیں۔ کہ روح روح کے بعد اسقاط حمل کے حرام ہونے پر اجماع و اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

”اسقاط الحمل حرام۔ ہا جماع المسلمین۔“^۲

ترجمہ: ”اسقاط حمل بلا جماع حرام ہے۔“

اور شیخ احمد علیش بالکی فرماتے ہیں:

”النسب فی اسقاطه بعد تلغی الروح فیہ محرم اجماعاً وهو من قتل النفس“

ترجمہ: ”روح پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل کے ذرائع اختیار کرنا بلا جماع حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔“

روح پیدا ہونے سے پہلے ہڈی کی بناء پر اسقاط کی گنجائش ہے۔ فقہاء نے ہڈی کی مثال دی ہے کہ ابھی شیر خواہ بچہ ماں کی گود میں ہو اور باپ میں اتنی استقامت نہ ہو کہ کسی اور عورت سے دودھ پلا سکے۔ تو اس کو مواد بچہ کی تغذی ضرورت کے تحت حمل ساقط کر سکتا ہے تاکہ دودھ بند نہ ہو۔ بچہ کا مورد قحطی طور پر ایڈز جیسی بیماری کے ساتھ پیدا ہونا ظاہر ہے کہ اس سے شدید تر ہڈی ہے۔ اس لئے ۱۴۰ دنوں سے کم کا حمل ساقط کر لیا جاسکتا ہے اور عورت شوہر اور لگے محبت میں ہی اس کے مجاز ہیں۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جدید لقمی مسائل، ج ۲، ص ۲۵۷ تا ۲۶۰، دہلی: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۲۔ فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳/۱۱۱، ص ۱۱۱، الطبعة الثالثة، ۱۴۱۸ھ۔ ص ۱۱۱، مجمع البحرین، ۲/۲۱۰۔

ایڈز کے مریض بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

(جواب: سوال ۷)

اگر کسی بچے میں ایڈز کے مریض بچوں کی کثرت ہو جائے تب تو مناسب ہے کہ حکومت اور رقائی ادارے ایسے معذوروں کے لئے علیحدہ درس گاہیں قائم کریں۔ ”موسودہ طیبہ“ کے مؤلفین نے جذام کے مریضوں کے بارے میں فقہاء کی رائے اس طرح نقل کی ہے:

”وَإِذَا كَثُرَ عَدَدُ الْجَدْمِيِّ فَفَالِ الْأَكْثَرُونَ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَنْفَرُوا عَنْ مَوَاضِعِ النَّاسِ وَلَا يَمْنَعُونَ عَنْ التَّصَوُّفِ فِي حَوَائِجِهِمْ۔“^۱

ترجمہ: ”اگر جذامیوں کی تعداد بڑھ جائے تو اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ ان کو لوگوں سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا جائے گا۔ البتہ ان کو ان کی ضروریات کی بابت تصرف سے منع نہیں کیا جائے گا۔“
ظاہر ہے ان کو کوئی مقامات سے الگ رکھنا اسی وجہ سے ممکن ہو سکے گا جب ان کے لئے الگ درس گاہیں ہوں۔

جہاں اس قسم کے ایک دوسریں ہوں، وہاں عمومی اسکولوں میں ان کا داخلہ کیا جائے گا، البتہ دیگر طلبہ کو اس کے مرض اور اجتماعی تدابیر سے واقف کرانا ضروری ہوگا۔ بہر حال محض اہم اور اندیشہ پائے دور دراز کی وجہ سے ان کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔

والدین کی ذمہ داری

(جواب: سوال ۸)

والدین، اہل خانہ اور ساری کی ذمہ داری ہے کہ شریعت نے بنیاد افراد کے ساتھ جس رحم و لطف سے صحبت و شفقت اور رعایت کا حکم دیا ہے۔ اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور مریض کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ وہ اپنے آپ میں جینے کا حوصلہ پاسکے۔

کیا ایڈز اور اس جیسی بیماریاں مرض موت ہیں؟

(جواب: سوال ۹)

مرض موت کی تعریف کے سلسلہ میں مختلف اقوال متفق ہیں اور ان میں خاصا فرق و تفاوت پایا جاتا ہے۔

”اذا سمعتم بالطاعون فی أرض فلا تدخلوها وان وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها۔“^۱

ترجمہ: ”جب تم کسی سرزمین میں طاعون کی اطلاع پاؤ تو داخل نہ ہو، اور اگر جہاں تم ہو وہیں طاعون پھوٹ پڑے تو اس مقام سے باہر نہ جاؤ۔“

جب اسباب کے درجہ میں ان امراض کا متعین ہونا ثابت ہے تو صحت عامہ کی حفاظت کے لئے اس قسم کی تدابیر از قبیل واجبہ ہیں۔ طاعون و جذام اور اس سلسلہ میں احتیاط و توکل کے موضوع پر امام غزالی اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسرار شریعت کے درجہ میں اس اور قرنِ طب کے خواص و دشوار کی حیثیت سے جو کلام کیا ہے۔ وہ اس باب میں مفسرِ طریق ہے۔ امام غزالی کی گفتگو کا باحاصل یہ ہے کہ طاعون زدہ شہر کے لوگوں کو باہر جانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ وہاں جو لوگ پہلے صحت مند نظر آتے ہیں، ان کا بھی طاعون سے متاثر ہونا بعید نہیں کیوں کہ ابتدائی مرحلہ میں بیماریاں کا اثر ظاہر نہیں ہو پاتا، اب یہ دوسری جگہ مدد و رفت کریں تو بیماری متعدی ہو سکتی ہے۔ ابن قیم نے باہر سے اس شہر میں داخلہ کی ممانعت پر جو تکتیس بیان فرمائی ہیں، ان میں ایک یہی ہے کہ مجاہدہ اور اعتقادِ طاعون پر یوں کو یہ ان چڑھاتی ہے، اس لئے جو لوگ باہر ہیں اور صحت مند ہیں، ان کا اپنی صحت کو باقی نظر و میں ذالنامناسب نہیں۔^۲

گو شارحین حدیث کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت واجبہ کے درجہ میں ہے یا ممانعت تحریمی ہے؟ اور یہ قول حافظ ابن حجر عسقلانی یہ ممانعت واجبہ کے درجہ میں نہیں ہے اور یہی بات اس اصول سے ہم آہنگ بھی ہے کہ جہاں ممانعت کسی شریقی قبضہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ طبی اور طبی مصلحت کے تحت ہو، جس کو اصولیین ”نبی اورشاد“ کہتے ہیں، وہاں حرمت تصور نہیں ہوتی لیکن چوں کہ یہاں اس شخص کے فعل سے عمومی صحت و بیماری متعلق ہوگئی ہے اور حکومت کو مفاد عامہ کی رعایت کرتے ہوئے بعض خصوصیات پابندیاں عائد کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ فقہاء نے بڑھتے ہوئے گروہ فردی کے رجحان کو روکنے کے لئے ”تعمیر“ (زرعِ تحمیل کرنے) کی اجازت دی ہے اس لئے یہاں بھی صحت عامہ کی حفاظت کے لئے حکومت اس طرح کی پابندیاں عائد کر سکتی ہے یہ تو اس تقدیر پر ہے کہ اس ممانعت کو حرمت کا درجہ حاصل نہ ہو، مگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر اہل علم سے اس کی حرمت نقل کی ہے۔^۳ ایسی صورت میں یہ پابندی صرف حکومت ہی کی طرف سے نہ ہوگی بلکہ شریعت کی طرف سے بھی ہوگی۔

۱۔ بخاری ۹: ۱۰۲، باب ما إذا عرف بالطاعون۔ ۲۔ احیاء علوم الدین مع الاختلاف ۴: ۱۷۱

۳۔ الطب النبوی ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵

معاہدہ کے موقع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرحد شام سے واپسی کو اسی پر محمول کیا گیا ہے۔^۱
 جہاں تک طاعون زدہ شہر میں کسی ضرورت کے تحت واپسی کی بات ہے تو یہ درج اولیٰ جائز ہوگا، اس لئے کہ اب اس کی واپسی سے دوسروں کی صحت کو خطرہ نہیں ہے بلکہ اپنے اہل و عیال کے خیال سے وہ اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال کر ایثار سے کام لے رہا ہے، خاص طور پر مٹی کو کثرتاً لعور طیف کے لوگ جو مریضوں کی مدد کے لئے شہر میں داخل ہوں۔ عقائدہ ماجور بھی ہوں گے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اس مقصد سے شہر میں آنے کو مستحب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ:

”لَا يَنْهَى عَنِ الدُّخُولِ لِأَنَّهُ لِعَرَضٍ لِعَرَضٍ مَوْهُومٍ عَلَى رَجَاءِ دَفْعِ ضَرَرٍ عَنْ كَيْفِيَّةِ الْمُسْلِمِينَ.“^۲

ترجمہ: ”طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا کہ یہ عام مسلمان جس ضرر میں مبتلا ہیں، ان کو بچانے کی امید پر اپنے لئے ایک موبہم نقصان کے خطرہ کو گوارا کرتا ہے۔“

محور سوم..... شرعی مصلحتوں کی بناء پر نجیبت

اس میں شبہ نہیں کہ شریعت میں نجیبت، عطف و رفق اور مسلمانوں کے محبوب اور کو پیوں کا اعتبار بدترین گناہ اور شدید معصیت ہے اور سزا درج پیشی اسی قدر مطلوب و پسندیدہ ہے۔ لیکن اصل میں یہ اقدام مقاصد و احکام کے تابع ہیں۔ اگر کسی درست شرعی مصلحت کے تحت نجیبت اور عقائدہ راز کی حاجت پڑ جائے تو پھر یہی عمل بھی جائز اور بھی بہ نفع و مصلحت و ادب بھی ہو جاتا ہے، اس لئے محدثین نے جہاں نجیبت کی شاعت پر عنوان پاندھا ہے ان مواقع کی بھی تذکرہ فرمائی ہے جن میں نجیبت جائز ہوتی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

”بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ اغْتِيَابِ أَهْلِ الْفَسَادِ وَالرِّبِّ.“^۳

ترجمہ: ”اہل فساد و ریب کی نجیبت جائز ہونے کا بیان۔“

اور پھر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی، تو آپ ﷺ نے ایک طرف ازراہ اخلاق و علمی ملاحظت و نرم غریبی اس کو بار بار یہی کی اجازت بھی مرحمت فرمائی اور دوسری طرف ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی ہانت یہ بھی فرمایا کہ خاندان کا بدترین شخص ہے ”ہنس اخوا العشيرة“۔ اس کے علاوہ عاریت ہے کہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا بابت شبہ نے

۱۔ فتح الباری ۱/۱۵۱۔ ۲۔ احیاء علوم الدین مع الاختلاف ۲/۲۸۱

۳۔ بخاری ۱/۱۵۱/۶، باب لم یکن النبی فاحشاً ولا متعصفاً۔ ۴۔ حوالہ سابق

آپ ﷺ سے اپنے شوہر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی جانب سے تقدس نگی برتنے کی شکایت کی، اور آپ ﷺ نے اس پر کوئی حرج نہیں فرمایا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس نے دو اشخاص سے آئے ہوئے پیام نکاح کی بابت اختلاف کیا تو آپ ﷺ نے اس کو قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا اور ان کی کمزوریوں کا ذکر فرمایا۔ حضرات صحابہ کرام سے بھی کسی مصیبت یا اصلاح کے لئے بعض لوگوں کی خاموشی اور کوتاہیوں کا ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ اس لئے فقہاء نے الزامِ ظلم، دفع ضرر اور کسی جائز شرعی مصیبت کے حصول کے لئے نجیبت کی اجازت دی ہے جس میں صرف حلقہٴ ابن جبر کی ایک مختصر ماصولی اور جامع تقریر نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

”قال العلماء: ألباح العیبة فی كل غرض صحیح شرعاً حیث یبیین طریقیاً فی الوصول الیه بها، كالتظلم والا ستعانة علی تغییر المتكر، والاستفتاء والمحاکمة والتحدیث من العشر ویدخل فیہ تجریع الرواة والشهود والاعلام من له ولاية عامة بسيرة من هوتحت یده وجواب الاستشارة فی نکاح او عقد من العقود وكذا من رأى متفقها یتردأ لی مبتدع او فاسق ویخالف علیه الاقتداء به ومن تجوز علیهم من یتجاءر بالنسب او الظلم او البدعة.“^۱

ترجمہ: ”علماء نے کہا ہے کہ ہر ایسے مقصد کے لئے نجیبت جائز ہے جو شرعاً درست ہو اور اس کے سوا اس مقصد کے حصول کا کوئی اور راستہ نہ ہو، جیسے ظلم کی مدافعت، اصلاح، منکرات میں مدد حاصل کرنا، فتویٰ دریافت کرنا، قاضی کے یہاں مقدمہ لے جانا، دوسروں کو کسی کے شر سے بچانا، اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ دایعوں اور گواہان پر جرح کی جائے، اذہم دلوں کو امن مانگوں کے حالات سے باخبر کیا جائے، نکاح یا کسی اور معاملہ سے متعلق مظلوم، خواہ کو مظلوم دیا جائے، کسی طالب علم کو بدعتی یا فاسق شخص کے پاس آدہ درفت کرتے دیکھا جائے اور اس کے اس سے متاثر ہو جائے کا اندیشہ ہو تو اس کو آگاہ کر دیا جائے، غرض جو لوگ علانیہ ظلم و فسق یا بدعت میں مبتلا ہوں، ان کی نجیبت کرنا بھی جائز ہے۔ اب نجیبت اور افتاء دراز سے متعلق اسی اصول کی روشنی میں ان سوالات کا جواب دیا جاتا ہے۔

جب ڈاکٹر کے لئے مریض کا عیب ظاہر کرنا جائز ہے

(جواب سوال ۱)

ڈاکٹر لڑکی کے لوگوں نے معالج سے اس عیب کی بابت دریافت نہیں کیا، تب بھی معالج کے لئے لڑکی مالوں

۱۔ بخاری: ۵۸/۲، دیلمی: ۵۸/۲، مسند: ۵۸/۲

۲۔ بحیثیت خلاصۃ العنای، ۱۴۲۶ھ، رد المحتار: ۵/۲۶۲، شرح مسلم للنووی: ۲۶۶/۲، مجمع البحار: ۵۶۶/۱۰

کو اس کی اطلاع کر دینا جائز ہے، کیوں کہ اس سے ایک طرف دوسروں کو محفوظ رکھیں گے اور دوسری طرف مرد بھی آئندہ زندگی کی ناخوش گواہی اور باہمی ناچاقی کی ابتداء سے محفوظ رہے گا۔ لیکن وجہ ہے کہ بعض ختمیاء نے احتراز و طلب مشورہ کی قید لگائے بغیر بھی مطلق اس مقصد کے لئے نصیحت کی اجازت دی ہے، چنانچہ درختاء میں ہے:

”فتباح غیبة مجهول ومتظاهر بفسیح والمصاهرة الخ۔“^۱

ترجمہ: ”نامعلوم اور علانیہ برائیوں میں جملہ شخص کی، نیز رشتہ کی بابت نصیحت جائز ہے۔“

یہ اگر لڑکی کے لوگوں نے اس بابت احتشاد کیا تب تو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا واجب ہوگا اور حقائق کو چھپائے تو یہ خود بھی دوسرے کا گناہ گار ہوگا کیوں کہ کسی بھی مسلمان کو صحیح مشورہ دینا واجب ہے۔ امام نووی رقم طراز ہیں:

”ويجب على المشاور ان لا يخفى حاله بل يذكر المساوي التي فيه بنبرة النصيحة۔“^۲

ترجمہ: ”مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ صورت حال کو چھپائے نہیں، بلکہ جس کے حقائق مشورہ لیا جا رہا ہو، بہ نسبت غیر خواہی ان کی برائیاں ذکر کر دے۔“

(جواب: سوال ۴)

چوں کہ اس صورت میں افتاء واز سے نہ صرف ایک مسلمان بلکہ ایک مسلمان خاندان کو شر سے بچانا ہے، اس لئے اس صورت میں بھی معالج کے لئے افتاء دلا جائز ہے۔

(جواب: سوال ۳)

اس صورت میں بھی دوسرے طریق کے دریافت کرنے پر صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا واجب، ورنہ جائز ہے۔

(جواب: سوال ۵)

فقہ کے متفق علیہ اور مسلمہ قواعد میں سے جن پر نصوص اور آیات و روایات کی قوت دہانہ نہیں ہے۔ ایک یہ ہے کہ:

”بمقتضى الضرر الخاص لدفع الضرر العام۔“^۳

۱۔ الذر المختار، ۳/۱۶۸، ۲۔ ریاض الصالحین، ۸۷، ۳۔ باب مباح من الغیبة

۴۔ الاشیاء والمظاهر لابن نجیم: ۸۷

چنانچہ معالج کی طرف سے صحیح اطلاع کو ذرا بعد پھر پائلٹ کے لئے باعث ضرر ہے۔ لیکن اس سے پہلوئی کی صورت عام لوگوں کو جو شرعیہ ضرر پہنچ سکتا ہے، وہ زیادہ قابل لحاظ ہے، لہذا ان حالات میں ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ حلقہٴ حلقہ کو اس سے باخبر کر دے۔

ناجائز بچہ کی بابت اطلاع

(جواب: سوال ۶)

صدورِ افشاء کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ ممکن حد تک سزاور پردہ داری افضل ہے صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:

”والشهادة في الحدود يخبر فيها الشاهد بين المستر والاطهار لانه بين حسيبتين اقامة الحد والتوفى عن الهتك والمستر افضل.“^۱

ترجمہ: ”صدور کی بابت شہادت کے معاملہ میں گواہ کو سزاور اعتبار کے درمیان اختیار ہوگا، اس لئے کہ وہ دو چیزوں کے درمیان ہے، صد شرعی کا قائم کرنا، مسلمان کی جنگ عزت سے بچنا، البتہ سزاور افضل ہے۔“

اور فقہاء کی یہ رائے خود آپ ﷺ کے ارشاد پر مبنی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”من ستر مسلما ستره الله في الدنيا والاخرة.“^۲
ترجمہ: ”جس نے کسی مسلمان کی برائی کا ستر کیا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا ستر کرے گا۔“

دوسری طرف حیاتِ انسانی کا تحفظ دینا، جس وجہ اہم ہے، وہ بھی محتاجِ اعتبار نہیں کہ کسی انجمن کی جان بچانے کے لئے ضرورت چلے تو قہراً کا توڑنا بھی واجب ہے..... اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ

”ينبغي للملئق اذا كان لا يريد الا نفاق من مال نفسه ان يوقع الامر الى الامام.“^۳

ترجمہ: ”جو کسی گم شدہ کو پائے تو اگر اپنے مالی سے اس کے اخراجات ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو معاملہ کو حاکم کے سپرد کر دینا چاہیے۔“

۱۔ حاشیہ مع الصحیح ۲/۲۷۷ ۲۔ دیکھئے مصابح الراشد ۱/۲۷۷ بحوالہ بخاری ومسلم

۳۔ حاشیہ ۱/۱۶۱ ۲/۲۷۷ حاشیہ ۲/۲۷۷

لیکن ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ کئی ماہ کی شائستہ اور اعلیٰ درجے کے طبی پروفیشنل کے مشورے اور اس کی جان بچانا ممکن ہو تب تو ایسا ہی کرے اور سرکاری یا کسی ایسے غیر سرکاری ادارہ کو اس سے مطلع کر دے، جو ایسے پروفیشنل کی ذمہ داری کو قبول کرتا ہو، اور اگر اس پروفیشنل کی پورش اور پچھلا اس کے طبی ممکن نہ ہو کہ اس صورت کا راز فاش کیا جائے تو پھر اس کے بارے میں اعلیٰ درجہ کا پروفیشنل کا تحفظ بہر حال زیادہ اہم ہے۔

علاج بہ ذریعہ شراب

(جواب: سوال ۷)

یہ مسئلہ حرام اشیاء سے علاج کے جواز و عدم جواز سے متعلق ہے، کو حقیقت میں کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رائے تھا، لیکن متاخرین اور فقہاء معاصرین اب اس کے جواز پر متفق ہیں، بطور نمونہ زبانی ترجمہ **فتاویٰ رضویہ** کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:

”وفی النہایہ: يجوز التداءوی بالمحرم کالخمر والبول اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فہد شفاء ولم یجد غیرہ من المباح ما یقوم مقامہ والحرمة لتوقع الضرورة فلم یکن متداویا بالمحرام.“^۱

ترجمہ: ”نہایہ میں ہے: حرام اشیاء جیسے شراب اور پو شراب سے علاج جائز ہے بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفاء کی خبر دی ہو اور اس کا کوئی جائز قہاں موجود نہ ہو، کیوں کہ ضرورت کے موقع پر حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ حرام سے علاج کا مرتکب ہی نہیں ہوتا۔“

رسول اللہ ﷺ کا اصحاب عریہ کو کونٹ کا بیٹھا پڑا ہوا علاج پہننے کی اجازت دینا^۲ اور حضرت ابو جبرہ رضی اللہ عنہ کو سونے کی ناک جوآنے کی حاجت فرماتا^۳ اس کے جائز ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے خود شراب کے ذریعہ شراب نوشی کا علاج کرنا جائز و درست ہے۔

مجرمین کی بابت اطلاع

(جواب: سوال ۸)

اگر مریض اصلاح حال پر آمادہ نہ ہو تو ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے مختلف افراد، محکمہ صحت یا حکومت کو اس کی اطلاع کر دینی چاہیے کہ گو اس سے اس شخص کی ایک ذاتی شخصیت فوت ہو رہی ہے لیکن ”دفع منہ“

۱۔ تبیین الحقائق: ۳۳۶، ۲۔ ترمذی: ۶۸۱، باب علاج، فی بول، مالو کل لحمہ، ۳۔ ابوداؤد: ۵۸۶/۶

(برائی سے بچنے) کو ”جب منفعت“ (نفع حاصل کرنے) پر ترجیح حاصل ہے۔

بے گناہ شخص کی براءت کے لئے اظہار حقیقت

(جواب: سوال ۹)

شہادت دینا فرض ہے، کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے:

”لَا تَكْفُرُوا بِالْشَّهَادَةِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهَا فَإِنَّهُ أَمَرٌ قَلْبِيہ۔“ ۱۰

ترجمہ: ”گوای کو نہ چھپایا کرو، اور جس نے گواہی چھپائی اس کا دل گناہ گار ہے۔“

یہ فرضیت دوسروں سے متعلق ہے۔ ایک اس وقت جب مدعی گواہی دینے کا مطالبہ کرے، صاحب ہدایہ

فرماتے ہیں:

”وَلَا يَسْمَعُهُمْ كَتَمَانِهَا إِذَا طَالِبَهُمُ الْمُدْعَى۔“ ۱۱

ترجمہ: ”مدعی کے مطالبہ کے بعد گواہی چھپانے کی گنجائش نہیں۔“

دوسرے گواہ سے گواہی دینے کی خواہش نہ کی جائے اور نہ فریق کو اس کا گواہ ہونا معلوم ہو، مگر وہ جانتا ہو

کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو ایک شخص حق سے محروم ہو جائے گا یا باحق مآخوذ ہو جائے گا۔ پادری کے الفاظ ہیں:

”وَيَعْلَمُ الشَّاهِدُ أَنَّهُ لَمْ يَشْهَدْ بِضَمِيمٍ حَقُّهُ فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ الشَّهَادَةُ۔“ ۱۲

ترجمہ: ”گواہ کو معلوم ہو کہ اگر اس نے گواہی نہیں دی تو اس کا حق ضائع ہو جائے گا، تو ایسی

صورت میں اس پر گواہی واجب ہے۔“

لہذا ایسی صورت میں کہ ڈاکٹر ای کی گواہی پر ایک بے قصور شخص برقی القلم ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر کے لئے راز

داری سے کام لینا جائز نہیں اور حقیقت حال کا اظہار واجب ہے۔

(جواب: سوال ۱۰)

اہل خانہ کو صحیح صورت حال سے مطلع کرنا چاہیے، تفصیل نمبر ۲ کے جواب میں گذر چکی ہے۔

هَذَا مَا عِنْدِي وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.



۱۰۔ البقرة ۲۵۲۔ ۱۱۔ عداۃ مع الفتن، ۲/۲۶۸/۲

۱۲۔ عداۃ مع الفتن، ۲/۲۶۷/۲، ترجمہ: فتح القدیر، ۲/۲۶۸/۲ کتاب الشہادات

اعضاء کی پیوند کاری

”سورہ نجم ۳ تا ۴ پر علیؑ کو بعد از نبوتؐ دہلی میں اسٹاک انٹر اکیڈمی کا پیرا میڈیکل منصفہ ہوا۔ اس سیمینار میں منیجمنٹ موضوعات پر بحث تھی۔ جن میں ایک مسئلہ اعضاء کی پیوند کاری کا بھی تھا۔ اسی موقع سے سیمینار میں حاضر پرنسپل کی گئی۔۔۔ اس سیمینار میں تو اس مسئلہ پر کوئی بات نہیں ہوئی، لیکن آنکھ سے سیمینار منصفہ صحت کار سیمینار ۱۹۹۹ء (چاندی منصفہ، دہلی) میں قریب قریب اتفاق راستے سے اس مسئلہ پر علماء نے دو فیصلہ کیا جس کا ذکر مقالہ کے آخر میں موجود ہے۔“

① انسانی جسم میں ازراہ علاج جہادیت یا انسان کے علاوہ دوسرے حیوانات کے اعضاء کی پیوندی کاری ان امور میں سے ہے جن کے حوا میں کوئی کلام نہیں، اس میں گوا اختلاف ہے کہ انسان خود اپنے جسم کے کٹے ہوئے اور پیچیدہ شدہ حصہ کی دوبارہ اپنے جسم میں پیوند کاری کر سکتا ہے یا نہیں؟ طرفین اس کو جاننا نہیں سمجھتے اس لئے کہ جسم کا جو حصہ جسم سے کٹ گیا ہے اب اس کو دفن کیا جانا واجب ہے یا اس کے دوبارہ استعمال میں اس سے انحراف پایا جاتا ہے۔

”فَالَا انفِصَالُ لِمَسْتَحَقِّ الدِّفْنِ كَمَكْلِهِ وَالْأَعَادَةُ صَرَفَ لَهُ عَنْ جِهَةِ الْأَسْتِحْلَاقِ۔“
 فتاویٰ محمدیہ: ”نہیں جب کہ کوئی جزء بدن سے جدا ہو گیا تو وہ مستحق دفن ہو گیا جیسے کل بدن اور اس جزء کو دوبارہ استعمال کرنا اس کو اس کے خلق سے روکنا ہے۔“

امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک جائز ہے کیوں کہ انسان کا خود اپنے جزء سے انقطاع اور قبیل الہیت نہیں ہے:

”وَلَا أَهَانَةُ فِي اسْتِعْمَالِ جُزْءٍ مِنْهُ۔“

فتاویٰ محمدیہ: ”اپنے جزء کے استعمال میں اس کی توہین نہیں ہے۔“

لیکن اس باب میں فتویٰ امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی ہی کی رائے پر ہے اور عام طور پر فقہاء نے اس کو جائز ہی رکھا ہے۔

تاکلیف کی دلیل

۱ اصل مسئلہ ایک انسان کے اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری کا ہے، جن حضرات نے اعضاء کی پیوند کاری کو بھی ضروریہ جائز قرار دیا ہے ان کے پیش نظر وہ فقہی قواعد ہیں جن کے مطابق "ضرورت" کی وجہ سے ناجائز چیزیں جائز قرار پاتی ہیں (الضرورات تنسیح المحظورات) یا یہ قاعدہ کہ مشقت پیدا ہو جائے تو میر و آسانی کی راہ اختیار کی جاتی ہے (المشقة تجلب التيسير) اور خود ان قواعد میں قرآن مجید کی وہ آیات پیش نظر ہیں جن میں جان بچانے کے لئے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے، یا حالت اکراہ میں نکلے کفر زبان سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

مانعین کی دلیل

۲ جن لوگوں نے اعضاء کی پیوند کاری سے منع کیا ہے گو انہوں نے اس کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں، انسان کے تلخہ و شندہ اعضاء کا ناپاک ہونا، حرام ہونا، انسان کا خود اپنے جسم کا مالک نہ ہونا اور اللہ کی طرف سے اپنے وجود کا ائین ہونا، لیکن یہ ساری باتیں وہ ہیں کہ خود فقہاء و متقدمین نے مختلف جزئیات میں انسانی ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے ان تمام امور کی اجازت کو قبول کیا ہے، ناپاک و حرام اشیاء سے علاج کی اجازت بھی دی ہے اور اپنے جسم میں ایسے تصرف کی اجازت بھی دی ہے جو کسی شخص صریح سے حواض نہ ہو۔

چنانچہ امام ابو یوسف نے ناپاک اشیاء سے علاج کی اجازت دی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ "ادخل المرارة فی اصبعہ للتداوی قال ابو حنیفۃ لا يجوز وعند ابی یوسف يجوز وعلیہ الفتویٰ" (ازراہ علاج اپنی انگلی میں پتہ داخل کرے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا جائز نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے)

یہ مشہور مسئلہ ہے کہ صائمین نے بطور علاج پیشاب کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

"وقال لا یلبس بالبول الا بل ولحم الفرس للتداوی۔"

ترجمہ: "صائمین کے نزدیک ازراہ علاج گھوڑے کے گوشت اور اونٹ کے پیشاب میں کوئی حرج

نہیں۔"

قرآنی بڑائی میں ہے:

"اکل خبثہ الحماض فی الدواء لا یس بہ۔"

تَنْزِیْحًا۔" (۱) میں کہہ رہی ہوں کہ اسے کوئی مضائقہ نہیں۔"

یہی سب سے معلوم ہوا کہ حرام اشیاء کا بھی طہا یا استعمال کرنا درست ہے، امام ابو حنیفہؒ نے گواہی اشیاء سے علاج کو منع کیا ہے مگر فحشی اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، جو بعض احادیث کی بناء پر اس کو درست قرار دیتے ہیں، چنانچہ یہی میں ہے۔

"يجوز للعليل شرب الدم والبول والكل الميتة للندوى اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاؤه فيه ولم يجد في الصباح مايقوم مقامه، وان قال الطبيب يستعجل شفاؤه فيه وجهان۔" (۲)

تَنْزِیْحًا۔" کسی مریض کو بطور علاج مراد رکھنا خون اور بیضاب کا پینا جائز ہے بشرطیکہ کوئی مسلمان طبیب اس بات کی اطلاع دے کہ اس کے لئے اس میں شفاء ہے اور جانکازوں میں کوئی ایسی چیز نہ ملے جو اس کی جگہ لے سکے، اور اگر طبیب کہے کہ اس کے ذریعہ جلد شفا ہوگی (کو دوسری صابح چیزوں سے بدتر صحت پائی حقیق ہو) تو ایسی صورت میں،" قول ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو سونے کی ناک ہانے کی اجازت دی۔ حالانکہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے۔ اسی حدیث کی بناء پر فقہاء نے دانت و خیرہ میں سونے کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

اصل مسئلہ جو ہمیں کے پیش نظر ہے، وہ انسانی حرمت و کرامت کا تحفظ ہے، اکثر فقہاء نے انسانی اجزاء سے اشخاص کو اس لئے منع کیا ہے کہ انسان متاع فریہ و ملوحت بن جائے یا اس کی شان محرم کے خلاف ہے، کتب فقہ میں کثرت سے ایسی عبارتیں موجود ہیں، چند بطور نمونہ نقل کی جاتی ہیں:

"وشعر الانسان والانتفاع به ای لیس يجوز بيعه والانتفاع به لان الأدمی مکرم۔

عبر مبتذل فلا يجوز ان يكون شیء من اجزائه مباحا مباحثلا۔" (۳)

تَنْزِیْحًا۔" یعنی انسان کے ہال سے نہ اشخاص جائز ہے نہ اس کی بیع جائز ہے اس لئے کہ آدمی قابل محرم ہے نہ کہ قابل صرف کوئی چیز، پس جائز نہیں ہے کہ اس کے اجزاء میں سے کسی بھی جزء کو ذلیل کیا جائے اور استعمال کیا جائے۔"

"ان شعر الأدمی لا ینتفع به الاکراما للانسان قبل: الانتفاع باجزاء الأدمی لیس

يجز للجناسه و قبل للکرامة وهو الصحيح۔" (۴)

تقریباً کہ: ”بے شک آدمی کے ہاں اس کی کرامت کی وجہ سے قابل اعتناء نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آدمی کے اجزاء سے القاع اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی کرامت کی وجہ سے جائز نہیں، اور کیا صحیح ہے۔“

اور چوں کہ حرمت و کرامت میں زندقہ و مردہ و ذلول مساوی ہیں اس لئے نہ زندقہ انسان کے اعضا، اس مقصد کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں نہ مردہ کے، اس سلسلہ میں سب سے واضح روایت وہ حدیث ہے کہ ”مردہ کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی میں اس شخص کی ہڈی کو توڑنا۔“ عظم الحیث کھنکسر عظم الحی۔“ ۱

کیا پیوند کاری میں انسانی اہانت ہے؟

۱۲ اس مسئلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں:

اول یہ کہ کیا موجودہ زمانہ میں پیوند کاری کا طریقہ ”اہانت انسان“ میں داخل ہے؟ دوم یہ کہ انسانی جان و مال کے تحفظ کے لئے اہانت مجرم کو گوارہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۱۳ پیوند کاری کے اہانت انسان ہونے کے سلسلہ میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ شارع نے انسان کو مکرم و محترم تو ضرور قرار دیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس کی توہین کو جائز نہیں رکھتا لیکن کتاب و سنت نے مکرم و اہانت کے سلسلہ میں کوئی بے شک حد و مقرر نہیں کی ہیں اور اہل علم کی نظر سے یہ امر غفلت نہیں کہ انھوں نے جن امور کو مجرم رکھا ہو اور قطعی فیصلہ نہ کیا ہو انسانی عرف و عادت ہی سے اس کی توجیح ہوتی ہے اور اکثر وہ ذرا عین نے مختلف فقہاء کے نقطہ نظر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

”قال الفقهاء، ايضاً كل ماورد به الشروع مطلقاً ولا ضابط له فيه ولا هي اللغة

برجع فيه الى العرف كالحديث في السؤلة.“ ۲

تقریباً کہ: ”فقہاء نے کہا کہ جو چیز شریعت میں مطلقاً وارد ہوئی ہے اور اس کے لئے شریعت میں کوئی ضابطہ ہے نہ لغت میں، تو اس میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسے سرقہ میں حفاظت کا مصداق۔“

۱۴ پھر اس امر میں بھی کوئی شریعت نہیں کہ عرف و عادت کی بعض صورتیں زمانہ و علاقہ کی تبدیلی سے بدلتی رہتی ہیں اور ایک ہی معاملہ میں علاقہ و وقت کی تبدیلی کی وجہ سے دو مختلف حکم لگائے جاتے ہیں، کبھی ایک حکم کو بہتر اور

درست سمجھا جاتا ہے اور کبھی اسی کو بیچ دیا درست نام اور اسحاق شاطبی فرماتے ہیں:

”والمتبدلۃ منها ما یكون متبدلاً فی العادة من حسن الی بیع وبالعکس مثل
كشف الرأس فإنه یختلف بحسب البقاع فی الواقع فهو لذی العروات بیع
فی البلاد المشرقیة و غیر بیع فی البلاد المغربیة فالحكم الشرعی یختلف
 باختلاف ذلك لیكون عند أهل المشرق قاذحاً فی العدالة وعند أهل
المغرب غیر قاذح.“^۱

ترجمہ: ”بعض چیزیں حسن سے بیچ کی طرف متبدل ہوتی ہیں اور بعض اس کے برعکس، جیسے سر کا
کھولنا مشرقی ممالک میں بیچ ہے مگر مغربی ممالک میں بیچ نہیں ہے، اختلاف کی وجہ سے علم شرقی
مختلف ہو جائے گا۔ چنانچہ اہل مشرق کے نزدیک سر کا کھولنا عدالت کے لئے نقصان دہ ہوگا اور اہل
مغرب کے نزدیک نقصان دہ نہیں ہوگا۔“

ہاں جب اہانت و اکرام کے متعلق شریعت نے متعین اصول وضع نہیں کئے ہیں تو ضرور ہے کہ ہر زمانہ کے
عرف و عادت ہی کی روشنی میں کسی بات کے باعث توہین ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔ میں ممکن ہے کہ
ایک ہی چیز کسی زمانہ میں توہین شمار ہوتی ہو، بعد کے زمانہ میں اس کا شمار توہین میں نہ ہو۔ فقہاء نے اجزاء انسانی
سے اطلاق کو بے شک منع کیا ہے، لیکن یہ ممانعت اس لئے تھی کہ اس زمانہ میں انسانی اعضاء سے اطلاق کو اس کی
توہین نہیں سمجھا جاتا اگر کوئی شخص اپنا عضو کسی اور کو دے دے تو وہ خود اپنی اہانت کا احساس کرتا ہے اور نہ لوگ
ایسا محسوس کرتے ہیں، بلکہ اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی لئے بڑے بڑے فاضلین اور علماء اپنے
اعضاء کے سلسلہ میں اس قسم کی وصیت کر جاتے ہیں اور یہ چیز ان کے لئے نیک نامی کا باعث ہوتی ہے اور
انسانیت کو لازمی کی دلیل بھی جاتی ہے۔

پھر یہ بات کہ ایک انسان کے جسم کا خون دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے، اب اس پر
قریب قریب اتفاق ہو چکا ہے حالانکہ کہ جزء انسانی سے اطلاق کو مطلقاً توہین انسانی باور کیا جائے تو اسے بھی
ناپاک نہ ہونا چاہیے کہ جزء انسانی ہونے میں دونوں کی حیثیت یکساں ہے، اس میں شبہ نہیں کہ بعض بزرگوں نے
خون اور کسی عضو سے اطلاق میں فرق کیا ہے اور خون کو دودھ پر قیاس کیا ہے مگر یہ استدلال کل نظر ہے کیوں کہ
دودھ انسانی جسم میں دکھائی اس لئے کیا ہے کہ وہ جسم سے خارج ہو اور اس کا استعمال ہو، بخلاف خون کے کہ اس
کو جسم میں باقی رکھنے پر ہی حیات انسانی موقوف ہے، اس لئے خون دودھ کی نہیں بلکہ دوسری خصوصیات اور سیال

اجزاء انسانی کی تکمیل ہے۔

مفتی کاٹھیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ہے کہ اعضا کی چونکہ کاری کو درست نہیں سمجھتے تاہم وہ بھی مطلقاً اجزاء سے الخارج کو حرام نہیں کہتے اور اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی اجزاء انسانی کا استعمال ایسا بھی ہو سکتا ہے جو مستحکم اہانت نہ ہو، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ”یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے اس لئے وارد نہ ہونا چاہیے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستحکم اہانت ہو وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو یہ ضرورت وہ استعمال ناجائز نہیں“ اس چوں کہ موجود زمانہ میں اجزاء انسانی سے الخارج کے ایسے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جو مستحکم اہانت نہیں ہیں اور نہ عرف میں ان کو اہانت سمجھا جاتا ہے، اس لئے اصولی طور پر ان کو درست اور جائز ہونا چاہیے۔

تحفظ انسانی کے لئے اہانت محترم

دوسرے فقہی نگار کو سامنے رکھتے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جان کے تحفظ اور بقا کے لئے قابل احترام چیزوں کی اہانت بھی قبول کی جا سکتی ہے قرآن مجید کی حرمت انسانی اعضا کی حرمت سے زیادہ صراحت کے ساتھ حدیث سے ثابت، یہاں تک کہ بے ضرورت آن مجید کو چھوٹا اور حالت جنابت میں پڑھنا بھی جائز نہیں، لیکن فقہاء نے ازاد علاج خون اور پیشاب سے بھی آیات قرآنی کو ٹھیکنے کی اجازت دی ہے:

”والذی رعلف فلا یوفاء دمه قاراً دان یکتب بدمه علی جہتہ شبناً من اللغو ان

قال ابو بکر یجوز، وقیل لہ لو کتب لہ بالبول قال لو کان بہ شفاء لایاس بہ

فیل لو کتب علی جلد مینۃ قال ان کان منہ شفاء جاز۔“

ترجمہ: ”جس شخص کو تکبیر ہو اور خون بہہ نہ ہو تاہم وہ اگر اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کا کوئی

حصہ لکھتا چاہے تو ادا کر کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ ان سے سوال کیا گیا اگر پیشاب سے لکھے تو کہا: اگر

اس سے شفاء ہوتی ہو تو کوئی حرج نہیں، ان سے سوال کیا گیا: اگر مردہ کے چمڑے پر لکھے تو کہا: اگر

شفاء ہوتی ہو تو جائز ہے۔“

علامہ سرحدی نے ایک خاص بڑے پر بحث کرتے ہوئے جس اصول سے استدلال کیا ہے وہ یہی ہے کہ

ایک انسان کی بقا کے لئے دوسرے کی تکمیل کے پیش کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے فرماتے ہیں:

”لو ان حاملہ ماتت ولہی بطنہا ولد یضطرب فلن کان غالب الظن انه ولد حی

امید ہے تو کھائے۔ ”الصحيح عبدی ان لا یأکل الا دمی الا اذا تحلیق ان ذلک بتجیہ
و یحبیہ۔“^۱

اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص مضطرب ہو جائے جس کا ٹون کسی جرم کی وجہ سے جائز ہے تو اس کو قتل کر کے اس
کا گوشت کھا کر اپنی زندگی کا تحفظ بھی جائز ہے۔ اور باقیوں نے تو یہاں تک نقل کر دیا ہے کہ امام شافعی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جان بچانے کے لئے انبیاء کرام کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے ”اباح الشافعی
اکل لحوم الانبیاء“۔ معظوم ہوتا ہے کہ چوں کہ اس پر اہل علم نے گشت کی اس لئے بعد کو فقہاء شوافع
نے انبیاء کی میت کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دے دیا، انہی حکم لکھتے ہیں:

”قالوا یخرج مالو کان الميت نبیا فانه لا یحل اكله للمضطرب لا له حرمة اعظم
فی نظر الشرع من مہجة المضطرب۔“^۲

ترجمہ: ”انہوں نے کہا کہ اس سے نبی کی نفس مستثنیٰ ہے، اس کا کھانا مضطرب کے لئے جائز نہیں ہے،
اس کی وجہ یہ ہے کہ شارب کے نزدیک انبیاء کی نفس کی حرمت مضطرب کی بھوک سے بڑھی ہوئی ہے۔“

بعض فقہی جزئیات سے شبہ

۹ زندہ انسانوں کے عضو کی منتقلی میں اہمیت یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء نے مکروہ (مجبور) کے لئے اس کو جائز
قرار نہیں دیا ہے کہ وہ کسی شخص کی اجازت سے بھی اس کے جسم سے کچھ حصہ کاٹ کھائے، علامہ کا سبانی لکھتے
ہیں:

لما الفرع الذی لا یباح ولا یوخص بالا کراه اصلا فهو قتل المسلم لغیر حق
سواء کان الا کراه نالسا او ناما و کذا قطع عضومن اعضائه ولو اذن له المکره
علیه لقال للمکره الفعل لا یباح له ان یفعل۔^۳

ترجمہ: ”بہر حال وہ صورت (فرع) جو مباح نہیں ہے اور نہ اکراہ کی وجہ سے اس میں کسی بھی
طرح رخصت دی جاتی ہے تو وہ نا حق کسی مسلمان کو قتل کرنا ہے چاہے اکراہ ناقص ہو یا جام، اور ایسے
ی انسان کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹنا اگرچہ مکروہ علیہ است اجازت دیتے ہوئے کہہ دے کہ
کاٹ لو، تو بھی کاٹنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔“

۱۔ حوالہ سابق، ۲۔ دیکھئے المعنی، ۳۴۵: ۹، لفظی، ۲۹۸: ۲۰، ۳۰۰: ۲۱، طبع مکتبۃ القریاض الحدیثہ،

الریاض، ۳۰۰: ۲۱، ۳۰۱: ۲۲، ۳۰۲: ۲۳، ۳۰۳: ۲۴، ۳۰۴: ۲۵، ۳۰۵: ۲۶، ۳۰۶: ۲۷، ۳۰۷: ۲۸، ۳۰۸: ۲۹، ۳۰۹: ۳۰، ۳۱۰: ۳۱، ۳۱۱: ۳۲، ۳۱۲: ۳۳، ۳۱۳: ۳۴، ۳۱۴: ۳۵، ۳۱۵: ۳۶، ۳۱۶: ۳۷، ۳۱۷: ۳۸، ۳۱۸: ۳۹، ۳۱۹: ۴۰، ۳۲۰: ۴۱، ۳۲۱: ۴۲، ۳۲۲: ۴۳، ۳۲۳: ۴۴، ۳۲۴: ۴۵، ۳۲۵: ۴۶، ۳۲۶: ۴۷، ۳۲۷: ۴۸، ۳۲۸: ۴۹، ۳۲۹: ۵۰، ۳۳۰: ۵۱، ۳۳۱: ۵۲، ۳۳۲: ۵۳، ۳۳۳: ۵۴، ۳۳۴: ۵۵، ۳۳۵: ۵۶، ۳۳۶: ۵۷، ۳۳۷: ۵۸، ۳۳۸: ۵۹، ۳۳۹: ۶۰، ۳۴۰: ۶۱، ۳۴۱: ۶۲، ۳۴۲: ۶۳، ۳۴۳: ۶۴، ۳۴۴: ۶۵، ۳۴۵: ۶۶، ۳۴۶: ۶۷، ۳۴۷: ۶۸، ۳۴۸: ۶۹، ۳۴۹: ۷۰، ۳۵۰: ۷۱، ۳۵۱: ۷۲، ۳۵۲: ۷۳، ۳۵۳: ۷۴، ۳۵۴: ۷۵، ۳۵۵: ۷۶، ۳۵۶: ۷۷، ۳۵۷: ۷۸، ۳۵۸: ۷۹، ۳۵۹: ۸۰، ۳۶۰: ۸۱، ۳۶۱: ۸۲، ۳۶۲: ۸۳، ۳۶۳: ۸۴، ۳۶۴: ۸۵، ۳۶۵: ۸۶، ۳۶۶: ۸۷، ۳۶۷: ۸۸، ۳۶۸: ۸۹، ۳۶۹: ۹۰، ۳۷۰: ۹۱، ۳۷۱: ۹۲، ۳۷۲: ۹۳، ۳۷۳: ۹۴، ۳۷۴: ۹۵، ۳۷۵: ۹۶، ۳۷۶: ۹۷، ۳۷۷: ۹۸، ۳۷۸: ۹۹، ۳۷۹: ۱۰۰، ۳۸۰: ۱۰۱، ۳۸۱: ۱۰۲، ۳۸۲: ۱۰۳، ۳۸۳: ۱۰۴، ۳۸۴: ۱۰۵، ۳۸۵: ۱۰۶، ۳۸۶: ۱۰۷، ۳۸۷: ۱۰۸، ۳۸۸: ۱۰۹، ۳۸۹: ۱۱۰، ۳۹۰: ۱۱۱، ۳۹۱: ۱۱۲، ۳۹۲: ۱۱۳، ۳۹۳: ۱۱۴، ۳۹۴: ۱۱۵، ۳۹۵: ۱۱۶، ۳۹۶: ۱۱۷، ۳۹۷: ۱۱۸، ۳۹۸: ۱۱۹، ۳۹۹: ۱۲۰، ۴۰۰: ۱۲۱، ۴۰۱: ۱۲۲، ۴۰۲: ۱۲۳، ۴۰۳: ۱۲۴، ۴۰۴: ۱۲۵، ۴۰۵: ۱۲۶، ۴۰۶: ۱۲۷، ۴۰۷: ۱۲۸، ۴۰۸: ۱۲۹، ۴۰۹: ۱۳۰، ۴۱۰: ۱۳۱، ۴۱۱: ۱۳۲، ۴۱۲: ۱۳۳، ۴۱۳: ۱۳۴، ۴۱۴: ۱۳۵، ۴۱۵: ۱۳۶، ۴۱۶: ۱۳۷، ۴۱۷: ۱۳۸، ۴۱۸: ۱۳۹، ۴۱۹: ۱۴۰، ۴۲۰: ۱۴۱، ۴۲۱: ۱۴۲، ۴۲۲: ۱۴۳، ۴۲۳: ۱۴۴، ۴۲۴: ۱۴۵، ۴۲۵: ۱۴۶، ۴۲۶: ۱۴۷، ۴۲۷: ۱۴۸، ۴۲۸: ۱۴۹، ۴۲۹: ۱۵۰، ۴۳۰: ۱۵۱، ۴۳۱: ۱۵۲، ۴۳۲: ۱۵۳، ۴۳۳: ۱۵۴، ۴۳۴: ۱۵۵، ۴۳۵: ۱۵۶، ۴۳۶: ۱۵۷، ۴۳۷: ۱۵۸، ۴۳۸: ۱۵۹، ۴۳۹: ۱۶۰، ۴۴۰: ۱۶۱، ۴۴۱: ۱۶۲، ۴۴۲: ۱۶۳، ۴۴۳: ۱۶۴، ۴۴۴: ۱۶۵، ۴۴۵: ۱۶۶، ۴۴۶: ۱۶۷، ۴۴۷: ۱۶۸، ۴۴۸: ۱۶۹، ۴۴۹: ۱۷۰، ۴۵۰: ۱۷۱، ۴۵۱: ۱۷۲، ۴۵۲: ۱۷۳، ۴۵۳: ۱۷۴، ۴۵۴: ۱۷۵، ۴۵۵: ۱۷۶، ۴۵۶: ۱۷۷، ۴۵۷: ۱۷۸، ۴۵۸: ۱۷۹، ۴۵۹: ۱۸۰، ۴۶۰: ۱۸۱، ۴۶۱: ۱۸۲، ۴۶۲: ۱۸۳، ۴۶۳: ۱۸۴، ۴۶۴: ۱۸۵، ۴۶۵: ۱۸۶، ۴۶۶: ۱۸۷، ۴۶۷: ۱۸۸، ۴۶۸: ۱۸۹، ۴۶۹: ۱۹۰، ۴۷۰: ۱۹۱، ۴۷۱: ۱۹۲، ۴۷۲: ۱۹۳، ۴۷۳: ۱۹۴، ۴۷۴: ۱۹۵، ۴۷۵: ۱۹۶، ۴۷۶: ۱۹۷، ۴۷۷: ۱۹۸، ۴۷۸: ۱۹۹، ۴۷۹: ۲۰۰، ۴۸۰: ۲۰۱، ۴۸۱: ۲۰۲، ۴۸۲: ۲۰۳، ۴۸۳: ۲۰۴، ۴۸۴: ۲۰۵، ۴۸۵: ۲۰۶، ۴۸۶: ۲۰۷، ۴۸۷: ۲۰۸، ۴۸۸: ۲۰۹، ۴۸۹: ۲۱۰، ۴۹۰: ۲۱۱، ۴۹۱: ۲۱۲، ۴۹۲: ۲۱۳، ۴۹۳: ۲۱۴، ۴۹۴: ۲۱۵، ۴۹۵: ۲۱۶، ۴۹۶: ۲۱۷، ۴۹۷: ۲۱۸، ۴۹۸: ۲۱۹، ۴۹۹: ۲۲۰، ۵۰۰: ۲۲۱، ۵۰۱: ۲۲۲، ۵۰۲: ۲۲۳، ۵۰۳: ۲۲۴، ۵۰۴: ۲۲۵، ۵۰۵: ۲۲۶، ۵۰۶: ۲۲۷، ۵۰۷: ۲۲۸، ۵۰۸: ۲۲۹، ۵۰۹: ۲۳۰، ۵۱۰: ۲۳۱، ۵۱۱: ۲۳۲، ۵۱۲: ۲۳۳، ۵۱۳: ۲۳۴، ۵۱۴: ۲۳۵، ۵۱۵: ۲۳۶، ۵۱۶: ۲۳۷، ۵۱۷: ۲۳۸، ۵۱۸: ۲۳۹، ۵۱۹: ۲۴۰، ۵۲۰: ۲۴۱، ۵۲۱: ۲۴۲، ۵۲۲: ۲۴۳، ۵۲۳: ۲۴۴، ۵۲۴: ۲۴۵، ۵۲۵: ۲۴۶، ۵۲۶: ۲۴۷، ۵۲۷: ۲۴۸، ۵۲۸: ۲۴۹، ۵۲۹: ۲۵۰، ۵۳۰: ۲۵۱، ۵۳۱: ۲۵۲، ۵۳۲: ۲۵۳، ۵۳۳: ۲۵۴، ۵۳۴: ۲۵۵، ۵۳۵: ۲۵۶، ۵۳۶: ۲۵۷، ۵۳۷: ۲۵۸، ۵۳۸: ۲۵۹، ۵۳۹: ۲۶۰، ۵۴۰: ۲۶۱، ۵۴۱: ۲۶۲، ۵۴۲: ۲۶۳، ۵۴۳: ۲۶۴، ۵۴۴: ۲۶۵، ۵۴۵: ۲۶۶، ۵۴۶: ۲۶۷، ۵۴۷: ۲۶۸، ۵۴۸: ۲۶۹، ۵۴۹: ۲۷۰، ۵۵۰: ۲۷۱، ۵۵۱: ۲۷۲، ۵۵۲: ۲۷۳، ۵۵۳: ۲۷۴، ۵۵۴: ۲۷۵، ۵۵۵: ۲۷۶، ۵۵۶: ۲۷۷، ۵۵۷: ۲۷۸، ۵۵۸: ۲۷۹، ۵۵۹: ۲۸۰، ۵۶۰: ۲۸۱، ۵۶۱: ۲۸۲، ۵۶۲: ۲۸۳، ۵۶۳: ۲۸۴، ۵۶۴: ۲۸۵، ۵۶۵: ۲۸۶، ۵۶۶: ۲۸۷، ۵۶۷: ۲۸۸، ۵۶۸: ۲۸۹، ۵۶۹: ۲۹۰، ۵۷۰: ۲۹۱، ۵۷۱: ۲۹۲، ۵۷۲: ۲۹۳، ۵۷۳: ۲۹۴، ۵۷۴: ۲۹۵، ۵۷۵: ۲۹۶، ۵۷۶: ۲۹۷، ۵۷۷: ۲۹۸، ۵۷۸: ۲۹۹، ۵۷۹: ۳۰۰، ۵۸۰: ۳۰۱، ۵۸۱: ۳۰۲، ۵۸۲: ۳۰۳، ۵۸۳: ۳۰۴، ۵۸۴: ۳۰۵، ۵۸۵: ۳۰۶، ۵۸۶: ۳۰۷، ۵۸۷: ۳۰۸، ۵۸۸: ۳۰۹، ۵۸۹: ۳۱۰، ۵۹۰: ۳۱۱، ۵۹۱: ۳۱۲، ۵۹۲: ۳۱۳، ۵۹۳: ۳۱۴، ۵۹۴: ۳۱۵، ۵۹۵: ۳۱۶، ۵۹۶: ۳۱۷، ۵۹۷: ۳۱۸، ۵۹۸: ۳۱۹، ۵۹۹: ۳۲۰، ۶۰۰: ۳۲۱، ۶۰۱: ۳۲۲، ۶۰۲: ۳۲۳، ۶۰۳: ۳۲۴، ۶۰۴: ۳۲۵، ۶۰۵: ۳۲۶، ۶۰۶: ۳۲۷، ۶۰۷: ۳۲۸، ۶۰۸: ۳۲۹، ۶۰۹: ۳۳۰، ۶۱۰: ۳۳۱، ۶۱۱: ۳۳۲، ۶۱۲: ۳۳۳، ۶۱۳: ۳۳۴، ۶۱۴: ۳۳۵، ۶۱۵: ۳۳۶، ۶۱۶: ۳۳۷، ۶۱۷: ۳۳۸، ۶۱۸: ۳۳۹، ۶۱۹: ۳۴۰، ۶۲۰: ۳۴۱، ۶۲۱: ۳۴۲، ۶۲۲: ۳۴۳، ۶۲۳: ۳۴۴، ۶۲۴: ۳۴۵، ۶۲۵: ۳۴۶، ۶۲۶: ۳۴۷، ۶۲۷: ۳۴۸، ۶۲۸: ۳۴۹، ۶۲۹: ۳۵۰، ۶۳۰: ۳۵۱، ۶۳۱: ۳۵۲، ۶۳۲: ۳۵۳، ۶۳۳: ۳۵۴، ۶۳۴: ۳۵۵، ۶۳۵: ۳۵۶، ۶۳۶: ۳۵۷، ۶۳۷: ۳۵۸، ۶۳۸: ۳۵۹، ۶۳۹: ۳۶۰، ۶۴۰: ۳۶۱، ۶۴۱: ۳۶۲، ۶۴۲: ۳۶۳، ۶۴۳: ۳۶۴، ۶۴۴: ۳۶۵، ۶۴۵: ۳۶۶، ۶۴۶: ۳۶۷، ۶۴۷: ۳۶۸، ۶۴۸: ۳۶۹، ۶۴۹: ۳۷۰، ۶۵۰: ۳۷۱، ۶۵۱: ۳۷۲، ۶۵۲: ۳۷۳، ۶۵۳: ۳۷۴، ۶۵۴: ۳۷۵، ۶۵۵: ۳۷۶، ۶۵۶: ۳۷۷، ۶۵۷: ۳۷۸، ۶۵۸: ۳۷۹، ۶۵۹: ۳۸۰، ۶۶۰: ۳۸۱، ۶۶۱: ۳۸۲، ۶۶۲: ۳۸۳، ۶۶۳: ۳۸۴، ۶۶۴: ۳۸۵، ۶۶۵: ۳۸۶، ۶۶۶: ۳۸۷، ۶۶۷: ۳۸۸، ۶۶۸: ۳۸۹، ۶۶۹: ۳۹۰، ۶۷۰: ۳۹۱، ۶۷۱: ۳۹۲، ۶۷۲: ۳۹۳، ۶۷۳: ۳۹۴، ۶۷۴: ۳۹۵، ۶۷۵: ۳۹۶، ۶۷۶: ۳۹۷، ۶۷۷: ۳۹۸، ۶۷۸: ۳۹۹، ۶۷۹: ۴۰۰، ۶۸۰: ۴۰۱، ۶۸۱: ۴۰۲، ۶۸۲: ۴۰۳، ۶۸۳: ۴۰۴، ۶۸۴: ۴۰۵، ۶۸۵: ۴۰۶، ۶۸۶: ۴۰۷، ۶۸۷: ۴۰۸، ۶۸۸: ۴۰۹، ۶۸۹: ۴۱۰، ۶۹۰: ۴۱۱، ۶۹۱: ۴۱۲، ۶۹۲: ۴۱۳، ۶۹۳: ۴۱۴، ۶۹۴: ۴۱۵، ۶۹۵: ۴۱۶، ۶۹۶: ۴۱۷، ۶۹۷: ۴۱۸، ۶۹۸: ۴۱۹، ۶۹۹: ۴۲۰، ۷۰۰: ۴۲۱، ۷۰۱: ۴۲۲، ۷۰۲: ۴۲۳، ۷۰۳: ۴۲۴، ۷۰۴: ۴۲۵، ۷۰۵: ۴۲۶، ۷۰۶: ۴۲۷، ۷۰۷: ۴۲۸، ۷۰۸: ۴۲۹، ۷۰۹: ۴۳۰، ۷۱۰: ۴۳۱، ۷۱۱: ۴۳۲، ۷۱۲: ۴۳۳، ۷۱۳: ۴۳۴، ۷۱۴: ۴۳۵، ۷۱۵: ۴۳۶، ۷۱۶: ۴۳۷، ۷۱۷: ۴۳۸، ۷۱۸: ۴۳۹، ۷۱۹: ۴۴۰، ۷۲۰: ۴۴۱، ۷۲۱: ۴۴۲، ۷۲۲: ۴۴۳، ۷۲۳: ۴۴۴، ۷۲۴: ۴۴۵، ۷۲۵: ۴۴۶، ۷۲۶: ۴۴۷، ۷۲۷: ۴۴۸، ۷۲۸: ۴۴۹، ۷۲۹: ۴۵۰، ۷۳۰: ۴۵۱، ۷۳۱: ۴۵۲، ۷۳۲: ۴۵۳، ۷۳۳: ۴۵۴، ۷۳۴: ۴۵۵، ۷۳۵: ۴۵۶، ۷۳۶: ۴۵۷، ۷۳۷: ۴۵۸، ۷۳۸: ۴۵۹، ۷۳۹: ۴۶۰، ۷۴۰: ۴۶۱، ۷۴۱: ۴۶۲، ۷۴۲: ۴۶۳، ۷۴۳: ۴۶۴، ۷۴۴: ۴۶۵، ۷۴۵: ۴۶۶، ۷۴۶: ۴۶۷، ۷۴۷: ۴۶۸، ۷۴۸: ۴۶۹، ۷۴۹: ۴۷۰، ۷۵۰: ۴۷۱، ۷۵۱: ۴۷۲، ۷۵۲: ۴۷۳، ۷۵۳: ۴۷۴، ۷۵۴: ۴۷۵، ۷۵۵: ۴۷۶، ۷۵۶: ۴۷۷، ۷۵۷: ۴۷۸، ۷۵۸: ۴۷۹، ۷۵۹: ۴۸۰، ۷۶۰: ۴۸۱، ۷۶۱: ۴۸۲، ۷۶۲: ۴۸۳، ۷۶۳: ۴۸۴، ۷۶۴: ۴۸۵، ۷۶۵: ۴۸۶، ۷۶۶: ۴۸۷، ۷۶۷: ۴۸۸، ۷۶۸: ۴۸۹، ۷۶۹: ۴۹۰، ۷۷۰: ۴۹۱، ۷۷۱: ۴۹۲، ۷۷۲: ۴۹۳، ۷۷۳: ۴۹۴، ۷۷۴: ۴۹۵، ۷۷۵: ۴۹۶، ۷۷۶: ۴۹۷، ۷۷۷: ۴۹۸، ۷۷۸: ۴۹۹، ۷۷۹: ۵۰۰، ۷۸۰: ۵۰۱، ۷۸۱: ۵۰۲، ۷۸۲: ۵۰۳، ۷۸۳: ۵۰۴، ۷۸۴: ۵۰۵، ۷۸۵: ۵۰۶، ۷۸۶: ۵۰۷، ۷۸۷: ۵۰۸، ۷۸۸: ۵۰۹، ۷۸۹: ۵۱۰، ۷۹۰: ۵۱۱، ۷۹۱: ۵۱۲، ۷۹۲: ۵۱۳، ۷۹۳: ۵۱۴، ۷۹۴: ۵۱۵، ۷۹۵: ۵۱۶، ۷۹۶: ۵۱۷، ۷۹۷: ۵۱۸، ۷۹۸: ۵۱۹، ۷۹۹: ۵۲۰، ۸۰۰: ۵۲۱، ۸۰۱: ۵۲۲، ۸۰۲: ۵۲۳، ۸۰۳: ۵۲۴، ۸۰۴: ۵۲۵، ۸۰۵: ۵۲۶، ۸۰۶: ۵۲۷، ۸۰۷: ۵۲۸، ۸۰۸: ۵۲۹، ۸۰۹: ۵۳۰، ۸۱۰: ۵۳۱، ۸۱۱: ۵۳۲، ۸۱۲: ۵۳۳، ۸۱۳: ۵۳۴، ۸۱۴: ۵۳۵، ۸۱۵: ۵۳۶، ۸۱۶: ۵۳۷، ۸۱۷: ۵۳۸، ۸۱۸: ۵۳۹، ۸۱۹: ۵۴۰، ۸۲۰: ۵۴۱، ۸۲۱: ۵۴۲، ۸۲۲: ۵۴۳، ۸۲۳: ۵۴۴، ۸۲۴: ۵۴۵، ۸۲۵: ۵۴۶، ۸۲۶: ۵۴۷، ۸۲۷: ۵۴۸، ۸۲۸: ۵۴۹، ۸۲۹: ۵۵۰، ۸۳۰: ۵۵۱، ۸۳۱: ۵۵۲، ۸۳۲: ۵۵۳، ۸۳۳: ۵۵۴، ۸۳۴: ۵۵۵، ۸۳۵: ۵۵۶، ۸۳۶: ۵۵۷، ۸۳۷: ۵۵۸، ۸۳۸: ۵۵۹، ۸۳۹: ۵۶۰، ۸۴۰: ۵۶۱، ۸۴۱: ۵۶۲، ۸۴۲: ۵۶۳، ۸۴۳: ۵۶۴، ۸۴۴: ۵۶۵، ۸۴۵: ۵۶۶، ۸۴۶: ۵۶۷، ۸۴۷: ۵۶۸، ۸۴۸: ۵۶۹، ۸۴۹: ۵۷۰، ۸۵۰: ۵۷۱، ۸۵۱: ۵۷۲، ۸۵۲: ۵۷۳، ۸۵۳: ۵۷۴، ۸۵۴: ۵۷۵، ۸۵۵: ۵۷۶، ۸۵۶: ۵۷۷، ۸۵۷: ۵۷۸، ۸۵۸: ۵۷۹، ۸۵۹: ۵۸۰، ۸۶۰: ۵۸۱، ۸۶۱: ۵۸۲، ۸۶۲: ۵۸۳، ۸۶۳: ۵۸۴، ۸۶۴: ۵۸۵، ۸۶۵: ۵۸۶، ۸۶۶: ۵۸۷، ۸۶۷: ۵۸۸، ۸۶۸: ۵۸۹، ۸۶۹: ۵۹۰، ۸۷۰: ۵۹۱، ۸۷۱: ۵۹۲، ۸۷۲: ۵۹۳، ۸۷۳: ۵۹۴، ۸۷۴: ۵۹۵، ۸۷۵: ۵۹۶، ۸۷۶: ۵۹۷، ۸۷۷: ۵۹۸، ۸۷۸: ۵۹۹، ۸۷۹: ۶۰۰، ۸۸۰: ۶۰۱، ۸۸۱: ۶۰۲، ۸۸۲: ۶۰۳، ۸۸۳: ۶۰۴، ۸۸۴: ۶۰۵، ۸۸۵: ۶۰۶، ۸۸۶: ۶۰۷، ۸۸۷: ۶۰۸، ۸۸۸: ۶۰۹، ۸۸۹: ۶۱۰، ۸۹۰: ۶۱۱، ۸۹۱: ۶۱۲، ۸۹۲: ۶۱۳، ۸۹۳: ۶۱۴، ۸۹۴: ۶۱۵، ۸۹۵: ۶۱۶، ۸۹۶: ۶۱۷، ۸۹۷: ۶۱۸، ۸۹۸: ۶۱۹، ۸۹۹: ۶۲۰، ۹۰۰: ۶۲۱، ۹۰۱: ۶۲۲، ۹۰۲: ۶۲۳، ۹۰۳: ۶۲۴، ۹۰۴: ۶۲۵، ۹۰۵: ۶۲۶، ۹۰۶: ۶۲۷، ۹۰۷: ۶۲۸، ۹۰۸: ۶۲۹، ۹۰۹: ۶۳۰، ۹۱۰: ۶۳۱، ۹۱۱: ۶۳۲، ۹۱۲: ۶۳۳، ۹۱۳: ۶۳۴، ۹۱۴: ۶۳۵، ۹۱۵: ۶۳۶، ۹۱۶: ۶۳۷، ۹۱۷: ۶۳۸، ۹۱۸: ۶۳۹، ۹۱۹: ۶۴۰، ۹۲۰: ۶۴۱، ۹۲۱: ۶۴۲، ۹۲۲: ۶۴۳، ۹۲۳: ۶۴۴، ۹۲۴: ۶۴۵، ۹۲۵: ۶۴۶، ۹۲۶: ۶۴۷، ۹۲۷: ۶۴۸، ۹۲۸: ۶۴۹، ۹۲۹: ۶۵۰، ۹۳۰: ۶۵۱، ۹۳۱: ۶۵۲، ۹۳۲: ۶۵۳، ۹۳۳: ۶۵۴، ۹۳۴: ۶۵۵، ۹۳۵: ۶۵۶، ۹۳۶: ۶۵۷، ۹۳۷: ۶۵۸، ۹۳۸: ۶۵۹، ۹۳۹: ۶۶۰، ۹۴۰: ۶۶۱، ۹۴۱: ۶۶۲، ۹۴۲: ۶۶۳، ۹۴۳: ۶۶۴، ۹۴۴: ۶۶۵، ۹۴۵: ۶۶۶، ۹۴۶: ۶۶۷، ۹۴۷: ۶۶۸، ۹۴۸: ۶۶۹، ۹۴۹: ۶۷۰، ۹۵۰: ۶۷۱، ۹۵۱: ۶۷۲، ۹۵۲: ۶۷۳، ۹۵۳: ۶۷۴، ۹۵۴: ۶۷۵، ۹۵۵: ۶۷۶، ۹۵۶: ۶۷۷، ۹۵۷: ۶۷۸، ۹۵۸: ۶۷۹، ۹۵۹: ۶۸۰، ۹۶۰: ۶۸۱، ۹۶۱: ۶۸۲، ۹۶۲: ۶۸۳، ۹۶۳: ۶۸۴، ۹۶۴: ۶۸۵، ۹۶۵: ۶۸۶، ۹۶۶: ۶۸۷، ۹۶۷: ۶۸۸، ۹۶۸: ۶۸۹، ۹۶۹: ۶۹۰، ۹۷۰: ۶۹۱، ۹۷۱: ۶۹۲، ۹۷۲: ۶۹۳، ۹۷۳: ۶۹۴، ۹۷۴: ۶۹۵، ۹۷۵: ۶۹۶، ۹۷۶: ۶۹۷، ۹۷۷: ۶۹۸، ۹۷۸: ۶۹۹، ۹۷۹: ۷۰۰، ۹۸۰: ۷۰۱، ۹۸۱: ۷۰۲، ۹۸۲: ۷۰۳، ۹۸۳: ۷۰۴، ۹۸۴: ۷۰۵، ۹۸۵: ۷۰۶، ۹۸۶: ۷۰۷، ۹۸۷: ۷۰۸، ۹۸۸: ۷۰۹، ۹۸۹: ۷۱۰، ۹۹۰: ۷۱۱، ۹۹۱: ۷۱۲، ۹۹۲: ۷۱۳، ۹۹۳: ۷۱۴، ۹۹۴: ۷۱۵، ۹۹۵: ۷۱۶، ۹۹۶: ۷۱۷، ۹۹۷: ۷۱۸، ۹۹۸: ۷۱۹، ۹۹۹: ۷۲۰، ۱۰۰۰: ۷۲۱، ۱۰۰۱: ۷۲۲، ۱۰۰۲: ۷۲۳، ۱۰۰۳: ۷۲۴، ۱۰۰۴: ۷۲۵، ۱

اس لئے اگر مرنے والے کے اعضاء کی بچہ نگاری کو جائز بھی قرار دیا جائے تو بھی اس بات کو جائز نہیں ہونا چاہیے کہ زکوٰۃ فحش کا عضو دوسرے شخص کو منتقل کیا جائے گو وہ خود اس پر رضا مند ہو۔ لیکن ضروری ہے کہ فقہاء کی اس طرح کی تعبیر کو ہم اس زمانہ میں موجود زمانہ کی حقیقت اور اکتاف کے تناظر میں دیکھیں، بچہ نگاری کے طریقے میں بلاکت یا ضرر شریعہ کا اندیشہ نہیں اور کسی کے جسم سے گوشت کاٹ کھانے میں بلاکت یا ضرر شریعہ کا قوی اندیشہ ہے۔ مثلاً اپنے اعضاء سے خود اختراع درست ہے لیکن بعض فقہاء نے مضطر کے لئے خود اپنے جسم کے کسی حصہ سے گوشت کھانے کو بھی منع کیا ہے..... "کما لا یسع للمضطرب ان یقطع قطعة من نفسه فیأکلہ"..... این قدر اسے اس کی وجہ پر ان اقطاع میں روٹی ڈالنی ہے:

"ولنا ان اكله من نفسه ربما قتله فيكون قاتلا نفسه ولا يتيقن حصول البقاء باكله"۔

ترجمہ: "اور ہماری دلیل یہ ہے کہ انسان کا اپنے جسم میں سے کسی حصہ کو کھا لینا بجا اوقات اس کی موت کا سبب ہوگا اس طرح وہ خود اپنا قاتل ہو چکا ہوگا پس کہ اس کے کھانے سے اس کا زخمہ رہنا جتنی نہیں ہے۔"

پس اب یہ بات صحیح ہوگئی کہ زکوٰۃ انسان کے عضو کی اس طرح منتقلی کر وہ اس کی بلاکت یا اس کے لئے ضرر شریعہ کا باعث بنے، درست نہیں، البتہ وہ اعضاء کہ جن کی منتقلی سے اس کی بلاکت کا اندیشہ نہ ہو اور محفوظ طریقہ پر اس عمل کو انجام دیا جائے اور خود وہ شخص ایسا کرنے پر رضا مند بھی ہو، تو اس کو درست ہونا چاہیے۔

بعض نصوص سے شبہ

۱۔ رہ گئیں بعض نصوص مثلاً "لعن اللہ الواصلة والمستوصلة" (اللہ تعالیٰ کی ہال جوڑنے اور جوڑ دانے والیوں پر لعنت ہو) تو اس میں ایڑا مانتی سے ایسے القار کو منع کیا گیا ہے جو انسان کے لئے ضرورت کا درجہ نہ رکھتا ہو، بلکہ شخص تزکین و آرائش کے جذبات کی تسکین اس سے مقصود ہو، اسی طرح وہ حدیث "مکسور عظم السمیت مکسور عظم الحی" (مردہ کی ہڈی کو توڑنا زکوٰۃ کی ہڈی کو توڑنے کی طرح ہے) عام حالات پر محمول ہے جب کہ کوئی انسانی ضرورت اس سے متعلق نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے نہ صرف خنین کی حفاظت کے لئے مردہ ماں کے آپریشن کی اجازت دی ہے بلکہ اگر کسی شخص نے کسی کا موتی نگل لیا ہو اور اس کی موت واقع ہوگئی تو بعض حالات میں اس دوسرے شخص کے ایک حق مالی کے تحفظ کے لئے بھی مردہ کی چیر پھاڑ اس

کے پیٹ سے موتی نکالنے کو فقہاء نے جائز رکھا ہے۔

دوسرے: الہافن کے نزدیک یہ روایت ضعیف بھی ہے۔ اس کے سلسلہ سند میں ایک راوی سعد بن مسعود انصاری ہیں جن کے بارے میں ابن حزم کی رائے ہے کہ ”وہو ضعیف جدا لا یصحج بہ لا اختلاف فی ذالک“..... اس لئے حقیقت یہ ہے کہ اجزاء انسانی سے اغیار کی حرمت پر کوئی صریح اور غیر متحمل نص موجود نہیں ہے۔

مسلمان اور کافر میں فرق

① اس مسئلہ میں مسلمان اور کافر کے اعضاء میں اکتباب کے درجہ میں تفریق ہو تو درست ہے یعنی بھتر ہے کہ ایک مسلمان کے جسم میں دوسرے مسلمان کے عضو کی پیوند کاری ہو، مگر اس کو شرط کا درجہ دینا درست نظر نہیں آتا۔ ابھی گندہ پکا ہے کہ فقہاء نے مفسر کو ایسے شخص کے کمانے کی اہلیت دی ہے جو سباح الدم ہو گیا ہو، بعض فقہاء نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کافر حرثی کو کھانا بھی اسی حکم میں ہے، دودھ پلانے والی عورت کے متعلق فرحی کا بیان ہے:

”ولا بأس بأن يستاجر المسلم الظنن الکافرة والننی قدولدت من الفجور لأن حبث الکفر اعتقادها دون لبنها والانبیاء علیهم السلام والرسل صلوات اللہ علیهم فیہم من أرواح ہلس الکوافر وكذلك فجورها لا یؤثر فی لبنها۔“

ترجمہ: ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی مسلم کسی دودھ پلانے والی کافر عورت کو اہلیت پر رکھے، یا اسی عورت کو جو فاجر ہو کیوں کہ کفر کی شہادت اس کے اعتقاد میں ہوتی ہے دودھ میں نہیں۔ انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے کافر عورتوں کا دودھ پیا ہے۔ اسی طرح فاجرہ کے شہد و ثبوت کا اثر اس کے دودھ میں نہیں ہوتا ہے۔“

ابن رشد ہانکی نے تو شرط عورت کے دودھ پلانے کو بھتر قرار دیا ہے تاہم کافر عورت کا دودھ پلانا بھی جائز ہے اگر اس کا غرض نہ ہو کہ وہ بچے کو حرام چیزیں کھائے گی یا پائے گی:

”ولکفر ظنورة مثل الیہودیات والنصرانیات لما یخشی من ان تطعمهم الحرام وتسلمهم الخمر وقال ابن حبيب عن مالک فاذا امن ذالک فلا بأس

ہے۔^{۱۱۰}

تَنْزِيْحًا: ”اور پانے کے لئے پیواری اور فانی مورتوں کو کہنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امر کا اندیشہ رہتا ہے کہ وہ بچوں کو حرام خدائیں دکھائیں گی اور شراب پائیں گی۔ اسن حبیب امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ جب اس امر کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔“

پھر جب ۱۹۹۷ء کے مسئلہ میں اس توسع کو گوارا کیا جاسکتا ہے تو ایسے مواقع پر جہاں انسان طبی اعتبار سے بظہار کے درجہ کو پہنچ گیا ہو درجہ اولیٰ کا فر کے اعضاء کی بیحد کاری کو درست ہونا چاہیے۔

اعضاء کی خرید و فروخت

❶ جہاں تک اعضاء کی خرید و فروخت کی بات ہے تو شریعت نے بعض مواقع پر انسانی وجود اور انسانی اعضاء کو مکھوم (قابل قیمت) مانا ہے اور یہ اس وقت ہے جب کوئی انسان ہلاک کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو تکف کر دیا جائے اس کو اصطلاح شرع میں ”دیت“ کہتے ہیں، اس پر بھی اتفاق ہے کہ آزاد انسان کے چارے (بخاری خرید و فروخت نہیں ہو سکتی) انسانی جسم کے مختلف اجزاء میں ہال اور دو دو سیکی دو چیزیں تھیں، جن سے گزشتہ زمانہ میں اطلاع کیا جاتا تھا، ہال جس کا استعمال عموماً آرائش و زیبائش کے لئے کیا جاتا تھا فقہاء نے اس کی خرید و فروخت کو بھی منع کیا ہے اور وہ یہی قرار دی ہے کہ انسانی حرمت و کرامت کے مطابق ہے:

”وَشِعْرُ الْإِنْسَانِ وَالْإِنْتِفَاعُ بِهِ لَيْسَ بِحِزْمٍ بَيْعُهُ وَالْأَنْتِفَاعُ بِهِ لَانَ الْآدَمِي مَكْرُومٌ

غَيْرُ مَبْتَلٍ فَلَا يَحْزُونَ بِكَيْفُونِ شَيْءٍ مِنْ أَجْزَاءِهِ مِهَانًا مَبْتَلًا۔“^{۱۱۱}

تَنْزِيْحًا: ”یعنی انسانی ہال کی فروختیں اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے کیوں کہ آدمی شرعاً مکرم ہے مبتدل نہیں۔ پس اجزاء انسانی کے کسی جز کو مبتدل وہ ہے وقت کرنا جائز نہیں ہے۔“

علامہ شامی نے ہالوں کی طرح انسانی نامتوں کی خرید و فروخت کو بھی منع کیا ہے۔ ”وَكَيْدًا بَيْعُ مَا لَفَصِلَ

عَنِ الْآدَمِي كَشَعْرٍ وَطُفُولَاتِهِ جِزَاءَ الْآدَمِي وَلِذَا وَجِبَ دَفْنُهُ۔“^{۱۱۲}

لیکن ۱۹۹۷ء کی خرید و فروخت میں فقہاء کے اندر اختلاف ہے، احناف مکرم انسانیت کا پاس کرتے ہوئے

منع کرتے ہیں:

”لَيْسَ بِحِزْمٍ بَيْعُ لِبْسِ الْمَرْأَةِ لِأَنَّهُ جِزَاءُ الْآدَمِي وَهُوَ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ مَكْرُومٌ عَنِ

الْمَبْتَلِ بِالْبَيْعِ۔“^{۱۱۳}

۱۱۰ ملحدان، اس وقت مع مدونة الكبرى، ۲/۲: ۲۸۶، نزہۃ و عہدہ، ۲/۲: ۲۸۶

۱۱۱ ملحدان، اس وقت مع مدونة الكبرى، ۲/۲: ۲۸۶، نزہۃ و عہدہ، ۲/۲: ۲۸۶

۱۱۲ ملحدان، اس وقت مع مدونة الكبرى، ۲/۲: ۲۸۶، نزہۃ و عہدہ، ۲/۲: ۲۸۶

۱۱۳ ملحدان، اس وقت مع مدونة الكبرى، ۲/۲: ۲۸۶، نزہۃ و عہدہ، ۲/۲: ۲۸۶

تَنْزِيْحًا“ حرمت کا دودھ فروخت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ دودھ انسان کا جزء ہے اور انسان اپنے تمام اجزاء سمیت کرم ہے جتنا نہیں۔“

جب کہ امام شافعی رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی اس کو جائز قرار دیتے ہیں، سرخصی کا بیان ہے:

”وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ لَبَنِ أُمِّ آدَمَ عَلَيَّ وَجْهِهِ مِنَ الْوَجْهِ عِنْدَنَا وَلَا يَضْمَنُ مَنْتَفَعُهُ أَبْصَافًا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ بَيْعُهُ وَيَضْمَنُ مَنْتَفَعُهَا لِأَنَّهُ لَبَنٌ طَاهِرٌ أَوْ مَشْرُوبٌ طَاهِرٌ كَلْبَنُ الْإِنْعَامِ وَلِأَنَّهُ غَذَاءٌ لِلْعَالَمِ فَيَجُوزُ بَيْعُهُ كَسَائِرِ الْأَغْذِيَةِ وَبِهَذَا تَبَيَّنَ أَنَّهُ عَالٍ مَقْنُومٌ فَإِنَّ الْعَالِيَةَ وَالْتِقَانُ يَكُونُ الْمَعِينُ مَنْتَفَعِيهِ شَرْعًا وَعُرْفًا“ ۱۰

تَنْزِيْحًا“ ہمارے نزدیک کسی حال میں عورتوں کا دودھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے تکف کرنے والے پر ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ یہ پانوروں کے دودھ کی طرح پاک دودھ یا مشروب ہے اور اس لئے کہ یہ اہل دنیا کی غذا ہے جس تمام غذاؤں کی طرح اس کا فروخت کرنا بھی جائز ہوگا اور اس سے واضح ہو گیا کہ دودھ مال مستوم ہے اس لئے کہ کسی بچہ کا مال اور اس کا مستوم ہونا شرعاً باہر فاس کے قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔“

فقہاء حنبلیہ کے درمیان کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن حنبلی دینت ان فقہ کے مشہور ترین ہیں ان کا قدام کے نزدیک بھی ترجیح اسی کو ہے کہ حرمت کے دودھ کی خرید و فروخت جائز ہے۔

لہذا احناف کے نزدیک بدرجہ مجبوری صرف ایسے اعضاء کو خرید کرنا جائز ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے بوقت ضرورت و دھت دینے یا سودی قرض حاصل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن شوافع اور حنبلیہ کے نزدیک ایسے اعضاء کی خرید و فروخت دونوں درست ہوگی۔ اس سلسلہ میں ان کا قدام کی یہ عبارت اور اس کا مضمون قابل لحاظ ہے کہ:

”وَسَائِرُ أَجْزَاءِ الْإِنْسَانِ يَجُوزُ بَيْعُهَا فَإِنَّهُ يَجُوزُ بَيْعُ الْعِيدِ وَالْأَمَةِ“ ۱۱

تَنْزِيْحًا“ انسانی اجزاء میں سب کی خرید و فروخت جائز ہے کیوں کہ غلام اور باندی کی خرید و فروخت جائز ہے۔“

آگے چل کر ان قدام نے گورنمنٹ سے تراشے گئے عضو کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے مگر یہ اس لئے نہیں کہ انسانی اجزاء سے انتفاع جائز نہیں، بلکہ اس لئے کہ اس وقت تک انسانی اعضاء سے انتفاع ممکن نہ ہو سکا

قَالَ: "وَحُجْرُ بَيْعِ الْعَضْوِ الْمَقْطُوعِ لِأَنَّهُ لَا تَنْفَعُ لَهُ."

اب جب کہ ایہ ممکن ہو چکا ہے ان اعضاء کی کٹائی کے مطابق ایسے اعضاء کی خرید و فروخت بھی درست قرار پائے گی۔

بعض قابل لحاظ گوشے

۱۳۔ تاہم اس سلسلہ میں یہ بات بھی پیش نظر رکھی جانی چاہیے کہ خرید و فروخت کے جواز و عدم جواز میں اختلاف کی کتب میں جو جزئیات متقول ہیں ان سے بعض اصول مستحد ہوتے ہیں ان میں سے ایک اصل یہ ہے کہ بعض چیزیں جو اپنی نجاست یا حرمت کی وجہ سے خرید و فروخت کی مکمل نہیں ہیں، اگر کسی طور پر قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی خرید و فروخت جائز ہو جاتی ہے۔ مثلاً

"لَا يَجُوزُ بَيْعُ السُّوْفِيْنَ اَيْضًا لِأَنَّهُ نَجَسٌ الْعَيْنِ فَتَشَابَهُ الْعَذْرَةَ وَجِلْدَ الْمَيْمَنَةِ قَبْلَ الدَّبَاغِ وَلِنَا أَنَّهُ يَنْتَفَعُ بِهِ لِأَنَّهُ يُلْبَسُ فِي الْأَرْضِ لِاسْتِكْنَارِ الرِّبْعِ فَكُنَانٌ مَالًا وَالْمَالُ مَحَلٌّ لِلْبَيْعِ بخلاف العذرة لأنه لا ينتفع بها إلا مخلوطًا ويجوز بيع المخلوط."^{۱۷}

تَرْجُمَہ: "یز کو بر کی بیع جائز نہیں ہے کیوں کہ وہ نجس العین ہے، اور گند کی (پاخانہ) اور مردار کے پلائے کے مشابہ ہے جس کو دباغت نہ دی گئی ہو۔ ہمارے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ قابل انتفاع ہے اسی لئے اسے فصلوں میں افرائش کے لئے اراضی میں ڈالا جاتا ہے۔ اس لئے وہ مال ہے اور مال بیع کا مکمل ہے۔ بخلاف پاخانہ کے، کیوں کہ اس سے انتفاع قلوط ہونے پر ہی ہوتا ہے اور قلوط کی بیع جائز ہوتی ہے۔"

اسی اصول کی بناء پر امام محمد نے ریشم کے کپڑے کی خرید و فروخت کو درست قرار دے پایا ہے:

"أما الدودة فلا يجوز بيعه عند أبي حنيفة لأنه من الهوامر وعند أبي يوسف يجوز إذا ظهر فيه الفربيعة وعند محمد يجوز كيف ما كان لكونه منتفعاً به."^{۱۸}
تَرْجُمَہ: "میر حال ریشم کے کپڑے تو اس کی بیع حضرت امام ابو حنیفہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کے نزدیک جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ حشرات الارض میں سے ہے اور امام ابو یوسف رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کے نزدیک اس کی بیع جائز ہے جب کہ اس میں ریشم ظاہر ہو جائے۔ ریشم کے تابع کر کے، اور امام محمد

فَقَضَيْتُمَا الشَّعْرَ فَكُلَا مِنْهُمَا ۖ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيَّ وَعَلَىٰ نِسَائِي لَكُنَّا مِنَ الْخَاسِرِينَ۔“

دوسری اصل یہ ہے کہ کسی شے کی بیخ اصلاً ممنوع ہو اور وہ کسی نفس مرتع کے خلاف نہ ہو لیکن انسانی ضرورت اور تعامل اس کے جواز کی مقتضی ہو تو ایسے مواقع پر بھی فقہاء اس کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیتے ہیں: خلاصۃً انہم باطل ہیں:

”اذا اشتوى العلق الذي يقال له بالعار سية مرعل يجوز، به اخذ الصدر الشهيد
لحاجة الناس اليه لقول الناس له۔“^{۱۲}

ترجمہ: ”بب کہ خریدے طلق جسے فارسی زبان میں مرعل کہا جاتا ہے تو اس کا خریدنا جائز ہے اور اسی کو صدر الشہید نے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا ہے کیوں کہ لوگ اسے مال تصور کرتے ہیں۔“

ان قواعد نے بھی اس اصول سے مختلف احکام و مسائل میں استفادہ کیا ہے۔۔۔۔۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ اعضاء کی بینکنگ جو ایک طبی ضرورت ہے اور جن کی بعض خاص حالات مثلاً جنگ، زلزلہ وغیرہ میں بڑی مقدار میں ضرورت پڑتی ہے، اور فی زمانہ صرف عطیات سے اتنی تعداد میں اعضاء مطلوبہ کا ذخیرہ کیا جاتا اور فراہم کرنا بظاہر مشکل ہے کیا ان اصول و قواعد سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے؟

خلاصہ بحث

۱۲) جس ان مباحث کا ماحصل یہ ہے کہ:

- ① اعضاء انسانی کی بیع و کاری کے لئے جو طبی طریقہ ایجاد ہوا ہے اس میں تو بین انسانیہ نہیں ہے۔
- ② اس لئے یہ جائز ہے بشرطیکہ اس کا مقصد کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی صفت کو بچانا ہو جیسے زنانی۔
- ③ اور طبیب حالات نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ سے صحت کا غالب گمان ہے۔
- ④ غیر مسلم کے اعضاء بھی مسلمان کے جسم میں لگائے جاسکتے ہیں۔
- ⑤ مردہ شخص کے جسم سے عضو لیا جا رہا ہو تو ضروری ہوگا کہ خود اس نے زندگی میں اجازت دی ہو اس لئے کہ وہ ایک حد تک اپنے جسم کا مالک ہے، نیز اس کے ورثہ کا بھی اس کے لئے راضی ہونا ضروری ہے کیوں کہ اب وہی اس کے ولی ہیں، اسی لئے مقتول کا قصاص طلب کرنے کا حق انہیں کو حاصل ہوتا۔
- ⑥ زندہ شخص کا عضو حاصل کیا جا رہا ہو تو ضروری ہوگا کہ خود اسے اجازت دی ہو اور اس وجہ سے خود اس کو

ضرر شدید نہ ہو۔

(۷) شافع اور حنابلہ کے یہاں اعضاء کی خرید و فروخت دونوں کی گنجائش ہے اور احناف کے نزدیک بدرجہ مجبوری خرید کر سکتے ہیں فروخت نہیں کر سکتے ہیں۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

دوسرے فقہی سیمینار کی تجاویز

دوسرے فقہی سیمینار (دہلی) منعقدہ ۱۲/۱۱/۱۹۹۹ء میں اعضاء کی بیع و نکاح کی مسئلہ پر جو تجاویز

ملے پائیں وہ اس طرح ہیں:

❖ اعضاء انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

❖ اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کے عضو اس کے جسم میں بیع و نکاح کی نہ کی جائے تو قوی ظہر ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا اعضاء اس کی کوپرائز نہیں کر سکتا اور باہر قابل اعضاء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی بیع و نکاح کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے اور عضو انسانی کی بیع و نکاح کی صورت میں باہر اعضاء کو ضمن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور قبول عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے تو ایسی ضرورت و مجبوری اور بے بسی کے عالم میں عضو انسانی کی بیع و نکاح کی کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

❖ اگر کوئی تندرست شخص باہر اعضاء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر بدل نہیں گیا تو، بظاہر حال اس کی صحت یقینی ہے اور اس کا کوئی قبول موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بجا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچائے۔

❖ اگر کسی شخص نے یہ جاہلیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء بیع و نکاح کے لئے استعمال کئے جائیں، جسے عرف عام میں وصیت کہا جاتا ہے اور دے شرع اسے اصطلاحی طور پر وصیت نہیں کہا جاسکتا اور ایسی وصیت اور طوائش شرعاً قابل اعتبار نہیں۔

ملے حاضر ہو کر اس گوج پر سوالات و جواب دیے جنہیں (ادارہ دار العلوم عہدہ اعضاء و بحسن) کو چھوڑ کر تمام شرکاء، سیمینار شرکت کنندگان کی کام دلچسپی اور شہادت شریعہ پر، گورنر، وائس چانسلر اور نائب و غیرہ نے دھتکے کئے ہیں۔

فیملی پلاننگ اور اسلام

[illegible]

باقی صفحات میں اس کے ساتھ ساتھ دینی لوگوں کی وہیں مختلف اور شریعت کے خلاف اس موضوع پر لکھے گئے کالم لکھا گیا ہے۔ یہ بھی خود اہل کی کہ اس وقت حکومت کے اہلکاروں نے بعض لوگوں کو خدائی منصوبہ بندی کی حمایت میں جو کام کرنا شروع کیا ہے، اس کو روکنا ان کا بھی جواب دیا جائے۔ یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اب بھی اہل کی یہ باتوں میں سے ایک ہے۔ وہ اس سے پہلے ۱۹۷۱ء میں بھرے گئے تھے اور دست مولا کا حسن نے یہی کہی تھی کہ "اس لیے اہل تصنیف کو ذرا آزادی سے اس وقت باز رہی تھی، بعض تھے جو اس وقت تکھے کے ۱۹۷۱ء تکھے کے تھے، مخالف کرنا ہے کہ جن لوگوں کی تو ایک اضافہ کے ساتھ شریک دست ہے۔"

عہد جدید میں اقتصادی دشواریوں کو حل کرنے اور ترقی افروز معیار زندگی کو کمزور وسائل معیشت سے ہم آہنگ کرنے کی غرض سے جو دواں دھوپ پاری ہے اس میں فیملی پلاننگ (FAMILY PLANNING) کو طبعی معیولی ایستہ بلکہ اولیت حاصل ہے، اگرچہ موجودہ دنیا میں، یا نسیم کچھ نئے دل فریب اور دیدہ زیب ذریعہ ہیں کچھ وچ کر منظر عام پر آئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی پلاننگ ہر اس دور میں ہوتی رہی ہے جب انسانوں نے اپنی بدھتی ہوئی اہوں کا راز ضروریات کے مقابل کائنات کا دامن تھگ محسوس کیا ہے اور اسباب رزاق کی کٹھنی اپنے ہاتھ میں لے کر ضروریات اور وسائل کا موازنہ کیا جانے لگا ہے، ہاں البتہ اس دور میں یہ تحریک علم و عقل کا لاواؤڑہ کر سامنے آئی ہے جس کا سر افریقہ کی جھانچ اور افریقہ کے سر ہے۔

۱۹۵۰ء میں پانچک خالص سیاسی قومیت کی تھی، اس لئے کہ یورپ بہت پہلے ”سیاست“ کو مذہب کی گرفت سے آزاد کر چکا تھا لیکن جب اس تحریک نے مغرب کے ”مضمک کدہ“ سے نکل کر مشرق کے ”خطائندہ“ میں قدم رکھا جہاں ہر مسئلہ کے لئے مذہب کی مسند ضروری تھی اور اس کے گدھے دو در میں بھی وہ مذہب سے کچھ اس قدر بے

کا نے نہ تھے تو اس کے لئے اصلی یا کم از کم "معلیٰ سند" کی ضرورت پڑی اور جس طرح بہت سے دوسرے عالمی مسائل۔ سو، پردہ، تعدد ازواج، طلاق، پونے کی وراثت وغیرہ۔ میں ایک گروہ کو اس بات کے لئے آباد کیا گیا کہ وہ کسی طرح اسلام میں ان مسائل کے لئے گنجائش نکالے اور قرآن وحدیث کو معیار بنا کر ان مسائل پر غور کرنے کے بجائے ان مسائل کو بہر حال ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث پر نظر ڈالے۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی یہ سستی یا مفلکد کی گئی، اور یہ مسئلہ خالص سیاسی اور اقتصادی حدود سے گذر کر مذہبی اور فقہی مباحث کا موضوع بن گیا۔

اب تک اس سلسلہ میں جواز و عدم جواز دونوں پہلوؤں پر متحدہ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، کچھ تو بے پہلے ایمر جنسی کے جو تیرہ دیک ایام گذرے ہیں جب کہ اس پروگرام کو رضا کارانہ کے بجائے "جبری تحریک" کی شکل دے دی گئی تھی، اس سلسلہ میں جواز پر کئی ایک کتابیں لکھی گئیں، یا جو پہلے لکھی گئی تھیں ان کو خالص پروگرام کے ساتھ پھیلا دیا گیا اور پورے زور و شور کے ساتھ یہ کوشش کی جانے لگی کہ ہر شخص ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر کم از کم اپنی ازدواجی زندگی میں ضرور مولف ولادت کا استعمال کرے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس مصروف کا باقی ہی نہیں رکھے۔

ہم بھی وقت کے اس اہم مسئلہ کے سلسلہ میں اپنی تحقیق کی حد تک آپ تک یہ رسالہ پہنچا رہے ہیں جس میں کتاب ولدت کی واضح چاباقت، فقہ اسلامی ISLAMIC RULES کے بنیادی اصول، اسلام کے نبوی مزاج اور فقہاء متقدمین کی آراء کی روشنی میں ضبط ولادت BIRTH CONTROL کی مختلف صورتوں کی شرعی حیثیت بتائی گئی ہے۔

اس مسئلہ میں فقہی جزئیات پر غور کرنے سے پہلے اسلام کے چند بنیادی اصول اور ان کلیات قانون پر نظر ڈال لینا ضروری ہے جن کی حیثیت کسی بھی قانون میں ریجہ کی ہڈی کی ہوتی ہے اور جن سے صرف نظر کر کے کسی بھی قانون پر غور نہیں کیا جاسکتا۔

بنیادی اصول

① رزاقیت کا وسیع تصور

اسلام اور دوسرے نظریات کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام میں نظام زندگی کا ہر پردہ اس تصور کے گرد گردش کرتا ہے کہ انسان کے اوپر کسی مافوق البشر ہستی یعنی خدا کا وجود ہے، وہی اس دنیا کے تمام مبادی و مفید

کا مالک اور اس کی ضروریات کا کفیل ہے، اسباب و وسائل کی نگہی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو "کافی طیر ذی ذرع" بھی انسانوں کو زندہ رکھ سکتا ہے اور اگر اس نے کسی کے لئے دشواری اور محنت ہی مقدور کر دی ہے تو وہ ہزار کوشش کے باوجود بھی اپنی پیشانی سے اس نوشتہ تقدیر کو مٹا نہیں سکتا ﴿لَقَدْ عَلَقْنَاهُ الْإِنشَانِ عَلَاقًا مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ﴾ (لقہ مقلد السملوات والادھن بیسط الرزق لمن یشاء ویقدرہ) ۱۰۷

ظاہر ہے جو شخص اپنی اس حیثیت کو ملحوظ رکھے گا کہ وہ خود اپنا رازق نہیں، وہی خالق بھی ہے اور رزاق بھی، اس تصور کو قبول نہیں کر سکتا کہ انسانوں کی خلقت کا راز وہ شخص اس لئے بند کر دیا جائے کہ آنے والی نسل دنیا میں کیا کھائے گی اور کہاں رہے گی؟ وہ سمجھتا ہے کہ جو خدا سمندر کی پھلیوں، اٹھنا کے پرندوں اور زمین کے اقدور پر پگھلنے والے کیزروں کی خرداک بم پیچھا پاتا ہے، وہ کوئی ایسی اندھی گری چلانے والا نہیں ہے کہ اپنی رعایا کی تعداد تو اندھا دھند بڑھاتا جائے اور ان کی حکم سیری کا کچھ انتظام نہ کرے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو انسان کو خدا کے تصور سے آزار ایک بے لگام خلقت سمجھتے ہیں اور جن کا خیال ہے کہ انسان کی روزی صرف اس کی اپنی محنتوں کا صلہ ہے اور وہ خود ہی اپنا رزاق ہے ان کا انسانی آبادی کا اپنی جگہ خاصی سے موازنہ کر کے فخر مند ہونا کہ آخر یہ دنیا کیا کھائے گی اور کہاں رہے گی؟ ایک حد تک ناہنجی ہے۔

قرآن نے اسی لئے بار بار اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو انسان کو زندگی بخشے کی قدرت رکھتا ہے وہ زندگی میں بیش آمد ضروریات پوری کرنے سے بھی عاجز و در ماندہ نہیں ہے اور جو دنیا کا خالق ہے وہ اس کا رزاق اور اس کے لئے وسائل مہیا کرنے والا بھی ہے۔ ﴿وَمَآ مِنْ دَابَّةٍ فِی الْأَرْضِ إِلَّا عَلَیْهِ اللَّهُ رِزْقًا﴾ قرآن کہتا ہے کہ جیسے وہ ایک طرف انسانوں کی آبادی بڑھاتا ہے اور قوالدہ و تامل کا سلسلہ قائم رکھتا ہے اسی طرح وہ اپنے خزانہ معاش کا راز وہ بھی کھولتا جاتا ہے اور جس طرح ایک مخصوص تعداد میں کھانے والوں کا اضافہ ہوتا ہے اسی تناسب سے غذا بھی مہیا ہوتی جاتی ہے اور خزانہ معاش بھی اپنا دائرہ وسیع کرتا جاتا ہے۔

"وَجَعَلْنَا لِكُلِّ مِیْہَا مَعِیْشٍ وَمِنْ لَّدُنْہِ یَرْزُقُہُنَّ، وَانْ مِنْ شِئْنِ الْأَعْنَآدِ خِزَآئِنَہُ وَمَا نَزَّلَہُ إِلَّا بِقَدْرِ مَعْلُومٍ۔" ۱۰۸

تَبَّحُّوْهُمْ حَتَّٰمٌ اور ہم نے اسی معیشت کے اسباب فراہم کئے تمہارے لئے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لئے بھی جن کے روزی رساں تم نہیں ہو اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جن کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں البتہ جس چیز کو ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

"وَأَنْ مِّنْ شِئْنٍ إِلَّا عَلَیْہِ خِزَآئِنُہُ" کی ذمہ اور روشن مثالیں آج قدم قدم پر دیکھی جا سکتی ہیں، ہم

دیکھتے ہیں کہ آج انسانی ہونے اور چتا ہوا رنگہ اور سبزوں اور لہلہاتی ہوئی کھیتوں میں منتقل ہو رہا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جو ریگستان کل تک دنیا میں کسی مصرف کی چیز نہ سمجھا جاتا تھا آج اس کی چھاتی سے بنے والے تل اور ہارونیم نے پوری دنیا کی نگاہ اس کی طرف موزی ہے کل تک ایک کھیت سے مندرجہ جتنی مقدار حاصل کی جاتی تھی آج کے کیمیائی وسائل (SOURCESS CHEMICAL) نے اس میں حیرت انگیز اضافہ کر دیا ہے اور آج انسانوں نے زمین سے بڑھ کر چاند کی دنیا پر بھی اپنی کندہ ڈال دی ہے۔ کیا حید کہ آئندہ وہاں زندگی بسر کرنے کے وسائل فراہم ہو جائیں اور آدم و حوا کی اولاد ایک نیا جہان آباد کر لے۔

قرآن نے اس جہانِ نازک پر کی شدت سے کائنات کی ہے، چنانچہ کہا گیا:

﴿لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ إِنَّكُمْ نَزَلْتُمْ عَلَيْهِمْ وَابِعَهُمْ﴾

مترجم: ”اپنی اولاد کو بھوک کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور اس کے بھی رزق رساں ہے۔“

علامہ آلوسی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

﴿لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَعْلَاقٍ﴾ (اپنے بچوں کو اعلاقی کی وجہ سے قتل نہ کرو) یعنی خنجر میں جلا ہو جانے یا جگا ہونے کے خوف سے بچوں کو قتل نہ کرو۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا گیا ”خنجر کے خوف“ (خشیتہ اعلاقی) سے قتل نہ کرو۔ پس من اعلاقی، سے وہ لوگ غلط ہیں جو خنجر میں جگا ہو چکے ہیں اور ”خشیتہ اعلاقی“ سے وہ لوگ جو ابھی محفوظ ہیں مگر مستقبل میں اس کا اندیشہ ہے اور ”لنن نزلنکم و اباعکم“ ایک مسجد و جملہ ہے جس سے قصود ممانعت کی وجہ بتانا اور یہ واضح کرتا ہے کہ جس چیز کو ان لوگوں نے قتل اولاد کا سبب مان لیا ہے وہ باطل ہے اور خدا ہی ان کے رزق کا شامن ہے۔“

علامہ آلوسی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ م ۱۳۴۵ھ نے ایک جگہ ”من اعلاقی“ اور دوسری جگہ ”من خشیتہ

اعلاقی“ کہنے کا حرجر بتلایا ہے وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ پیدا ہونے والے فقر و املاں کا اندیشہ تو عقیدہ و چیز ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس آزمائش میں ڈال دیا ہے تب بھی اس کو توکل کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قرآن مجید کا مقصد اگر محض قتل سے منع کرنا ہوتا تو اس کے لئے وہی آیات کافی تھیں جس میں قتل کی حرمت بتائی گئی ہے مگر ”من اعلاقی“ (بھوک کے اندیشہ سے) کا لفظ

صاف بتا رہا ہے کہ ان آیات کا مقصد ایمن سے اس تصور کو کھینچ دینا ہے کہ انسان معاش کے خوف سے افراط و تفریط کی کوشش کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "من ترك التوريج مخالفة العيلة فليس منا." ۱

(جس شخص نے اہل و عیال کی رزق کے خوف سے شادی نہیں کی، وہ ہم میں سے نہیں ہے) اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے اور حضور ﷺ کی براہی کی جو وجہ بتائی ہے وہ بالکل وہی ہے جس کا ذکر ابھی میں نے کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"هذا ذم العلة الا متناع لا لا حصل التزويج." ۲

ترجمہ: "اس حدیث سے مقصود نکاح سے رکنے کی علت (خوف معاش) کی مذمت ہے نہ کہ محض نکاح سے رکنے کی۔"

یعنی اہل و عیال کی پرورش، ان کی ضروریات زندگی کے پورا اور غریب سے ڈرنا یہ فعل مذموم ہے اور آپ ﷺ نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔

(۲) نکاح کا مقصود

اسلام میں محض نفس پرستی اور خواہشات کی تکمیل نکاح سے مطلوب نہیں ہے، انسان کے اندر یہ جو کچھ صنفی جذبات ہیں وہ دراصل ایک رامت ہے جس سے قدرت اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہے یہ خود مقاصد نہیں ہیں بلکہ مہمہ صدمتک پہنچنے والے اسباب و وسائل ہیں۔

اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ اس کو معلوم کرنے کے لئے اگر مرد و عورت کے جسمانی فرق، دونوں کی اپنی اپنی صنعتی خصوصیات اور زندگی میں پیدا ہونے والی مختلف کیفیات کو پیش نظر رکھا جائے تو کوئی دشواری نہیں ہوگی، قرآن نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے ﴿فَالْتَمِزْ أُولَئِكَ حَتَّى تَرْضَى لَكَ وَتَرْضَى لَهُ﴾ ۳ مرد و عورت کے ان دوامی تعلقات کے لئے اس آیت میں جو استعارہ استعمال کیا گیا ہے اس سے مکمل کر یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ نکاح کا اصل مقصد اولاد کا حاصل ہے، قرآن نے جس چیز کو استعارہ کے ہی جن میں رکھا ہے حضور ﷺ نے اس کی مزید توضیح فرمادی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ نَكَحَ امْرَأَةً فَمِنْهَا وَلَدٌ فَأُولَئِكَ لَنَا وَلَهُ﴾ ۴ (نکاح کرو اور اس سے نسل کی افزائش کرو) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں صرف بچوں کے لئے شادی کرتا ہوں۔ ۵

۱۔ اعیان علوم الدین: ۲۶/۲، اعیان علوم الدین: ۲۶/۲

۲۔ اس آیت میں نفسی تعلقات کو کھینچ دینے سے تمیز کیا گیا ہے کہ "اپنی کھینچ رہی ہے چاہے آؤ"

۳۔ اعیان علوم الدین: ۲۶/۲، اعیان علوم الدین: ۲۶/۲، اعیان علوم الدین: ۲۶/۲

نام قرآنی **فِي حَبْلِ الْخَلْقِ** ۴۰۵ نے نکاح کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

”الفائدة الاولى الولد وهو الاصل وله وجع النكاح والمقصود ابقاء النسل وان لا يخلص العالم عن جنس الانس.“ ۴۰۶

ترجمہ: ”نکاح کا سب سے پہلا فائدہ بچہ ہے وہی نکاح کا اصل ثلثہ ہے، اسی کے پیش نظر نکاح مشروع ہوا ہے تاکہ نسل انسانی باقی رہے اور نیا نوع انسانی سے خالی نہ ہو جائے۔“

نام صاحب **فِي حَبْلِ الْخَلْقِ** ۴۰۷ نے اس پر بڑے حکیمانہ انداز میں بحث کی ہے اور ایک مثال کے ذریعہ سمجھا دیا ہے کہ انسان کو تولد و تحاش کی قوت و وسعت کے کہ فطرت اس سے کیا کام لینا چاہتی ہے اور اس قوت کے اظہار ہونے کی حیثیت سے انسان کے کیا فرائض ہیں؟ چنانچہ لکھتے ہیں:

”کسی آقا نے اپنے غلام کو حج اور کاشت کاری کے سامان دیئے، قابل کاشت زمین مہیا کی، غلام کو کھیتی پر قدرت بھی تھی، آقا نے ایک ایسے آدمی کو متعین بھی کر دیا جو اس سے کھیتی کا قصدا کرتا رہے پھر اگر غلام سستی برتے، کاشت کاری کے سامان کو کام میں نہ لائے، حج پر باد کر دے اور قصدا کرنے والوں کو بہانہ دیتی کر کے ہل دے تو وہ غلام اپنے آقا کے عتاب اور تنگی کا مستحق ہوگا، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو پیدا کیا، مرد کے صلب میں، مادہ تولید رکھا اس کے لئے فطرت میں رنگیں بنائیں، عورت کے رحم کو لطف کی قرار دیا اور مستحسن بنایا پھر مرد و عورت کو انھیں لاشکاک کی اشتباہ بخشی۔ یہ تمام چیزیں اور یہ تمام اسباب اپنی زبان حال سے روز روشن کی طرح اپنے خالق تعالیٰ کا نقشہ ظاہر کر رہے ہیں اور ہر باب محض وہائش کو آواز دے رہے ہیں کہ ان کو کون مقاصد کے پیش نظر پیدا کیا گیا ہے۔“

بعض حضرات کہتے ہیں کہ نکاح کا مقصد محض صفت و مصمت کا تحفظ اور فحاشی کا سد باب ہے، تولد و تحاش نکاح سے شریعت کا مقصود نہیں ہے بلکہ نکاح کا فطری نتیجہ اور اثر ہے۔ بلاشبہ اس سے انکاد کی گنجائش نہیں کہ نکاح کا ایک اہم مقصد صفت و مصمت بھی ہے لیکن صرف یہی مقصد نہیں۔ اس لئے کہ قدرت نے خود یہ شہدائی خواہشات آفر انسان میں کیوں رکھی ہیں اور تولد و تحاش کے سوا اس کا کیا مفاد ہے؟

بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مواقع پر صفت و مصمت کے مقابلہ اس کو ترجیح دی گئی ہے کہ تولد و تحاش کا سلسلہ بھی برقرار ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعری **رضی اللہ عنہ** سے مروی ہے، ایک صحابی نے آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم** سے دریافت کیا کہ ایک خواہصورت عورت ہے جس پر میرا دل آگیا ہے مگر اس کو بچہ نہیں ہوتا، کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے نفی میں جواب دیا، انہوں نے دوبارہ یہی سوال کیا، آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا: ایک

کالی بچہ پیدا کرنے والی عورت میرے نزدیک اس سینہ و جمیل سے بہتر ہے۔۔۔ اگر نکاح کا مقصد محض عفت و عصمت ہوتا تو ظاہر ہے اس مقصد کے لئے وہ عورت زیادہ مفید ہو سکتی تھی جس کے حسن نے ان کو متاثر کیا تھا لیکن آپ ﷺ نے اس پر ایک ایسی بچہ دینے والی عورت کو ترجیح دیا جو سونے تختہ اور معصیت کا دروازہ بند کرنے میں پہلی سے کم تر ہے۔ اس لئے اور خلق شامی حنفی نے اسے بچہ دینے کے لئے کھانا کھا لینے کا اولین مقصد توالد و تناسل ہے اور عفت و عصمت ثانوی درجہ میں مقصد نکاح ہے، چنانچہ رقم طراز ہیں:

ان الشارح قصد بالنكاح مثلاً التماسا أولا ثم يتبعه التعلف مما حرم الله او نحو ذلك۔

ترجمہ: ”نکاح سے شارع تعلی کا اولین مقصد توالد و تناسل ہے پھر اس کے ذیل میں مگر ہوں سے پاک دائمی پاس بھی دوسری چیزیں آتی ہیں۔“

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام کی نگاہ میں نکاح کا اولین مقصد توالد و تناسل ہے تو ظاہر ہے کہ وہ تمام صورتیں اختیار کرنا ممنوع ہوں گی جن کی وجہ سے مرد یا عورت کی مسلمی صلاہیت معطل ہو جائے، اور یہ اسلام کے اس بنیادی اصول اور گہرے فطرت سے نکلنے کے مرادف ہو گا۔

۳) تغیر خلق

قرآن نے تغیر خلق کو شیطان کی اتباع قرار دیتے ہوئے اس سے منع کیا ہے ضبط ولادت کی تحریک بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ ”تغیر خلق سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرات نے جسم کی ساخت میں تبدیلی اور کات چھانٹ کو ”تغیر خلق“ قرار دیا ہے دوسری رائے یہ ہے کہ جسم کے کسی حصہ سے وہ کام لینا جو اس کے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے، تغیر خلق ہے، مثلاً مردوں کا باہم انسانی خواہشات پوری کرنا، تیسری رائے یہ ہے کہ فطرت اور عقل کے تقاضوں کے خلاف جو کچھ کیا جائے ان سب کو تغیر خلق کہیں گے جیسے چاند، سورج کی پرکشش کرنا اور چاندھی رائے یہ ہے کہ یہ فطرت یعنی اسلام سے انحراف کا نام تغیر خلق ہے۔ چنانچہ علامہ دھرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وتغيير هو خلق الله فقاء عين الحامی واعفائه عن الموكوب وقيل الخصاء وقيل هي فطرة الله التي هي دين الاسلام۔“

ترجمہ: ”اور اللہ کی تخلیق میں ان کی تغیر اور رد و بدل یہ تھی کہ وہ لوہے کی آنکھ پھوڑ ڈالتے اور اس پر

سواری ترک کر دینے اور ایک قول یہ ہے کہ مردوں کو آنا نہ جاتا اللہ کی خلقت میں تغیر ہے اور ایک قول کے مطابق خلق اللہ سے یہیں فطرت یعنی اسلام مراد ہے۔

یہی اقوال مفسر آلوسی رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ متوفی ۱۲۸۰ھ کا بھی تفسیر و اضافہ متوفی ۱۲۹۲ھ اور تافسی ثناء اللہ بانی جی ۱۳۲۵ھ نے بھی نقل کئے ہیں۔

ایک صاحب نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسعودی تغیر خلق کے زمرے میں نہیں آتی آخر اللہ کر قول کو ترجیح دی ہے لیکن غور کیا جائے تو ”تغیر خلق“ کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے اتنا وسیع ہے کہ مذکورہ بالا تمام اقوال اس سے مراد لئے جاسکتے ہیں اور ان میں باہم کوئی تضاد نہیں ہے اور اگر کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے ہی پر اصرار ہو تو آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ یہاں تغیر سے جسم کی ساخت میں تبدیلی مراد ہے، چنانچہ پوری آیت یوں ہے:

”وَلَا مَوْلٰیہُمْ فَلِلّٰہِ کُلُّ الذِّانِ لَا تَعْلَمُہُمْ وَلَا مَوٰنِعُہُمْ فَلِیُغْیِبُہُمْ عَنِ عِلْمِہِ اللّٰہُ“

ترجمہ: ”اور ہم ان کو نہ سمجھیں گے تو وہ جانوروں کے کان پر اذان دالیں گے اور ہمارے علم سے اللہ کی خلقت میں تبدیلی کر دیں گے۔“

یہاں تغیر خلق کا ذکر کرنے سے پہلے جانوروں کے کان پر اذان دینے کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن نے جس ”خلق“ میں تغیر کی مذمت کی ہے اس سے مراد جسمانی اور ظاہری ساخت ہے اس طرح یہ آیت پوری طرح موجودہ مسعودی پر صادق آتی ہے۔

بہر حال مفسرین نے اس کی جو تفسیر کی ہے اور قرآن میں جس موقع پر اس کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مجموعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی بھی چیز میں ایسی تبدیلی جس سے اس کی خلقت کا اصل مقصد فوت ہوتا ہو، یا اس سے ایسا کام لینا جو اس کے فطری لواظوں کے خلاف ہو ”تغیر خلق“ ہے۔ اور خاندانی منصوبہ بندی کا حاصل بھی یہی ہے کہ مرد و عورت میں فطری طور پر تو اللہ و تاسیل کی جو صلاحیت ہے اور اس صلاحیت کا جو فطری کشش ہے اسے پرانہ کر کے محض نفس کی ہوس پوری کر لی جائے اور افراد انسانی نسل سے روک دیا اختیار کی جائے۔

شاہ ولی اللہ رَحْمَہُ اللہُ عَلَیْہِ م ۱۷۰۲ھ نے تغیر خلق کی جو تفسیر کی ہے اس نے تو اس مسئلہ کو دور دورہ چار کی طرح واضح کر دیا ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”توالد و تکامل کا سب سے بڑا ذریعہ، سب سے بڑا سبب اور توالد و تکامل پر آباد کرنے والی چیز

نفسانی خواہش ہے، یہ شہوت گویا ان پر مسلط ہے جو ان کو اضافی نسل پر مجبور کرتی ہے چاہے وہ اس

کو پسند کریں، تا پسند۔ پس لڑکوں سے جنسی خواہشات کی تکمیل اور عورتوں سے غیر فطری راہ سے جماعت کی رسم چل جانے میں اللہ تعالیٰ کے خلقت کو تبدیل کرنا (تغییر خلق اللہ) ہے اس لئے کہ اس طرح اس نے ایک ایسی چیز کو جو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کی گئی تھی اس سے روک دیا ہے، اسی طرح اعضاء کامل کا کاٹنا اور بہائیت اختیار کرنا، اللہ کی تخلیق میں تغیر اور قدرت کے مقابلہ قیادہ کامل کو کھیل دیا ہے۔" ۱۱

تغییر خلق کی اس تشریح کے بعد ان تمام اعتراضات کی بزرگت چلتی ہے جو جانوروں کے اختصار، خفہ، عمل جراثیمی (آپریشن) یا اس قسم کے بعض دوسرے جڑی مسائل کو لے کر اٹھائے جاتے ہیں، اس لئے کہ یہ تمام چیزیں وہ ہیں جس سے اس کے اصل مقصود میں نقص پیدا ہونے کے بجائے کمال پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے قدرت کے خفا، تخلیق کو کوئی نقص نہیں نہیں ملتی، جانوروں کا گوشت آلود ہو جانے کے بعد لذیذ ہو جاتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو اس میں ایک خاص قسم کی نا پسندیدہ بو پیدا ہو جاتی ہے اسی لئے جانوروں کا اختصار درست نہیں ہے جن کے گوشت کھائے نہیں جاتے۔ امام نووی رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کیا جانور جو نہ کھایا جا تا ہو، گوشت کم سنی میں آلود کرنا درست ہے اور نہ بڑے ہونے کے بعد، البتہ کھائے جانے والے جانور کو کم سنی میں آلود کرنا درست ہے، اس لئے کہ اس سے گوشت کو خوش ذائقہ بنا دیا جاتا ہے۔" ۱۲

خفہ کے بارے میں شرحین لکھتے ہیں کہ یہ صحت کا محافظ ہے، صحتی تعلق میں طرفین کے لئے زیادہ اطمینان کا باعث ہے اور اس کی حیثیت اسلامی شعائر کی بھی ہے، فرض عمل جراثیمی سے مقصود اس کے فراہم نظرت کی تکمیل ہے نہ کہ اس میں تہمتیں۔

ایک صاحب نے اس سلسلہ میں "رضاء ورجحان" اور "رضاء وشیطان" کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔ یعنی اگر تغیر تبدیل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس کے پیچھے شیطانی وساوس و اغراض کا درکار ہوں تو حرام ہے۔ مثلاً خفہ چون کہ "رضاء ورجحان" کے لئے ہے اس لئے درست ہے، لہذا اگر مسجد کی اس راہ سے ہو کہ اپنے لم بجوں کی گچی تعمیر وتر بیت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس امانت کی شرعی طور پر پروش کریں گے تو ایسا کرنا درست ہوگا۔

لیکن یہ دو وجوہ سے خطا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ نہایت بجائے خود درست ہے اور اس کے پیچھے "رجحان" کی طوفانی حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہے، تو بھی اس اصول کو پیش نظر رکھا

چاہیے کہ محض نیت کی پاکیزگی اور انفرادی کسی قصداً کام کو صحیح نہیں جاسکتا اور کوئی دوسرے کام محض نیت کی وجہ سے درست نہیں ہو سکتا، نیت کا اعتبار وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی کام بذات خود شریعت کی نگاہ میں ناجائز نہ ہو۔ جیسے مباحات، وہاں نیت اور ارادہ سے افعال پسندیدہ، ناپسندیدہ ہوتے ہیں، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ نیت کا اعتبار صرف مباح اور ناجائزوں میں ہوگا، ان پنجم مصری (محتوی ۷۷۷) لکھتے ہیں:

مباحات کا وصف (اس کا پسندیدہ یا پسندیدہ ہونا) نیت اور ارادہ کی وجہ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے، لہذا جب کسی مباح سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور قرب الہی کی نیت کی جائے تو وہ مباحات قرار پائے گی، جیسے کھانا، پینا، معاش کی تلاش اور بیوی سے ہم بستری۔

اگر محض نیت کی وجہ سے کسی دوسرے کام کو درست قرار دیا جائے تو پھر حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے درمیان قصداً امتیاز کھینچنے والی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، اور ہر خطا کار اپنی غلطی پر "نیت" کا دھندہ زیب اور دل فریب حلاف چڑھالے گا۔ ہر ایک شخص اطمینان کے ساتھ کہے گا کہ میں سو اس لئے لیتا ہوں کہ اس کے ذریعہ دینی ادا دوں، دینی تحریکیں اور اسلام کے اعلیٰ مقاصد کی مدد کروں، آپ سو پر فخر نہ کیجئے، میرے قصداً ارادہ کی پاکیزگی پر غور فرمائیے۔ دوسرا شخص کہتا ہوگا اور کہے گا کہ میری چوری اور مال و اسباب کی لوٹ و خارت ساری کا مقصد غریبوں کی مدد و اعانت ہے اور ظالم سرمایہ داروں سے فراہم کا حق وصول کرنا ہے۔ تو کیا محض نیت کی وجہ سے یہ ناروا افعال "مبرا" قرار پائیں گے۔ اگر نہیں اور جتنے نہیں تو پھر "تغیر مطلق" جس کے دوسرے ہونے کی تصریح خود قرآن مجید نے کر دی ہے، محض "حسن نیت" کی وجہ سے کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟

دوسرے یہ بات بھائے خود قاتل غور ہے کہ کیا اس تحریک کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنا ہے؟ غربت و افلاس کے دہم میں جتنا ہو کر بچوں کی پرورش کے خوف سے اور معیار زندگی زیادہ سے زیادہ بلند کرنے کی بھوس میں اچھے والی اس تحریک میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو کیا دخل ہے؟ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہے یا دل میں بیٹھے ہوئے اس شیطان کی تدبیر راحت و آسائش پر "صل من مزید" اصل من مزید؟ "کاغزوہ لگا رہتا ہے؟۔" پیٹ پر چتر باندھنے والے، ہڈیاؤں پر سونے والے اور آسمان کے سائے میں رہ کر اپنی زندگی کاٹ دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی جماعت سے بڑھ کر کبھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ دکھائے، لیکن انہوں نے اس غربت و افلاس کے باوجود فراتہ تعالیٰ کی رضا مندی کا یہ آسان اور راحت پسند نسخہ کیوں استعمال نہیں کیا؟

(۴) ضبط ولادت کے اخلاق سوز اثرات

بعض چیزیں بذاتِ جانہ جانہ ہیں، لیکن ان سے پیدا ہونے والے اثرات نہایت مضر اخلاق ہوتے ہیں اور ان سے بہت سے فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے، ایسی صورتوں میں ان مقاصد کے سدھاپ کے لئے شریعت ایسی مباح چیزوں سے کی منع کر دیتی ہے، اسی لئے خود زنا سے روکنے کے لئے شریعت نے نہ صرف زنا بلکہ دواہی زنا سے بھی نچنے کی پہلی تاکید کی ہے قرآن نے اس سے روکنے ہوئے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ”لا تقربوا الزنا“ .. ”زنا کے قریب بھی نہ چلو“ .. ”لا تقربوا“ کے لفظ سے یہی مقنا منظور ہے کہ ان حرکات سے بھی دور رہا جائے جس سے آگے چل کر محبت و صحت کے خروج ہونے کا اندیشہ ہو، حدیث میں جو آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا، کانوں کا زنا سنا، غصے کا زنا طواغیت اور آرزو ہے اور آخر میں انسان کا انتہائی عمل اس کی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے، وہ دراصل اسی کی تخریب ہے۔

مباحات بجائے خود مباح ہیں اور ان کو کتنا دور پھوڑنا دونوں جانے ہو لیکن علامہ ابو الخلیف شافعی رحمہ اللہ کا حنفی موقف یہ ہے کہ اگر مجموعی حیثیت سے وہ خیر کا ذریعہ بنتا ہو تو شرعاً مطلوب قرار پائے گا اور شرک کا ذریعہ بنتا ہو تو اس سے اجتناب مطلوب ہوگا۔

”وعلى الجملة فإذا افترض ذريعة الى غيره فحكمه حكمه ذالك الغير“ ..
 ترجمہ: ”معمول یہ ہے کہ جو مباح دوسری چیز کا ذریعہ بنے گا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو اس دوسری چیز کا ہے۔“

اور فقہ مالکی میں قرآنی غلطی پر ”سد ذریعہ“ کے ۴ سے ایک مستقل فقہی ماخذ ہے۔

لہذا ضبط ولادت کو اگر بذاتِ مباح تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کے جو اثرات رونما ہوئے ہیں اور اب تک کے تجربات سے اس کے ذریعہ پھیلنے والی جن اخلاقی برائیوں کا پتہ چلا ہے وہ بجائے خود اتنی تشویش انگیز اور آنکھیں کھول دینے والی ہیں کہ اگر اور کوئی دلیل نہیں ہوتی تو محض ان مقاصد کا دروازہ بند کرنے کے لئے ہی اس تحریک کو تادمست قرار دیا جاتا۔

اب تک جن ممالک میں اس تحریک کو فروغ ملا ہے اور وہاں اس تحریک نے کم از کم جو آثار پھوڑے ہیں، وہ

یہ ہیں:

① زنا فاشی کی کثرت اور اس کی وجہ سے عریانییت اور بے حیائی کا بڑھتا ہوا رجحان۔

سہ ماہی کے جن جن میں اوسطاً ۴۰ فیصد ذکیاں شادی سے پہلے ہی حاملہ ہو چکی تھیں اور یہ اس بڑی تعداد کے علاوہ بہت سے نوجوان حمل اور بہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اس بوجھ سے سنبھال کر رہ چکی تھیں۔^{۱۱}

فرانس میں ایک تحقیق کے مطابق ۹۰ فیصد شادیوں میں جن میں فریقین کے مابین قبل از نکاح تعلقات پیدا ہو چکے ہوتے ہیں ۱۹۵۰ء میں فرانس کے میڈیکل بورڈ نے پورے فرانس کے بارے میں احکامات کیے کہ اس کی گود میں ایک بھی با صحت عورت نہیں ہے جو رائل فرانس کو اس پر فخر ہے فرانس کی معاشرتی حالت کو ایک فرانسیسی جج "روسل سنوٹ" کے الفاظ میں یہ ہے کہ چاروں میں آٹھ افراد صحت فروری عورتیں اپنے بچوں یا مکانوں سے نکل کر شہر ہوتے ہی اپنا کاروبار شروع کر دیتی ہیں اور وہ پھر سے ہی دو چار عورتیں مراکوں پر اٹھ آتی ہیں۔ یہ بات اس بڑا عورتوں کا تقریباً پانچویں بڑا کالج ملے ہوئے ہیں۔^{۱۲}

لڈیجی ملک ہونے کے باوجود لڈیجی ہمارے ملک ہندوستان میں حالیہ امر جنسی کے دوران قریب ضبط ولادت کے زور پکڑنے کا بخیر عمل ہوا۔ یہ ہے کہ صرف مہ راشٹر میں جن عورتوں نے اسکا عمل کرانے ہیں ان میں تین چار سے زیادہ کوکھاری، دو سے زیادہ بیٹیاں اور تین سو سے زیادہ ایسی عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں سے علیحدہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔^{۱۳}

طلاق کی کثرت

مرا و عورت کے درمیان تعلقات استوار رکھنے میں پہلے بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں اور بہا و قات صرف ان کی وجہ سے ان وقت تعلقات بنائے دیکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی بات نہ ہوتی ہے۔ اگر نکاح کا مقصد دو افراد کے مل کے بجائے شخص اپنی لطیف خواہشات کی تکمیل ہوا تو منطقی طور پر تعلقات میں وہ استحکام اور پائیداری پاتی نہیں رہے گی اور طلاق و طفرائی کی کثرت ہوگی۔

مغرب میں (جہاں اس تحریک کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے) اس طرح یہ مرض بڑھتا جا رہا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ میں ہر چار شادیوں میں سے ایک طلاق پر ختم ہوتی ہے۔^{۱۴} امریکہ کے ایک "جرنل" نے لکھا ہے کہ "عورتوں اور مردوں کے جنسی رویے پر ایک کتاب لکھی ہے، ان کی تحقیق و تجربہ کے مطابق انکی وہاں کی شادیوں میں ۳۵۰۰۰۰ فیصد طلاقیں ہو چکی ہیں۔^{۱۵} اور ایک کمیٹی کے مطابق ۱۹۷۰ء کی ویکلی ششماہی میں امریکہ میں ۹۸۰۰۰ شادیاں ہوئیں اور ۵۲۸۰۰۰ طلاقیں ہوئیں اور اندازہ کیا گیا کہ امریکہ میں ہر منٹ میں دو طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔^{۱۶}

۱۱۔ فریڈ ہون، "عورت اور مرد معاشرہ میں" نئی دہلی، ۱۹۷۰ء

۱۲۔ فریڈ ہون، "عورت اور مرد معاشرہ میں" ۳۹۸، "عورت اور مرد معاشرہ میں" ۱۹۷۰ء

برطانیہ میں ۱۹۳۶ء میں ۳۰۳ عطلاق کے واقعات ہوئے جب کہ دس سال بعد ۱۹۶۶ء میں عطلاق کی تعداد ۶۰ ہزار سے بھی تجاوز ہو گئی تھی۔۔۔ اور سروے کے مطابق اس طرح عطلاق لینے والوں میں دو تہائی سے اوپر جوڑا لیا کی ہے۔^{۱۰}

سوویت روس (موسم) میں ایک روسی ڈائجسٹ کے بیان کئے ہوئے اعداد و شمار کے مطابق روزانہ اوسطاً دو ہزار عطلاق کے واقعات ہوتے ہیں اور ہر تین میں ایک شادی عطلاق پر ختم ہوتی ہے۔۔۔ یہی حال کم و بیش ان تمام ممالک کا ہے جہاں خاندانی منصوبہ بندی کو ایک کہا گیا ہے۔

ہوس اور خود غرضی

تیسرے اس تحریک کے نشوونما پانے سے اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی ہوس میں پیش و عشرت کی لگن اور خود غرضی کے جذبہ کو بڑھا دیتا ہے، یہ انسان کو اتنا غور و غرض اور پیش و غرض کے نشہ میں سرشار کر دیتا ہے کہ فطرت نے اس کے سینہ میں ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت کا جو دامن فرجہ پر رکھا ہے اور جس کے تحت انسان چاہے نہ چاہے اپنے بال بچوں کی پرورش و پرورش و پرورش پر گویا طبعاً مجبور ہے وہ انہیں بھی اس سے نفرتی جارتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر خود غرضی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس اپنے رحم میں چنے والے بچہ کو اپنی تن آسانی کے عنوان میں درگزر کر دینے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہ کرے؟

جہاں جہاں یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے وہاں استقامت مل کرانے کا ارتقا ان حیرت انگیز حد تک بڑھتا جا رہا ہے، تازہ ترین تخمینہ کے مطابق امریکہ میں ہر چھ گھنٹہ پر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے۔۔۔ انگلستان میں تقریباً ایک لاکھ اور شش ہر سال استقامت مل کرانے کی سروسے رپورٹ ہے جب استقامت مل کرانے کو قانوناً جواز حاصل نہ تھا۔ اور خود ہندوستان میں صوبہ مہاراشٹر میں ۱۹۷۱ء میں قانونی استقامت مل کرانے کا اوسط پانچ سو سے کم تھا جب کہ ۱۹۷۱ء میں یہ تعداد بڑھ کر تین ہزار کے لگ بھگ ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ بچوں سے فحش اور بے احتیاطی کا یہ عالم ہے کہ ایک تخمینہ کے مطابق برطانیہ میں ہر سال پندرہ سو لاکھ بچے پیدا کرنا مقرب ہو جاتی ہیں۔^{۱۱}

ظاہر ہے جس شخص کے سینہ میں اپنے پیٹ میں چنے والے بچوں کے لئے اتنی ہی جگہ باقی نہیں رہے کہ وہ اس کی پرورش و پرورش کرے اور اس کو اپنے ساتھ کھائے، پہنائے بھلا وہ کب اپنے قلب میں اتنی وسعت پائے گا کہ وہ سوسائٹی کے دوسرے لوگوں کی مدد کرے اور ان کے درد کی دوا دے؟

۱۰۔ غریب خان، ص ۳۹۰ ۱۱۔ اعداد و شمار، ص ۳۹۰ ۱۲۔ اعداد و شمار، ص ۳۹۰ ۱۳۔ اعداد و شمار، ص ۳۹۰

۱۴۔ غریب خان، ص ۳۹۰ ۱۵۔ غریب خان، ص ۳۹۰ ۱۶۔ غریب خان، ص ۳۹۰

یہ ہیں ضبط وادارت کی تحریک کے ادنیٰ کرشمے کہ جہاں جہاں اس نے قدم بھایا ہے وہاں وہاں اس کے یہ فتوے قدم عمل آنکھوں، دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان شواہد سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ یہ اخلاقی کمزوریاں اور بے حیہ پس اگر اس تحریک کے فروغ کے بعد یقینی نہیں ہے تو کم از کم "امریکان غائب" کے درجہ میں ضرر رہا ہے اور شریعت نے ان چیزوں کو بھی جن سے کسی برائی کا پھیرا ہونا یقینی ہو یا اس کا ضمن غائب ہونا جائز قرار دیا ہے۔ یہ مفاسد بچائے خود اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام میں ایسی تحریک کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ چند بنیادی اصول ہیں جو اس مسئلہ کی صحیح فہمیت دیکھنے کے لئے ابتدائی مقدمات کی حیثیت رکھتے ہیں اور خالی ملامت کا غائب حق کے لئے یہی امور اس سلسلہ میں شریعت کا نقطہ نظر دیکھنے کے لئے کافی ہیں!

فقہ اسلامی کی روشنی میں

اس مختصری گفتگو کے بعد اب ہم اس مسئلہ پر خالص فقہی حیثیت سے بحث کریں گے اور فقہاء اسلام کی آراء اور ان کی مستند کتابوں میں مذکور فقہی نقطہ نظر کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیں گے۔

اب تک ضبط وادارت کے لئے وہ عمل لائی جانے والی جو صورتیں سامنے آئی ہیں وہ دو پانچ ہیں:

- ① جس میں مرد کا مادہ منویہ عورت کے رحم تک پہنچنے ہی نہ دیا جائے جیسے خرواج، لوبہ وغیرہ کا استعمال۔
- ② مادہ منویہ تو رحم میں داخل ہو جائے لیکن مانع حمل ذرائع کا استعمال کر کے استقرا اصل روک دیا جائے جیسے مانع حمل اور یہ کا استعمال۔
- ③ استقرا اصل کے بعد تکمیل خلقت سے پہلے یا اس کے بعد اصل کا استقرا۔
- ④ نسدی یعنی مرد یا عورت کا ایسا آپریشن جس کے ذریعہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہے۔
- ⑤ زہی سے خاص ایسے ایام میں مباشرت کی جائے جب طبی تحقیق کے مطابق اس کو حمل نہ بھر سکنے کا غالب امکان ہو۔

عزل اور اس کی متمائل صورتیں

مسئلہ کی پہلی صورت یہ تھی کہ مادہ منویہ ہی کو خارج کر دیا جائے اور ایسی شکل پیدا کر دی جائے کہ مادہ عورت کے رحم میں پہنچنے ہی نہ سکے، گزشتہ زمانہ میں اس کیلئے عزل کی صورت اختیار کی جاتی تھی، وہ روایات میں بھی اس کا

۱۔ اصول الفقہ (مختصری جلد ۱) ۳۷۸

عزل سے مراد یہ ہے کہ مباشرت کرتے وقت جب ازال ہونے کے قریب آئے تو مرد اپنا آکر کامل نکال لے اور مادہ منویہ عورت کی خرواج و نسد نہ کرنے دے۔

تذکرہ ملتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عزل کرنا ثابت ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلے میں جو احادیث مروی ہیں ان سے مختلف قسم کے احکام معلوم ہوتے ہیں بعض احادیث سے ظاہر کہ بہت جواز معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے:

”كُنَّا نَعْمَلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ“۔^۱

ترجمہ: ”نزل قرآن کے زمانہ میں بھی ہم لوگ عزل کیا کرتے تھے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں یہ مضمون قدس و وضاحت سے آگیا ہے کہ:

”كُنَّا نَعْمَلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ نَبِيَّ اللَّهِ فَلَمْ يَنْهِنَا“۔^۲

ترجمہ: ”ہم لوگ عہد رسالت میں عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔“

بہت کچھ احادیث میں ایسی تعبیر اور ایسا لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے جو عزل کی حرمت کو ظاہر ہے چنانچہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ فِي الْمَسْأَلَةِ لَمَّا سَأَلُوهُ عَنِ الْعِزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ذَلِكَ

الْوَادُ الْخُلْيُ وَهِيَ إِذَا الْعَوْدُ وَدَّةٌ سَلَّتْ“۔^۳

ترجمہ: ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کچھ لوگوں کے بیچ

میں شریف فرماتے پھر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا وہ ایک وجہ میں بچہ کو زندہ دفن کر دینا ہے اور قرآن کی اس آیت (اِذَا

الْمَوْءُودَةُ سَلَّتْ) کا مصداق ہے۔“

حضرت اسلم بن زید رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، آپ نے دریافت فرمایا:

کیوں عزل کرتے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے بچوں پر زور کرتا ہوں، یعنی مجھے اندیشہ ہے کہ بچن مار میں رہنے والے

یا شیر خوار بچہ کو استمراء مل کی وجہ سے نقصان پہنچ جائے گا، آپ نے فرمایا اگر عزل نہ کرنا ضرر رساں ہو تو نقصان وہ

ہوتا تو آدم اور نارس وائل کو نقصان نہ پہنچتا؟

بعض احادیث سے عزل کی کراہت معلوم ہوتی ہے مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کی اجازت مانگی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہوں گا) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے ابھی مذکور ہو چکی کہ ”کمان بکرو العزل“ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے ”ہی الموءودة الخلیفۃ“۔ (عزل چکے درپے میں ترکہ درگور کر دیتا ہے) اور ایک روایت میں ”موؤدة صغریٰ“ کا لفظ ہے۔ ایک مجمل القند تابعی ابن اسلوب رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کرتے ہیں ”کمانا ینکروان العزل“۔ وہ دونوں عزل سے منع کیا کرتے تھے) ہولندہ باہلی عزل کے سلسلہ میں ایک مسائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ”ما حکمت اوی مسلما بقلعہ“ (میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان بھی ایسا کر سکتا ہے) خود اسامین فقہاء احناف بھی اس کے معترف ہیں، ابن حنبل اسی مسئلہ کے متعلق مشائخ حنفیہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فی بعض أحوال المشتایح الکراۃ ولی بعضها عدمھا۔“^۱

ترجمہ: ”عزل کے سلسلہ میں بعض مشائخ حنفیہ کا جواب مقبول ہے کہ مکروہ ہے اور بعض کی رائے ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔“

مشہور حنفی فقہ طاہری قادری، حدیث کے اس فقرہ ”ذلک الواد الخلیفۃ وہی اذا الموءودة مسئلت“ کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قیل ذلک لا یدل علی حرمة العزل بل یدل علی کراہیئہ۔“^۲

ترجمہ: ”جواب دیا جائے گا کہ حدیث کا یہ فقرہ عزل کی حرمت پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ محض مکروہ ہونے کی دلیل ہے۔“

عزل کے سلسلہ میں اب تک جو کچھ لکھا گیا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سلف اور فقہاء مجتہدین عام طور پر کم از کم اس کی کراہت کے ضرور قائل ہیں، اور روایات کے لب ولہجہ اسلام کے معاشرتی اور تمدنی حرائج اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اب عزل کی موجودہ متبادل صورتوں کے سلسلہ میں کسی نتیجہ تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ عہد رسالت میں کئے جانے والے عزل اور موجودہ طریق کار کا تقابلی جائزہ لیا جائے، اس سلسلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں:

❶ کسی مکروہ کام کو پھر گرام سازی اور ہشاد پلچاننگ کے ساتھ عمل میں لانے کا بھی کیا وہی حکم ہے جو انفرادی طور پر کسی کام کو کرنے کا ہے؟

۱۔ المعطلی ۷/۸، ۲۔ المعطلی ۷/۸، ۳۔ المعطلی ۷/۸، ط دارالافتاء

الحدیثہ بیروت، ۴۔ تاج القدر ۸/۲، ط دارالفکر بیروت، ۵۔ ملاء علی قادری، مرقاة المفاتیح ۱/۲۳

۵ احادیث سے کہن مواقع پر عزال کا ثبوت ملتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عزال اور موجودہ زمانہ کی اس تحریک میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عزال اور موجودہ عہد کی اس تحریک کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو ان دونوں میں ایک بڑا فرق یہ نظر آتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ مسئلہ کسی تحریک اور پروگرام کی صورت میں نہ تھا بلکہ محض ایک ذاتی اور انفرادی مسئلہ تھا، اجتماعی بنیاد پر نہ اسے الحام دیا جاتا تھا اور نہ اس کی تہذیب دی جاتی تھی، لیکن آج یہ مسئلہ شخصی اور انفرادی حدود سے آگے بڑھ کر اجتماعی اور سماجی صورت اختیار کر گیا ہے اور چند ممالک کو مستثنیٰ کر کے بین الاقوامی سطح پر بڑے زور و شور سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ملک کا ہر فرد اپنے آپ کو اس پروگرام میں شریک کرے۔

کسی کام کا مخصوص حالات میں کسی کا کر لینا اور بات ہے اور اسی کو جماعتی سطح پر منصوبہ بندی اور "تحریک" کی صورت میں رواج دینا بالکل دوسری چیز ہے، ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو انفرادی طور پر جائز ہیں مگر انہیں کو اجتماعی سطح پر اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

اسلامی قانون میں انفرادی اور اجتماعی، ذاتی اور سماجی حالات کے تحت بھی بہت سے احکام بدل جاتے ہیں اور فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں اس موضوع پر اسے شواہد موجود ہیں کہ اگر ان کو ملح کر دیا جائے تو بھائے خود ایک مقالہ ہو جائے، فقہاء نے لکھا ہے کہ مستحبات انفرادی حیثیت سے تو محض مستحب ہیں، ان کا کرنا بہتر ہے اور نہ کرنے پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اجتماعی حیثیت سے واجب ہیں اور اس سے بے اعتنائی پر فوج کشی کا اقدام بھی کیا جاسکتا ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹ھ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ اذان نہ دینے پر اکتفا کریں تو ان سے جہاد کیا جائے گا، بعض فقہاء احتلاف نے اس سے یہ سمجھا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اذان واجب ہے لیکن درحقیقت یہ "اجتماعی" طور پر ایک ملت کو چھوڑ دینے کی سرزنش ہے، بعض چیزیں ذاتی اور انفرادی حیثیت سے مباح اور جائز ہیں، البتہ بہتر طریقہ کے خلاف (خلاف اولیٰ) ہیں، اس لئے ان سے اجتناب ضروری نہیں ہے، لیکن اجتماعی طور پر ان کا مسلسل ارتکاب درست نہیں، چنانچہ قاضی ابوالحسن باوردی کی رائے کے مطابق اگر کسی گاؤں کے لوگ نواز دھت کے آفر میں بڑھتا ملے کریں تو ان کو اس سے روکا جائے گا اور اس کے لئے قانون کی تیار استعمال کی جائے گی، فقہاء احناف کے یہاں اگر بھی ایسا تھا تو ایک ہی مسجد میں دو جماعت کر لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن اس کی عادت بنالینا اور ایک جماعت کا اس طرح کرنے لگنا درست نہیں ہے، ابوحنبل شافعی نے "المواظقات" میں اس موضوع پر بڑی واضح بحث کی ہے۔ بالفرض کسی چیز کا ذاتی اور انفرادی حیثیت سے جائز ہونا اجتماعی طور پر اس کی دلیل نہیں کہ اجتماعی اور قومی سطح پر بھی یہ جائز ہی ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اگر خوف معاش سے عزل کی اجازت دی ہے تو وہ آخرائی ضروریات کے قائل نظر دی ہے نہ کہ ایک تحریک اور اجتماعی عمل کی صورت میں، سوال یہ ہے کہ کیا معاشرہ میں ہر آدمی فقر و افلاس میں مبتلا ہے، اگر نہ تو لوگ ایسے غلام مست ہیں جو مان جویں کے محتاج ہیں تو اسی دنیا میں ایسے دلویش دینے والوں کی بھی کمی نہیں ہے جن کو خرچ کرنے کا ہر مصرف نہیں ملتا۔ پھر یہ یہ کوئی معقول بات ہوگی کہ تمام ہی لوگوں کو بلا امتیاز استطاعت و وسعت ضبط تولید کی دعوت دی جائے نہ یہ اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ ہے اور نہ عقل و دانش کے مطابق۔

صوبہ گرام رحمۃ اللہ علیہ کن مقاصد کے تحت عزل کیا کرتے تھے؟ اس سلسلے میں امامیہ میں کئی باتوں کا تذکرہ یا اشارہ ملتا ہے۔

① اسلام میں بچی کی طرح باندی سے بھی جنسی تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں لیکن اگر باندی اپنے آقا کے بچہ کی ماں بن جائے تو وہ فروخت نہیں کی جاسکتی، بسا اوقات اسی لئے عزل کیا جاتا تھا کہ باندی حاملہ نہ ہو اور اس کو فروخت کرنے کی گنجائش باقی رہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ:

”غزوہ بنی مصلط میں ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا، جس کے نتیجہ میں عرب کی شریف زادیوں ہماری قید میں آئیں اور لڑکی کی حیثیت سے ہمیں اپنے حصہ میں ملیں، تنہائی اور بچی سے دوری ہم لوگوں پر شافی گزردی تھی اور ہم لوگ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کو فروخت کر کے روپے کمائیں، اس لئے ہم لوگوں نے چاہا کہ ان سے طلبہ اندوز ہوں اور عزل کریں۔“

② دوسرے بچہ کی پیدائش سے حسن و جمال بھی متاثر ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی عزل کا ایک سبب ہوا کرتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن بشیر کی روایت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ:

آدی کے پاس باندی ہوتی جس سے وہ مہاشرت کرتا اور اسے یہ بات مانہند ہوتی کہ باندی حاملہ ہو جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عزل کی اجازت مانگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

میری ایک باندی ہے جو میری خدمت کرتی ہے، مجھے پانی پلاتی ہے، میں اس سے مہاشرت کیا کرتا ہوں اور مجھے اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں ہے۔

③ عزل سے بعض اوقات زیر حمل بچہ کو نقصان سے بچانا مقصود ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی

روایت میں ہے:

”ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی، اس نے کہا ”الشفق علی ولدھا“ میں اپنی بیوی کے (اندرون حمل) بچہ کے سلسلہ میں ڈرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ (عزل کے بغیر مباشرت) نقصان دہ ہوتی تو روم اور فارس والوں کو بھی نقصان پہنچاتی۔“

۳ عزل کرنے کا چوتھا سبب عورت کے حاملہ ہونے کی وجہ سے شیر خوار بچہ کے دودھ کے متاثر ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن بشر ہی کی روایت میں یہ فقرہ بھی موجود ہے جس سے اس کی طرف اشارہ ہے:

”کسی شخص کی بیوی دودھ پاری ہوتی ہے، بھر وہ اس سے جماع کرتا ہے اور اس بات کو نا پسند کرتا ہے کہ عورت حاملہ ہو۔“

عبدالرحمن بن بشر نے ان الفاظ میں عزل کے جس سبب کی طرف اشارہ کیا ہے وہ غالباً یہی ہے کہ حاملہ ہونے کی وجہ سے عورت کے دودھ بند ہو جانے اور شیر خوار بچہ کو ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ احادیث میں ثابت شدہ صورتوں کے علاوہ دوسری صورتوں میں بھی عزل یا اس کی متبادل صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث میں جن صورتوں کا ثبوت ملتا ہے اس کے سوا کسی حالت میں بھی اس کو اختیار کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ خود روایات میں کہیں ابواب و وجہ اختیار نہیں کیا گیا ہے جس سے صریحاً یہ گنجہ میں آئے اور جس سے معلوم ہوتا ہو کہ صرف یہی صورتیں ہیں جن میں اس طریق کار کا اختیار کرنا جائز ہے اور اس کے سوا کسی مقصد کے تحت اس کا استعمال جائز نہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کب اس کا استعمال درست ہے اور کب نہیں؟ یہ متعین کرنے کے لئے شریعت نے ہم کو جو راہ بتائی ہے، اصول فقہ کی اصطلاح میں اس کو ”قیاس“ کہتے ہیں یعنی اس خاص چیز کے بارے میں شریعت نے ہمیں جو حکم دیا ہے معلوم کیا جائے کہ اس کا بنیادی سبب کیا تھا اور پھر جہاں جہاں وہ اسباب پائے جائیں ان تمام مواقع پر یہی حکم لگایا جائے۔

اصولیین نے قیاس کی جہاں اور بہت سی شرطیں بتائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر مقیاس پر یہ حکم نافذ ہو، تو قرآن و حدیث کے کسی فرمان یا اسلام کے مسلمہ اصول سے تعارض نہ پیدا ہو۔ یعنی اس خاص مسئلہ سے حقیقی کوئی ایسی شخص موجود نہ ہو جو اس قیاس کے منافی ہو۔

جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو ہمیں عزال کی نفس سے ثابت شدہ صورت اور فحش پلاننگ کے درمیان قیاس کی یہی شرط ملتی نظر آتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے اسلام کا سلسلہ اصول بخروج ہوتا ہے، اسلامی اعتقادات اور اسلام کے معاشرتی حوزان کو اس سے ہمیں کچھ نہیں ہے اور یہ تصور کہ پیدا ہوئے والوں کے خورد و نوش کا بار گراں کیوں کر برداشت کیا جائے گا اعداد و آیات سے کھلا تناقض رکھتا ہے، ہاں طبی فکر اس کا استہلال ایسے صحیح اور جائز مقاصد کے لئے کیا جائے جو اسلامی افکار سے کوئی ٹکراؤ نہیں رکھتا ہے تو ظاہر ہے اس کا استہلال جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً عورت کو کسی مہلک بیماری کا قوی اندیشہ ہو یا بچہ کی پیدائش سے طبی اندازے کی بناء پر عورت کو موت کا خطرہ لاحق ہو۔

یہاں عزال کے سلسلہ میں نیت اور مقصد کے اعتبار سے جو فرق کیا گیا ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کی بنیاد محض اپنی رائے پر ہے، اس حد تک خود امام غزالی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ کو بھی تسلیم ہے کہ نیت فاسدہ اور غلط مقاصد کے تحت عزال کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے عزال کے سلسلہ میں ایسی وہ صورتیں بتائی ہیں جو محض فساد نیت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔

یہ بات ہے کہ امام غزالی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ خود اس نیت اور ارادے کو کہ اعتدالی، مخرج سے بچنے کے لئے کم سے کم پیدا کیے جائیں، نیت فاسدہ تصور نہیں کرتے، محض خلاف ادنیٰ قرار دیتے ہیں، چنانچہ مقاصد عزال پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”عزال کا تیسرا محرک کثرت اولاد کی وجہ سے تلک حالی میں اضافہ کا خوف اور کسب معاش کے لئے دوڑ دوپ سے احتراز ہو سکتا ہے (یہ ممنوع نہیں ہے) لیکن فضیلت اس بات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی جو ضمانت لے رکھی ہے اس پر توکل اور بھروسہ کیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْأَرْضِ إِلَّا عَلَی اللّٰہِ ذَلِّلَتْ﴾ (زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو)۔“

امام غزالی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ کا طم و فضل اپنی جگہ مسم، بلکہ وہ اس سے بالاتر ہیں کہ ہم جیسے تلک والوں و تہی علم ہن کے کمالات کا اعتراف کریں مگر اس کے باوجود اسلام کے ان بنیادی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو مذکور ہوئے ہم مجبور ہیں کہ امام غزالی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ کی رائے کو تسامح اور نظرِ شہ پر محمول کریں۔

پھر اس سلسلہ میں اس تاریخی پس منظر کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں کسی اجتماعی منصوبہ

۱۔ ان کے حکم معمری کے لئے ان سے ہمیں مدد لینا ہوتا ہے۔ یہ سب سے پہلے استدلال کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ دیکھئے البیہر الوسیفی، ۲/۱۰۳

۲۔ لافا، ص ۱۱، ص ۱۲، ص ۱۳، ص ۱۴، ص ۱۵، ص ۱۶، ص ۱۷، ص ۱۸، ص ۱۹، ص ۲۰، ص ۲۱، ص ۲۲، ص ۲۳، ص ۲۴، ص ۲۵، ص ۲۶، ص ۲۷، ص ۲۸، ص ۲۹، ص ۳۰، ص ۳۱، ص ۳۲، ص ۳۳، ص ۳۴، ص ۳۵، ص ۳۶، ص ۳۷، ص ۳۸، ص ۳۹، ص ۴۰، ص ۴۱، ص ۴۲، ص ۴۳، ص ۴۴، ص ۴۵، ص ۴۶، ص ۴۷، ص ۴۸، ص ۴۹، ص ۵۰، ص ۵۱، ص ۵۲، ص ۵۳، ص ۵۴، ص ۵۵، ص ۵۶، ص ۵۷، ص ۵۸، ص ۵۹، ص ۶۰، ص ۶۱، ص ۶۲، ص ۶۳، ص ۶۴، ص ۶۵، ص ۶۶، ص ۶۷، ص ۶۸، ص ۶۹، ص ۷۰، ص ۷۱، ص ۷۲، ص ۷۳، ص ۷۴، ص ۷۵، ص ۷۶، ص ۷۷، ص ۷۸، ص ۷۹، ص ۸۰، ص ۸۱، ص ۸۲، ص ۸۳، ص ۸۴، ص ۸۵، ص ۸۶، ص ۸۷، ص ۸۸، ص ۸۹، ص ۹۰، ص ۹۱، ص ۹۲، ص ۹۳، ص ۹۴، ص ۹۵، ص ۹۶، ص ۹۷، ص ۹۸، ص ۹۹، ص ۱۰۰، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲، ص ۱۰۳، ص ۱۰۴، ص ۱۰۵، ص ۱۰۶، ص ۱۰۷، ص ۱۰۸، ص ۱۰۹، ص ۱۱۰، ص ۱۱۱، ص ۱۱۲، ص ۱۱۳، ص ۱۱۴، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۱۷، ص ۱۱۸، ص ۱۱۹، ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، ص ۱۲۲، ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۱۲۶، ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، ص ۱۲۹، ص ۱۳۰، ص ۱۳۱، ص ۱۳۲، ص ۱۳۳، ص ۱۳۴، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶، ص ۱۳۷، ص ۱۳۸، ص ۱۳۹، ص ۱۴۰، ص ۱۴۱، ص ۱۴۲، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، ص ۱۴۶، ص ۱۴۷، ص ۱۴۸، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۱، ص ۱۵۲، ص ۱۵۳، ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۱۵۷، ص ۱۵۸، ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، ص ۱۶۱، ص ۱۶۲، ص ۱۶۳، ص ۱۶۴، ص ۱۶۵، ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، ص ۱۶۸، ص ۱۶۹، ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، ص ۱۷۴، ص ۱۷۵، ص ۱۷۶، ص ۱۷۷، ص ۱۷۸، ص ۱۷۹، ص ۱۸۰، ص ۱۸۱، ص ۱۸۲، ص ۱۸۳، ص ۱۸۴، ص ۱۸۵، ص ۱۸۶، ص ۱۸۷، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹، ص ۱۹۰، ص ۱۹۱، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، ص ۱۹۶، ص ۱۹۷، ص ۱۹۸، ص ۱۹۹، ص ۲۰۰، ص ۲۰۱، ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، ص ۲۰۴، ص ۲۰۵، ص ۲۰۶، ص ۲۰۷، ص ۲۰۸، ص ۲۰۹، ص ۲۱۰، ص ۲۱۱، ص ۲۱۲، ص ۲۱۳، ص ۲۱۴، ص ۲۱۵، ص ۲۱۶، ص ۲۱۷، ص ۲۱۸، ص ۲۱۹، ص ۲۲۰، ص ۲۲۱، ص ۲۲۲، ص ۲۲۳، ص ۲۲۴، ص ۲۲۵، ص ۲۲۶، ص ۲۲۷، ص ۲۲۸، ص ۲۲۹، ص ۲۳۰، ص ۲۳۱، ص ۲۳۲، ص ۲۳۳، ص ۲۳۴، ص ۲۳۵، ص ۲۳۶، ص ۲۳۷، ص ۲۳۸، ص ۲۳۹، ص ۲۴۰، ص ۲۴۱، ص ۲۴۲، ص ۲۴۳، ص ۲۴۴، ص ۲۴۵، ص ۲۴۶، ص ۲۴۷، ص ۲۴۸، ص ۲۴۹، ص ۲۵۰، ص ۲۵۱، ص ۲۵۲، ص ۲۵۳، ص ۲۵۴، ص ۲۵۵، ص ۲۵۶، ص ۲۵۷، ص ۲۵۸، ص ۲۵۹، ص ۲۶۰، ص ۲۶۱، ص ۲۶۲، ص ۲۶۳، ص ۲۶۴، ص ۲۶۵، ص ۲۶۶، ص ۲۶۷، ص ۲۶۸، ص ۲۶۹، ص ۲۷۰، ص ۲۷۱، ص ۲۷۲، ص ۲۷۳، ص ۲۷۴، ص ۲۷۵، ص ۲۷۶، ص ۲۷۷، ص ۲۷۸، ص ۲۷۹، ص ۲۸۰، ص ۲۸۱، ص ۲۸۲، ص ۲۸۳، ص ۲۸۴، ص ۲۸۵، ص ۲۸۶، ص ۲۸۷، ص ۲۸۸، ص ۲۸۹، ص ۲۹۰، ص ۲۹۱، ص ۲۹۲، ص ۲۹۳، ص ۲۹۴، ص ۲۹۵، ص ۲۹۶، ص ۲۹۷، ص ۲۹۸، ص ۲۹۹، ص ۳۰۰، ص ۳۰۱، ص ۳۰۲، ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵، ص ۳۰۶، ص ۳۰۷، ص ۳۰۸، ص ۳۰۹، ص ۳۱۰، ص ۳۱۱، ص ۳۱۲، ص ۳۱۳، ص ۳۱۴، ص ۳۱۵، ص ۳۱۶، ص ۳۱۷، ص ۳۱۸، ص ۳۱۹، ص ۳۲۰، ص ۳۲۱، ص ۳۲۲، ص ۳۲۳، ص ۳۲۴، ص ۳۲۵، ص ۳۲۶، ص ۳۲۷، ص ۳۲۸، ص ۳۲۹، ص ۳۳۰، ص ۳۳۱، ص ۳۳۲، ص ۳۳۳، ص ۳۳۴، ص ۳۳۵، ص ۳۳۶، ص ۳۳۷، ص ۳۳۸، ص ۳۳۹، ص ۳۴۰، ص ۳۴۱، ص ۳۴۲، ص ۳۴۳، ص ۳۴۴، ص ۳۴۵، ص ۳۴۶، ص ۳۴۷، ص ۳۴۸، ص ۳۴۹، ص ۳۵۰، ص ۳۵۱، ص ۳۵۲، ص ۳۵۳، ص ۳۵۴، ص ۳۵۵، ص ۳۵۶، ص ۳۵۷، ص ۳۵۸، ص ۳۵۹، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱، ص ۳۶۲، ص ۳۶۳، ص ۳۶۴، ص ۳۶۵، ص ۳۶۶، ص ۳۶۷، ص ۳۶۸، ص ۳۶۹، ص ۳۷۰، ص ۳۷۱، ص ۳۷۲، ص ۳۷۳، ص ۳۷۴، ص ۳۷۵، ص ۳۷۶، ص ۳۷۷، ص ۳۷۸، ص ۳۷۹، ص ۳۸۰، ص ۳۸۱، ص ۳۸۲، ص ۳۸۳، ص ۳۸۴، ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، ص ۳۸۷، ص ۳۸۸، ص ۳۸۹، ص ۳۹۰، ص ۳۹۱، ص ۳۹۲، ص ۳۹۳، ص ۳۹۴، ص ۳۹۵، ص ۳۹۶، ص ۳۹۷، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹، ص ۴۰۰، ص ۴۰۱، ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، ص ۴۰۴، ص ۴۰۵، ص ۴۰۶، ص ۴۰۷، ص ۴۰۸، ص ۴۰۹، ص ۴۱۰، ص ۴۱۱، ص ۴۱۲، ص ۴۱۳، ص ۴۱۴، ص ۴۱۵، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، ص ۴۱۸، ص ۴۱۹، ص ۴۲۰، ص ۴۲۱، ص ۴۲۲، ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، ص ۴۲۷، ص ۴۲۸، ص ۴۲۹، ص ۴۳۰، ص ۴۳۱، ص ۴۳۲، ص ۴۳۳، ص ۴۳۴، ص ۴۳۵، ص ۴۳۶، ص ۴۳۷، ص ۴۳۸، ص ۴۳۹، ص ۴۴۰، ص ۴۴۱، ص ۴۴۲، ص ۴۴۳، ص ۴۴۴، ص ۴۴۵، ص ۴۴۶، ص ۴۴۷، ص ۴۴۸، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰، ص ۴۵۱، ص ۴۵۲، ص ۴۵۳، ص ۴۵۴، ص ۴۵۵، ص ۴۵۶، ص ۴۵۷، ص ۴۵۸، ص ۴۵۹، ص ۴۶۰، ص ۴۶۱، ص ۴۶۲، ص ۴۶۳، ص ۴۶۴، ص ۴۶۵، ص ۴۶۶، ص ۴۶۷، ص ۴۶۸، ص ۴۶۹، ص ۴۷۰، ص ۴۷۱، ص ۴۷۲، ص ۴۷۳، ص ۴۷۴، ص ۴۷۵، ص ۴۷۶، ص ۴۷۷، ص ۴۷۸، ص ۴۷۹، ص ۴۸۰، ص ۴۸۱، ص ۴۸۲، ص ۴۸۳، ص ۴۸۴، ص ۴۸۵، ص ۴۸۶، ص ۴۸۷، ص ۴۸۸، ص ۴۸۹، ص ۴۹۰، ص ۴۹۱، ص ۴۹۲، ص ۴۹۳، ص ۴۹۴، ص ۴۹۵، ص ۴۹۶، ص ۴۹۷، ص ۴۹۸، ص ۴۹۹، ص ۵۰۰، ص ۵۰۱، ص ۵۰۲، ص ۵۰۳، ص ۵۰۴، ص ۵۰۵، ص ۵۰۶، ص ۵۰۷، ص ۵۰۸، ص ۵۰۹، ص ۵۱۰، ص ۵۱۱، ص ۵۱۲، ص ۵۱۳، ص ۵۱۴، ص ۵۱۵، ص ۵۱۶، ص ۵۱۷، ص ۵۱۸، ص ۵۱۹، ص ۵۲۰، ص ۵۲۱، ص ۵۲۲، ص ۵۲۳، ص ۵۲۴، ص ۵۲۵، ص ۵۲۶، ص ۵۲۷، ص ۵۲۸، ص ۵۲۹، ص ۵۳۰، ص ۵۳۱، ص ۵۳۲، ص ۵۳۳، ص ۵۳۴، ص ۵۳۵، ص ۵۳۶، ص ۵۳۷، ص ۵۳۸، ص ۵۳۹، ص ۵۴۰، ص ۵۴۱، ص ۵۴۲، ص ۵۴۳، ص ۵۴۴، ص ۵۴۵، ص ۵۴۶، ص ۵۴۷، ص ۵۴۸، ص ۵۴۹، ص ۵۵۰، ص ۵۵۱، ص ۵۵۲، ص ۵۵۳، ص ۵۵۴، ص ۵۵۵، ص ۵۵۶، ص ۵۵۷، ص ۵۵۸، ص ۵۵۹، ص ۵۶۰، ص ۵۶۱، ص ۵۶۲، ص ۵۶۳، ص ۵۶۴، ص ۵۶۵، ص ۵۶۶، ص ۵۶۷، ص ۵۶۸، ص ۵۶۹، ص ۵۷۰، ص ۵۷۱، ص ۵۷۲، ص ۵۷۳، ص ۵۷۴، ص ۵۷۵، ص ۵۷۶، ص ۵۷۷، ص ۵۷۸، ص ۵۷۹، ص ۵۸۰، ص ۵۸۱، ص ۵۸۲، ص ۵۸۳، ص ۵۸۴، ص ۵۸۵، ص ۵۸۶، ص ۵۸۷، ص ۵۸۸، ص ۵۸۹، ص ۵۹۰، ص ۵۹۱، ص ۵۹۲، ص ۵۹۳، ص ۵۹۴، ص ۵۹۵، ص ۵۹۶، ص ۵۹۷، ص ۵۹۸، ص ۵۹۹، ص ۶۰۰، ص ۶۰۱، ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، ص ۶۰۴، ص ۶۰۵، ص ۶۰۶، ص ۶۰۷، ص ۶۰۸، ص ۶۰۹، ص ۶۱۰، ص ۶۱۱، ص ۶۱۲، ص ۶۱۳، ص ۶۱۴، ص ۶۱۵، ص ۶۱۶، ص ۶۱۷، ص ۶۱۸، ص ۶۱۹، ص ۶۲۰، ص ۶۲۱، ص ۶۲۲، ص ۶۲۳، ص ۶۲۴، ص ۶۲۵، ص ۶۲۶، ص ۶۲۷، ص ۶۲۸، ص ۶۲۹، ص ۶۳۰، ص ۶۳۱، ص ۶۳۲، ص ۶۳۳، ص ۶۳۴، ص ۶۳۵، ص ۶۳۶، ص ۶۳۷، ص ۶۳۸، ص ۶۳۹، ص ۶۴۰، ص ۶۴۱، ص ۶۴۲، ص ۶۴۳، ص ۶۴۴، ص ۶۴۵، ص ۶۴۶، ص ۶۴۷، ص ۶۴۸، ص ۶۴۹، ص ۶۵۰، ص ۶۵۱، ص ۶۵۲، ص ۶۵۳، ص ۶۵۴، ص ۶۵۵، ص ۶۵۶، ص ۶۵۷، ص ۶۵۸، ص ۶۵۹، ص ۶۶۰، ص ۶۶۱، ص ۶۶۲، ص ۶۶۳، ص ۶۶۴، ص ۶۶۵، ص ۶۶۶، ص ۶۶۷، ص ۶۶۸، ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، ص ۶۷۱، ص ۶۷۲، ص ۶۷۳، ص ۶۷۴، ص ۶۷۵، ص ۶۷۶، ص ۶۷۷، ص ۶۷۸، ص ۶۷۹، ص ۶۸۰، ص ۶۸۱، ص ۶۸۲، ص ۶۸۳، ص ۶۸۴، ص ۶۸۵، ص ۶۸۶، ص ۶۸۷، ص ۶۸۸، ص ۶۸۹، ص ۶۹۰، ص ۶۹۱، ص ۶۹۲، ص ۶۹۳، ص ۶۹۴، ص ۶۹۵، ص ۶۹۶، ص ۶۹۷، ص ۶۹۸، ص ۶۹۹، ص ۷۰۰، ص ۷۰۱، ص ۷۰۲، ص ۷۰۳، ص ۷۰۴، ص ۷۰۵، ص ۷۰۶، ص ۷۰۷، ص ۷۰۸، ص ۷۰۹، ص ۷۱۰، ص ۷۱۱، ص ۷۱۲، ص ۷۱۳، ص ۷۱۴، ص ۷۱۵، ص ۷۱۶، ص ۷۱۷، ص ۷۱۸، ص ۷۱۹، ص ۷۲۰، ص ۷۲۱، ص ۷۲۲، ص ۷۲۳، ص ۷۲۴، ص ۷۲۵، ص ۷۲۶، ص ۷۲۷، ص ۷۲۸، ص ۷۲۹، ص ۷۳۰، ص ۷۳۱، ص ۷۳۲، ص ۷۳۳، ص ۷۳۴، ص ۷۳۵، ص ۷۳۶، ص ۷۳۷، ص ۷۳۸، ص ۷۳۹، ص ۷۴۰، ص ۷۴۱، ص ۷۴۲، ص ۷۴۳، ص ۷۴۴، ص ۷۴۵، ص ۷۴۶، ص ۷۴۷، ص ۷۴۸، ص ۷۴۹، ص ۷۵۰، ص ۷۵۱، ص ۷۵۲، ص ۷۵۳، ص ۷۵۴، ص ۷۵۵، ص ۷۵۶، ص ۷۵۷، ص ۷۵۸، ص ۷۵۹، ص ۷۶۰، ص ۷۶۱، ص ۷۶۲، ص ۷۶۳، ص ۷۶۴، ص ۷۶۵، ص ۷۶۶، ص ۷۶۷، ص ۷۶۸، ص ۷۶۹، ص ۷۷۰، ص ۷۷۱، ص ۷۷۲، ص ۷۷۳، ص ۷۷۴، ص ۷۷۵، ص ۷۷۶، ص ۷۷۷، ص ۷۷۸، ص ۷۷۹، ص ۷۸۰، ص ۷۸۱، ص ۷۸۲، ص ۷۸۳، ص ۷۸۴، ص ۷۸۵، ص ۷۸۶، ص ۷۸۷، ص ۷۸۸، ص ۷۸۹، ص ۷۹۰، ص ۷۹۱، ص ۷۹۲، ص ۷۹۳، ص ۷۹۴، ص ۷۹۵، ص ۷۹۶، ص ۷۹۷، ص ۷۹۸، ص ۷۹۹، ص ۸۰۰، ص ۸۰۱، ص ۸۰۲، ص ۸۰۳، ص ۸۰۴، ص ۸۰۵، ص ۸۰۶، ص ۸۰۷، ص ۸۰۸، ص ۸۰۹، ص ۸۱۰، ص ۸۱۱، ص ۸۱۲، ص ۸۱۳، ص ۸۱۴، ص ۸۱۵، ص ۸۱۶، ص ۸۱۷، ص ۸۱۸، ص ۸۱۹، ص ۸۲۰، ص ۸۲۱، ص ۸۲۲، ص ۸۲۳، ص ۸۲۴، ص ۸۲۵، ص ۸۲۶، ص ۸۲۷، ص ۸۲۸، ص ۸۲۹، ص ۸۳۰، ص ۸۳۱، ص ۸۳۲، ص ۸۳۳، ص ۸۳۴، ص ۸۳۵، ص ۸۳۶، ص ۸۳۷، ص ۸۳۸، ص ۸۳۹، ص ۸۴۰، ص ۸۴۱، ص ۸۴۲، ص ۸۴۳، ص ۸۴۴، ص ۸۴۵، ص ۸۴۶، ص ۸۴۷، ص ۸۴۸، ص ۸۴۹، ص ۸۵۰، ص ۸۵۱، ص ۸۵۲، ص ۸۵۳، ص ۸۵۴، ص ۸۵۵، ص ۸۵۶، ص ۸۵۷، ص ۸۵۸، ص ۸۵۹، ص ۸۶۰، ص ۸۶۱، ص ۸۶۲، ص ۸۶۳، ص ۸۶۴، ص ۸۶۵، ص ۸۶۶، ص ۸۶۷، ص ۸۶۸، ص ۸۶۹، ص ۸۷۰، ص ۸۷۱، ص ۸۷۲، ص ۸۷۳، ص ۸۷۴، ص ۸۷۵، ص ۸۷۶، ص ۸۷۷، ص ۸۷۸، ص ۸۷۹، ص ۸۸۰، ص ۸۸۱، ص ۸۸۲، ص ۸۸۳، ص ۸۸۴، ص ۸۸۵، ص ۸۸۶، ص ۸۸۷، ص ۸۸۸، ص ۸۸۹، ص ۸۹۰، ص ۸۹۱، ص ۸۹۲، ص ۸۹۳، ص ۸۹۴، ص ۸۹۵، ص ۸۹۶، ص ۸۹۷، ص ۸۹۸، ص ۸۹۹، ص ۹۰۰، ص ۹۰۱، ص ۹۰۲، ص ۹۰۳، ص ۹۰۴، ص ۹۰۵، ص ۹۰۶، ص ۹۰۷، ص ۹۰۸، ص ۹۰۹، ص ۹۱۰، ص ۹۱۱، ص ۹۱۲، ص ۹۱۳، ص ۹۱۴، ص ۹۱۵، ص ۹۱۶، ص ۹۱۷، ص ۹۱۸، ص ۹۱۹، ص ۹۲۰، ص ۹۲۱، ص ۹۲۲، ص ۹۲۳، ص ۹۲۴، ص ۹۲۵، ص ۹۲۶، ص ۹۲۷، ص ۹۲۸، ص ۹۲۹، ص ۹۳۰، ص ۹۳۱، ص ۹۳۲، ص ۹۳۳، ص ۹۳۴، ص ۹۳۵، ص ۹۳۶، ص ۹۳۷، ص ۹۳۸، ص ۹۳۹، ص ۹۴۰، ص ۹۴۱، ص ۹۴۲، ص ۹۴۳، ص ۹۴۴، ص ۹۴۵، ص ۹۴۶، ص ۹۴۷، ص ۹۴۸، ص ۹۴۹، ص ۹۵۰، ص ۹۵۱، ص ۹۵۲، ص ۹۵۳، ص ۹۵۴، ص ۹۵۵، ص ۹۵۶، ص ۹۵۷، ص ۹۵۸، ص ۹۵۹، ص ۹۶۰، ص ۹۶۱، ص ۹۶۲، ص ۹۶۳، ص ۹۶۴، ص ۹۶۵، ص ۹۶۶، ص ۹۶۷، ص ۹۶۸، ص ۹۶۹، ص ۹۷۰، ص ۹۷۱، ص ۹۷۲، ص ۹۷۳، ص ۹۷۴، ص ۹۷۵، ص ۹۷۶، ص ۹۷۷، ص ۹۷۸، ص ۹۷۹، ص ۹۸۰، ص ۹۸۱، ص ۹۸۲، ص ۹۸۳، ص ۹۸۴، ص ۹۸۵، ص ۹۸۶، ص ۹۸۷، ص ۹۸۸، ص ۹۸۹، ص ۹۹۰، ص ۹۹۱، ص ۹۹۲، ص ۹۹۳، ص ۹۹۴، ص ۹۹۵، ص ۹۹۶، ص ۹۹۷، ص ۹۹۸، ص ۹۹۹، ص ۱۰۰۰، ص ۱۰۰۱، ص ۱۰۰۲، ص ۱۰۰۳، ص ۱۰۰۴، ص ۱۰۰۵، ص ۱۰۰۶، ص ۱۰۰۷، ص ۱۰۰۸، ص ۱۰۰۹، ص ۱۰۱۰، ص ۱۰۱۱، ص ۱۰۱۲، ص ۱۰۱۳، ص ۱۰۱۴، ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶، ص ۱۰۱۷، ص ۱۰۱۸، ص ۱۰۱۹، ص ۱۰۲۰، ص ۱۰۲۱، ص ۱۰۲۲، ص ۱۰۲۳، ص ۱۰۲۴، ص ۱۰۲۵، ص ۱۰۲۶، ص ۱۰۲۷، ص ۱۰۲۸، ص ۱۰۲۹، ص ۱۰۳۰، ص ۱۰۳۱، ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳، ص ۱۰۳۴، ص ۱۰۳۵، ص ۱۰۳۶، ص ۱۰۳۷، ص ۱۰۳۸، ص ۱۰۳۹، ص ۱۰۴۰، ص ۱۰۴۱، ص ۱۰۴۲، ص ۱۰۴۳، ص ۱۰۴۴، ص ۱۰۴۵، ص ۱۰۴۶، ص ۱۰۴۷، ص ۱۰۴۸، ص ۱۰۴۹، ص ۱۰۵۰، ص ۱۰۵۱، ص ۱۰۵۲، ص ۱۰۵۳، ص ۱۰۵۴، ص ۱۰۵۵، ص ۱۰۵۶، ص ۱۰۵۷، ص ۱۰۵۸، ص ۱۰۵۹، ص ۱۰۶۰، ص ۱۰۶۱، ص ۱۰۶۲، ص ۱۰۶۳، ص ۱۰۶۴، ص ۱۰۶۵، ص ۱۰۶۶، ص ۱۰۶۷، ص ۱۰۶۸، ص ۱۰۶۹، ص ۱۰۷۰، ص ۱۰۷۱، ص ۱۰۷۲، ص ۱۰۷۳، ص ۱۰۷۴، ص ۱۰۷۵، ص ۱۰۷۶، ص ۱۰۷۷، ص ۱۰۷۸، ص ۱۰۷۹، ص ۱۰۸۰، ص ۱۰۸۱، ص ۱۰۸۲، ص ۱۰۸۳، ص ۱۰۸۴، ص ۱۰۸۵، ص ۱۰۸۶، ص ۱۰۸۷، ص ۱۰۸۸، ص ۱۰۸۹، ص ۱۰۹۰، ص ۱۰۹۱، ص ۱۰۹۲، ص ۱۰۹۳، ص ۱۰۹۴، ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۶، ص ۱۰۹۷، ص ۱۰۹۸، ص ۱۰۹۹، ص ۱۱۰۰، ص ۱۱۰۱، ص ۱۱۰۲، ص ۱۱۰۳، ص ۱۱۰۴، ص ۱۱۰۵، ص ۱۱۰۶، ص ۱۱۰۷، ص ۱۱۰۸، ص ۱۱۰۹، ص ۱۱۱۰، ص ۱۱۱۱، ص ۱۱۱۲، ص ۱۱۱۳، ص ۱۱۱۴، ص ۱۱۱۵، ص ۱۱۱۶، ص ۱۱۱۷، ص ۱۱۱۸، ص ۱۱۱۹، ص ۱۱۲۰، ص ۱۱۲۱، ص ۱۱۲۲، ص ۱۱۲۳، ص ۱۱۲۴، ص ۱۱۲۵، ص ۱۱۲۶، ص ۱۱۲۷، ص ۱۱۲۸، ص ۱۱۲۹، ص ۱۱۳۰، ص ۱۱۳۱، ص ۱۱۳۲، ص ۱۱۳۳، ص ۱۱۳۴، ص ۱۱۳۵، ص ۱۱۳۶، ص ۱۱۳۷، ص ۱۱۳۸، ص ۱۱۳۹، ص ۱۱۴۰، ص ۱۱۴۱، ص ۱۱۴۲، ص ۱۱۴۳، ص ۱۱۴۴، ص ۱۱۴۵، ص ۱۱۴۶، ص ۱۱۴۷، ص ۱۱۴۸، ص ۱۱۴۹، ص ۱۱۵۰، ص ۱۱۵۱، ص ۱۱۵۲، ص ۱۱۵۳، ص ۱۱۵۴، ص ۱۱۵۵، ص ۱۱۵۶، ص ۱۱۵۷، ص ۱۱۵۸، ص ۱۱۵۹، ص ۱۱۶۰، ص ۱۱۶۱، ص ۱۱۶۲، ص ۱۱۶۳، ص ۱۱۶۴، ص ۱۱۶۵، ص ۱۱۶۶، ص ۱۱۶۷، ص ۱۱۶۸، ص ۱۱۶۹، ص ۱۱۷۰، ص ۱۱۷۱، ص ۱۱۷۲، ص ۱۱۷۳، ص ۱۱۷۴، ص ۱۱۷۵، ص ۱۱۷۶، ص ۱۱۷۷، ص ۱۱۷۸، ص ۱۱۷۹، ص ۱۱۸۰، ص ۱۱۸۱، ص ۱۱۸۲، ص ۱۱۸۳، ص ۱۱۸۴، ص ۱۱۸۵، ص ۱۱۸۶، ص ۱۱۸۷، ص ۱۱۸۸، ص ۱۱۸۹، ص ۱۱۹۰، ص ۱۱۹۱، ص ۱۱۹۲، ص ۱۱۹۳، ص ۱۱۹۴، ص ۱۱۹۵، ص ۱۱۹۶، ص ۱۱۹۷، ص ۱۱۹۸، ص ۱۱۹۹، ص ۱۲۰۰، ص ۱۲۰۱، ص ۱۲۰۲، ص ۱۲۰۳، ص ۱۲۰۴، ص ۱۲۰۵، ص ۱۲۰۶، ص ۱۲۰۷، ص ۱۲۰۸، ص ۱۲۰۹، ص ۱۲۱۰، ص ۱۲۱۱، ص ۱۲۱۲، ص ۱۲۱۳، ص ۱۲۱۴، ص ۱۲۱۵، ص ۱۲۱

بندی کے ساتھ "عزل کرتے" کی تبلیغ نہیں کی جاتی تھی بلکہ یہ محض ایک فطری اور ذاتی مسئلہ تھا، نیز یہاں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف عزل کی حد تک ہے، عزل سے آگے ضبط و کدورت کی جو بھی صورت اختیار کی جائے وہ خود ان کی نگاہ میں بھی جائز نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"انسانی وجود کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ نطفہ رحم میں داخل ہو کر عورت کے مادہ منویہ کے ساتھ مل جائے اور اس میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اس حالت میں اس کو قاسد کر دینا جرم ہے پھر جب دو بہت خون اور گوشت کی شکل اختیار کر لے تو اس کا قاسد کرنا (استقاط یا دوا کے ذریعہ) اور بزار جرم ہے اور اگر دوا یا دوا نہ ہو تو غفلت کی تکمیل کے بعد استقاط ہو تو بہت سنگین جرم ہے اور یہ جرم اس وقت انتہا کو پہنچ جاتا ہے جب پیدائش کے بعد بچہ کو قتل کرے۔"

بعض حضرات جو ہر صورت "مکمل پاننگ" کو جائز قرار دینے کے دھپے میں اپنی حماقت میں مانع حمل دوا اور استقاط مکمل وغیرہ دوسری تدابیر کے لئے بھی عزل ہی سے استدلال کرتے ہیں اور کوئی فرق نہیں کرتے کہ مکمل صورت میں مرد کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچ ہی نہیں پاتا ہے اور دوسری صورتوں میں یہ ذرائع اس وقت استعمال کئے جاتے ہیں جب وہ عورت کے رحم میں قرار پا چکا ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک جگہ اس فرق پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ عزل میں مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچتا ہی نہیں ہے اور جب تک مٹی رحم میں داخل نہ ہو جائے اس وقت تک بچہ کی پیدائش ممکن ہی نہیں ہے اس لئے کہ بچہ کی پیدائش مردہ عورت کے مادہ منویہ کے اشتراک سے ہوتی ہے لیکن اگر مٹی رحم میں پہنچ جائے تو استقرار حمل اور تولید کا امکان غالب رہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اہم اور بنیادی فرق ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ان امور سے واضح ہے کہ بزار یا لوپ یا اس جیسے دوسرے ذرائع کا استعمال زیادہ کسی کے لئے طبی اذکار کی بناء پر درست ہو سکتا ہے انتہائی سیخ پر اس کو دوا دینے، تڑپ دینے اور معاشی نقطہ نظر سے اس کو اختیار کرنے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۲) مانع حمل دوائیں

ضبط تولید کی دوسری صورت یہ مذکور ہوئی ہے کہ "مادہ منویہ" تو رحم میں پہنچ جائے مگر ایسی دوائیں کا استعمال کیا

جانے کہ استقرار حاصل نہ ہو سکے، فقہی نگار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی عام حالات میں ناجائز ہے، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ابھی مادہ روح اور زندگی سے خالی ہے، اس لئے اس کو برہاد کر دینا "اصطلاحی قتل" کے زمرہ میں نہیں آئے گا لیکن اگر اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو کچھ مدت گزرنے پر وہی ایک زندہ کس کی شکل اختیار کر لیتا اس لئے مکمل طور پر رکھتے ہوئے اس کو کس نکلی کے مرادف سمجھا جائے گا۔

فقہاء نے اس کی یہ تعبیر پیش کی ہے کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں چیز یا اعضا توڑ دے تو جس طرح چیز یا کارنامہ دم اور کفارہ کا موجب ہوتا ہے اسی طرح محض اعضا توڑ دینا بھی موجب دم ہوگا، لہذا جیسے اس مسئلہ میں حال کے نبھانے بل کا اور موجودہ صورت کی نبھانے مستقبل کی متوقع صورت کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح مادہ منویہ کو بھی مکمل پر نظر رکھتے ہوئے "نفس" کی حیثیت دی جائے گی، نفس الائمہ سرخسیؒ نے اسی کی توجیح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"عورت کے رحم میں جا کر خلفہ جب تک خراب نہ ہو زندگی کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے اس کو ضائع کرنے کی صورت میں اسے ایک زندہ شخص قرار دیا جائے گا اور اس کا طہان واجب ہوگا جیسے کہ کوئی شخص حالت احرام میں کفارہ کا اعضا توڑ دے تو اس پر وہی جزا (تادان) واجب ہوتی ہے جو ایک کفارہ کے بارڈالنے کی ہوتی ہے۔" ۱

ابن عابدین شامیؒ نے بھی اسی مضمون کو ایک جمیل القدر فقیر علی بن موسیٰ سے ان الفاظ میں نقل کیا

ہے:

"یہ عمل (عورت کے رحم میں خلفہ قرار پا جانے کے بعد اس کو برہاد کر دینا) مکروہ ہے۔۔۔ کیوں کہ عورت کے رحم میں خلفہ جا کر بالآخر زندگی اختیار کر لیتا ہے اس لئے اس خلفہ پر بھی زندگی کا حکم جاری ہوگا جیسا کہ چیز یا اعضا توڑ دینا زندہ چیز یا کفارہ کرنے کے برابر ہے۔" ۲

محمد احمد علیش، انکی نے بھی ان قسم صورتوں کو جن کا مقصد استقرار حاصل کر دینا یا ناجائز قرار دینا ہے اور انکی دواؤں کے ناجائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"اصح حمل کے لئے دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور جب مٹی رحم میں داخل ہو جائے تو وزن و ثقل کو یا ان میں سے کسی ایک کو بھی ایسی دوا کا استعمال جائز نہیں ہے اور آقا کے لئے بھی اپنی ہاندی کے معاملہ میں انسانی اعضاء پر عمل ہونے سے پہلے بھی اسقاط کی تدبیریں اختیار کرنا مشہور مذہب

۱۔ ج ۱ ص ۱۰۱ جب کوئی غلطی ہو جائے تو قرآنی واجب ہوتی ہے اس کو "م" کہتے ہیں۔ ۲۔ مروجہ المصنوع ص ۲۶۳

۳۔ یہاں مکروہ ہے مکروہ تحریمی مراد ہے ۱۶۸۴ کے نزدیک ۱۶۸۵۔ ۴۔ رد المحتل ص ۲۶۱

دوسرے نقصان سے بچ جائے گا، مثلاً معجزہ نفس اندازہ کے مطابق بچہ کی پیدائش کی صورت میں زچہ کی موت کا اندیشہ ہوا خود زچہ حمل بچہ کے نکلنے سے مرثیہ مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، یا زچہ کا حمل ہو تو ایسے مانی حمل ذرا بخ کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

(۳) اسقاط حمل

ضبط تولید کی قہری صورت "اسقاط حمل" کی ہے، اسقاط حمل کے سلسلہ میں کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ حمل پر آنے والے مختلف مراحل کا فرق قیاسی نظر ہے، اسقاط حمل کے بعد خلفہ الہی الامام میں محض دست خوان اور گوشت کی صورت میں ہوتا ہے، پھر رزق رفتہ اس میں روح اور زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور پھر وہ ایک جاندار انسانی وجود کی شکل اختیار کرتا ہے۔

روح اور آثار زندگی پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل کی حرمت میں تو شرعاً کسی حکام کی گنجائش ہی نہیں ہے، اس لئے کہ جب حمل میں زندگی پیدا ہوگئی تو ایک ذبحہ نفس اور اس حمل کے دو مہان اس کے ساتھ کوئی فرق نہیں کہ ایک ہوا و دھرم میں ہے اور دوسرا اس دنیائے آب و گل میں آچکا ہے، قتل نام ہے کسی ذبحہ و وجود کو زندگی سے محروم کر دینے کا، یہ جرم اگر عین مادر میں ہو تو بھی شمس کشی ہے اور اس دنیا میں آنے کے بعد ہو تو بھی نفس کشی ہے، دواؤں اور گولیوں سے ہو تو بھی قتل ہے اور نکو اور لاغی کا سہارا دیا جائے تو بھی قتل ہے، "لا تظنلوا الاولاد کفر" کے مطلب اگر بچوں کو ذبحہ و گور کر دینے والے ہو سکتے ہیں تو آفرود لوگ اس سے کیوں کر دامن کش ہو سکتے ہیں، جو دھرم مادر میں پہنے والے بچوں کو زندگی کی نعمت سے محروم کر دیں؟ اسی لئے فقہاء نے بالاتفاق اس صورت میں اسقاط کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ میں اس سلسلہ میں صرف دو پابند پایہ فقہ احمدیہ علیہ السلام، مکی اور حافظہ ابن تیمیہ ضنی کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، علامہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"والنسب فی إسقاطه بعد نفع الروح فيه محذور إجماعاً وهو من قتل النفس۔"

ترجمہ: "روح پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل کی تدبیریں اختیار کرنا ہر جماع حرام ہیں اور یہ قتل نفس ہے۔"

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین وهو من الولد الذی قال تعالیٰ فيه

وَاِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِاهِي ذَنْبُ قَتَلْتِ. "۱۷

ترجمہ: "اسقاطِ حمل ہلا جملہ حرام ہے اور وہ اسی نفسِ کُفر میں داخل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ذمہ دہن کر دینی چاہی وہی معصوم بچیوں سے سوال کیا جائے گا کہ آخر تمہیں کس جرم میں قتل کر دیا گیا۔"

بلکہ قاضی خانؒ نے تو لکھا ہے کہ اگر ماں کی جان کو خطرہ ہو تو بھی ایسے بچہ کی جان نہیں ملے جاسکتی جو کو ابھی حمل ہی میں ہو۔ لیکن اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے ہوں چنانچہ فرماتے ہیں:

"بچہ جب حاملہ عورت کے پیٹ میں وجود پذیر ہو جائے اور بچہ کو ٹھکانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ ہو کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر نکال لیا جائے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو ماں کی ہڈت اور جان ہانے کا اندیشہ ہو تو فقہاء کی رائے ہے کہ اگر بچہ پیٹ میں زندہ نہیں ہو مردہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر بچہ یمن اور میں زندہ ہو تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے اس طرح کاٹا رہا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ایک جان کو بچانے کے لئے دوسری جان کو مار ڈالنے کے مترادف ہونگا اور یہ درست نہیں ہے۔"۱۸

دہم اور چہار ہونے سے پہلے، تو بلاشبہ یہ اس قتل کے زمرہ میں نہیں آتا جس کا ذکر ابھی ہوا ہے، مگر "مانع حمل دواؤں" کے سلسلہ میں مذکور ہو چکا ہے کہ فقہاء اس قسم کے مسائل میں تیل کو ملحوظ رکھ کر حکم لگاتے ہیں، لہذا اس حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے بھی جائز قرار دینے کی گنجائش نہیں۔

اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ انسانی ذہان پر تحمل ہونے سے پہلے بھی وہ زیرِ تخلیق وجود ایک انسان اور "کامل الحقیقت وجود" ہی کے حکم میں ہوگا، چنانچہ ابن ماجہؒ میں شامی لکھتے ہیں:

"واما ما استبان بعض خلقه كظفر وشعر كتنام۔"۱۹

ترجمہ: "اور جس کی بعض صفت نمایاں ہو جائے جیسے ناخن اور بال، تو وہ تمام الحقیقت کی طرح ہے۔"

"وردا الاحکام" میں ہے:

"الجنین الذي استبان بعض خلقه بمنزلة الجنین التام۔"۲۰

ترجمہ: "ایسا حمل جس کے بعض اعضاء دیکھنے میں آجائیں کامل الحقیقت وجود کے درجہ میں ہے۔"

شیخ عبدالرحمن الاحولؒ کا مسلک نفس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علماء احناف نے کہا کہ جس کے بعض اعضاء زندہ ہیں، وہ جانیں وہ تمام احکام میں ایک کامل الخلقت وجود کے درجہ میں ہے۔^{۳۱}

الاشتراک فخری یک نے اس مسئلہ پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے کہ بطن مادر میں رہنے والے بچہ کی وہ حیثیت ہوتی ہے اس حیثیت سے کہ وہ اپنی ماں ہی کا ایک جزو ہے اور اسی کے ساتھ اس کا وجود قائم ہے، بچہ کی اپنی مستقل حیثیت نہیں ہوتی، اس کا تعلق یہ ہے کہ نہ بچہ پر کچھ واجب ہو اور نہ اس کا دوسرے پر کوئی حق ہو اور اس کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ اپنا ایک الگ مستقل جسم رکھتا ہے اور جب اس کے اندر زندگی پیدا ہوتی ہے تو وہ اس معاملہ میں بھی اپنی مستقل حیثیت کا حامل رہتا ہے، ماں کے مرنے سے وہ مر نہیں جاتا اور ماں زندہ رہے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ بھی زندہ ہی رہے، اس کا تعلق ہے کہ اس پر ذمہ داریاں بھی ثابت ہوں اور اس کے لئے زندہ انسانوں کی طرح حقوق بھی ثابت ہوں، چنانچہ اس کو بھی وراثت ملے اور اس کے لئے بھی وصیت درست ہو۔

ان دو اعتبار حیثیتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے جنین (زیر حمل بچہ) کو مستقل نہیں مانا جائے، اور اس پر دوسروں کے حقوق واجب نہ قرار دیے جائیں، لیکن حقوق کے اعتبار سے ان کو مستقل اور علیحدہ وجود تسلیم کیا جائے ان کو وراثت ملے، وصیت ان کے واسطے درست ہو اور ماں سے الگ کر کے صرف اس بچہ کو آزاد کرنا درست ہو۔^{۳۲}

اسی اصول کی روشنی میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر تخمیل خلقت سے پہلے ہی حمل ساتھ کر دیا جائے تو شرعاً وہی حلال واجب ہوتا ہے جو ایک "کامل الخلقت" حمل خارج کرنے کی صورت میں واجب ہوتا۔ جس نے کسی حاملہ کے پیٹ پر مارا اور حمل ساتھ ہو گیا تو چاہے اس کی حقیقت پوری ہو گئی ہو یا ابھی پوری نہ ہو گئی ہو، بالاحضاع "فروہ" (ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا) واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اس سے ایک کامل انسان کی خلقت متوقع تھی۔^{۳۳}

رأیت میں ہے:

۳۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الجنین عروۃ عبدوا مامۃ۔^{۳۴}

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنین کے اسقاط میں ایک فروہ یعنی ایک غلام یا باندی کو آزاد کرنا واجب ہے۔"

۳۲ اصول الفقہ ص ۷۴ -۷۵ تفسیر مطہری ص ۲۷۶

۳۳ الفقہ علی المذاهب الاربعہ ص ۱۷۲

۳۴ مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۸۱

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک عورت نے دوسری حاملہ عورت کا پیٹ دبا دیا جس سے اس کا حمل گر گیا، حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ تک یہ معاملہ پہنچا تو انہوں نے اس عورت کو ایک غلام دینے کا حکم دیا۔^۱ شخص الاخر سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور جب مرد کسی عورت کا پیٹ دبا دے پھر اس عورت کو ایک مردہ بچہ (جنین) پیدا ہو، تو ایک فرد یعنی ایک غلام یا باندی واجب ہے۔^۲

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ:

”جب کوئی شخص حاملہ باندی کے پیٹ پر مارے اور مردہ بچہ نکل آئے تو ایسی صورت میں اس کی بائ کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہوگا، یہ اس وقت ہے جب بچہ میں زندگی پیدا ہو جانے کے کوئی آثار نہ ہوں، مگر رائے ابن مسیب، حسن بصری اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔“^۳

حنبل بنکب فکر کے مشہور فقہ شرف الدین موسیٰ مقدسی متوفی ۹۶۸ھ فرماتے ہیں:

”آزاد مسلمان جنسین (مخلین) مار میں دھپے والا بچہ (کو مردہ یا غیر ارادی طور پر گرا دینے اور استقامت کر دینے کا جواہر) ایک غلام یا باندی ہے جس کی قیمت پانچ اونٹ کو پہنچ جاتی ہو، خواہ وہ مردہ پیدا ہوا ہو، یا زندہ پیدا ہوا ہو، چہ ماہ کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی یا اس حال میں استقامت ہوا ہو کہ ابھی اس کے بعض حصے ہی وجود پاسکے ہوں، یا صرف ذرے تک، بچہ کا ہاتھ اور پاؤں ہی عورت نے دبتا ہوں، پھر یہ استقامت کا حادثہ مار پیٹ کی وجہ سے پیش آیا ہو، یا وہ اور کسی دوسرے طریقے سے۔“^۴

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی زندگی پیدا ہونے سے پہلے ہی حمل میں لپٹے والے بچے کو ایک وجود تصور کرتے ہیں اور اس پر زیادتی اور تکمیل خلقت کا اور دائرہ بند کرنے کو قاتل سرزنش جرم قرار دیتے ہیں، نیز شرف الدین مقدسی کی تصریح کے مطابق اس مقصد کے لئے جو بھی ذرائع استعمال کئے جائیں مار پیٹ یا دوا وغیرہ، سب نافذ ہیں۔

اگر حاملہ عورت خود ہی اپنا حمل ساقط کر لے تب بھی یہ جائز نہیں، چنانچہ ابن عابدی ثانی فرماتے ہیں

”ولا یخفی انہا فائزہ انہم القتل لو استبان خلطہ ومات بفعلہا۔“^۵

تقریباً ترجمہ ”اور یہ بات ظاہر ہے کہ آثار خلقت کے ظہور کے بعد اگر پیٹ کا بچہ عورت کی حرکت سے مر گیا تو اس کو قاتل کا گناہ ہوگا۔“

۱۔ المحلی: ۴/۳۸۵ ص ۲۶۶/۲۷ ص ۲۷۲/۲۷ ص ۲۷۲/۲۷ ص ۲۷۲/۲۷

۲۔ رد المحتار: ۱/۱۸۱ ص ۱۸۱

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقائد سے استطلاق کے سلسلہ میں منقول ہے:

”ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عورت کے سلسلہ میں جس نے ودائی کر یا کچھ داخل کر کے اپنا اصل ساقط کر لیا ہو، کہا ہے کہ کفار دوسے اور اس پر ایک غزوہ (خداوند یا نبی کو غریب کر آزاد کرنا) واجب ہے۔“^۱

خاصی خدشہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ نقل نہیں تو گناہ ضرور ہے۔ اصل یہ ہے کہ استطلاق اصل اگر زندگی پیدا ہونے کے بعد ہو تو ظاہر ہے اس کی حرمت میں کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا، لیکن اگر زندگی کے ظہور سے پہلے ہی استطلاق واجب بھی اس لئے جائز نہیں، اس لئے کہ جب تک روح نہ پیدا ہو جائے اصل کو عورت ہی کا ایک جزو اور حصہ بدن تصور کیا جائے گا اور جس طرح کسی کا قتل درست نہیں ہے اسی طرح اپنے جسم کے کسی حصہ کو بھی کاٹ پھینکا حرام اور اہل حق کی خلقت میں اپنی کارستانی کا سکہ چلانے کے مروجہ ہے۔

اس نئے استطلاق جیسے روح پیدا ہونے کے بعد حرام ہے وہی طرح پہلے بھی حرام ہے اور کسی ناگزیر مقرر اور غیر معمولی مجبوری کے بغیر کسی بھی مرحلہ میں اس کا ارتکاب شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۳) نس بندی

ضبط اولادت کی چوتھی صورت نسبندی کی ہے، یعنی ایسا آپریشن جس سے دائمی طور پر قوت تولید فوت ہو جائے اور تولید و تکاثر کی اہلیت باقی نہیں رہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہاء مجتہدین کے دور میں تو ایسا کوئی آپریشن ایجاد نہیں ہوا تھا، اس لئے قرآن وحدیث یا حنفیہ میں کی کتابوں میں براہ راست اس کا حکم تلاش کرنا ایسی ہی نادانی ہوگی جیسے کوئی قرآن وحدیث میں، راکت اور اہل علم ہم کا ذکر، وضو نے لگے اور کہنے لگے کہ جب تک خود قرآن مجید سے اس کا استحصال کرنا اور آواز جہاد نہ ہو، ثابت نہ ہو جائے ہم اسے برگز نہ مانیں گے۔ اہل بیت اس سلسلہ میں ہم کو ایسے اصول اور احکام مل سکتے ہیں جن کی روشنی میں ہم ان کا حکم جان سکیں۔

ایام جاہلیت میں قوت تولید کے خاتمہ کے لئے ”اختصاصہ“ کی صورت اختیار کی جاتی تھی، اختصاصہ کا مطلب یہ ہے کہ فوطوں کی وہ گولیاں نکال دی جائیں جو جنسی صلاحیت اور جنسی خواہشات کا اصل سرچشمہ ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی اجازت چاہی، تاکہ دنیا سے کنہ رکش ہو کر زیادہ سے زیادہ

۱۔ العیال: ۲/۳۷۸، مجمع فتاویٰ قاضی خان: ۲/۲۰۶

۲۔ درجنس کے اور اس میں ”ازنیہ مجتہدین“ بہ مختلف اس قسم کے استحوال فرمایا کرتے تھے۔

اللہ کی عبادت کی جائے، لیکن آپ ﷺ نے اتنی سے منع فرما دیا، بخاری اور مسلم کی مختلف روایتوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور حرام فقہاء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے کسی کو ”طیسی“ مکرہ یا تو اس پر وہی تاوان واجب ہوتا ہے جو ایک آدمی کے قتل کرنے پر واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی ابوالحسن ماوردی م ۳۵۰؎ فرماتے ہیں:

”يمنع من خصاء الا ذمیین والبهائم ويؤدب عليه۔“؎

مگر ترجمہ: ”آدمی اور بچہ یا اس کو آفتل کرنے سے منع کیا جائے گا اور اس پر سرزنش کی جائے گی۔“

گویا شریعت نے قوتِ تولید سے محروم کر دینے کو زندگی سے محروم کر دینے کے مترادف قرار دیا ہے اور اسلام کی نگاہ میں یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کا ارتکاب گویا قتلِ خود نفس کبھی کا ارتکاب ہے، خودی کتاب میں ایسی مہارتیں بہ کثرت ملتی ہیں جس میں قوتِ تولید کے ضائع کر دینے کو دیت یعنی خون بہا کا موجب ٹھہرایا گیا ہے، چنانچہ استاد عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

”ریحہ کی ہڈی توڑ دینے کی وجہ سے منی پیدا کر دینے کی قوت کو ختم کر دینے کی صورت میں تاوان

واجب ہوتا ہے کیوں کہ اس سے اولاد کی پیدائش پر۔ جو مقصود نکاح ہے۔ روک ٹوک جاتی

ہے۔“؎

”اختصاء“ کے علاوہ اگر کسی شخص نے مرد کے آلہِ حاصل پر اس زور سے مارا کہ وہ شل ہو گیا اور قوتِ جماع

جاتی رہی تب بھی تاوان واجب ہوگا۔

نقدِ فنی کی مشہور کتاب ”ہدایہ“ میں ہے:

”کوئی شخص کسی کی ریحہ پر مارے جس سے اس کا مادہِ تولید (منی) ختم ہو جائے، تو اس پر دیت

(خون بہا) واجب ہوگی کیوں کہ اس سے منفعت کی ایک قسم (توالد و حاصل) ختم ہوگی۔“؎

شیخ محمد طلیش فرماتے ہیں:

”مختصر“ نامی کتاب میں ہے کہ ہوشِ آخر، قوتِ سماع، و عاقلی، گویائی، آواز، قوتِ ذائقہ، جماع کی

قوت اور تولید کی صلاحیت برہا کر دینے کی صورت میں دیت واجب ہوتی ہے۔“؎

علامہ شہاب الدین ابن حجر دیت واجب کرنے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ریحہ کی ہڈی توڑ دی جائے جس کی وجہ سے منی کی پیدائش ختم ہو جائے، تو دیت واجب ہوگی کیوں کہ اس

؎ الاحکام السلطانیہ، ص ۱۷۱، علی المصالح (۱/۲۷۵)، حوالہ سابق، ص ۱۷۱، مع الفتح، ۲۸۲/۱۰

ص ۱۷۱، علی المصالح، ۲۸۲/۱۰

صورت میں ایک مقصد عقیم یعنی اولاد کی پیدائش کا رہا ہے۔

شیخ الاسلام شرف الدین موسیٰ مقدسی طہلی فرماتے ہیں:

اور نسل ہو جانے والے اعضاء کا ۔۔۔ اور وہ اس طرح کہ ہاتھ پاؤں، مرد کا آلتہ کامل، چھاتی وغیرہ کی منفعت فوت ہو جائے ۔۔۔ بیوان واجب ہو گا۔

یہ حکم صرف مردوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ اگر عورتوں کے ساتھ کوئی ایسی صورت اختیار کی جائے کہ وہ حاملہ نہ ہو سکے جب بھی یہی حکم ہوگا کیوں کہ حرمت کی اصل وجہ قوت تولید کا فوت ہو جانا اور تولد و تکامل میں رکاوٹ لانا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

”حرمت کے حاملہ ہونے کی صلاحیت کو ختم کر دینے سے پوری ویت واجب ہوگئی، کیوں کہ اس سے نسل منقطع ہوتی ہے۔“

اس سلسلہ میں عام طور پر یہ مفادہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انقضاء اور نسوہ کی میں فرق ہے، اس لئے کہ آہرین میں اشتہاء، شہوانی خواہش اور قوت، جماع باقی رہتی ہے، صرف قوت تولید فوت ہو جاتی ہے اور انقضاء سے نہ شہوت باقی رہتی ہے اور نہ جماع ہر قدرت۔

یہ اعتراض کنی وجہ سے غلط ہے، وہی بات یہ ہے کہ قوت جماع کا ختم کرنا اور قوت تولید کا ختم کرنا یہ دونوں بجائے خود دو مستقل جرم ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انقضاء میں یہ دونوں چیزیں ختم ہو جاتی ہیں، انقضاء نے اس سلسلہ میں جو اصول بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی منفعت کو ختم کر دینا حرام ہے اور ویت کا موجب ہے چاہے اس کا تعلق جماع سے ہو یا تولید سے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی کو مارا جس کی وجہ سے اس کا کان، اس کی آنکھ، اس کی عقل اور اس کی معاشرت اور وہی کی صلاحیت ختم ہو گئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار ویتیں واجب قرار دیں۔

نیز علامہ سلا الدین کا سانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وہ صورتیں جن میں مکمل ویت واجب ہوتی ہیں ان میں وہ باتوں پر غور کرنا ہے، ایک سبب اور دوسرا شرائط ویت کے واجب ہونے کا سبب اس نفع سے مکمل بخرومی ہے جو کسی عضو کا مقصود ہوتا ہے نفع کا یہ فقدان اور محروم ہونا دو صورتوں میں ہوگا، ایک تو یہ کہ عضو کو جسم سے مجتہد کر دیا جائے، دوسرے یہ کہ عضو باقی رہے لیکن اس سے جو کام لیا جانا مقصود ہے اس کام کے لائق نہ رہے۔“

۱۔ المفہد علی المذاهب الاربعہ ۲/۲۲۵

۲۔ الاصلاح ۲/۲۸۱

۳۔ نہایۃ المحتاج ۲/۲۲۱

۴۔ ابن تیمیہ، المملک فی احیاء المصلحت ۱/۱۸۱

۵۔ ابن قیم، فی احیاء المصلحت ۱/۱۸۱

پھر آگے چل کر علامہ کاسانی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسی ذمے میں یہ صورت بھی آتی ہے کہ کسی کا آکر حاملہ باقی رہے مگر قوالہ و قاتل کی قوت برپا کر دی جائے۔ میرے خیال میں یہ جزئیہ موجودہ نسخہ کی پر پوری طرح صادق آتا ہے، شرف الدین مقدسی فرماتے ہیں:

ریحہ قوت دینے کی صورت میں اگر اس شخص کی شہوت یا مہاشرت کی صلاحیت میں سے ایک قوت ضائع ہوگئی تو اس پر ایک دیت واجب ہوگی اور اگر یہ دونوں صلاحیتیں برپا ہو گئیں تو دو دیت واجب ہوگی۔

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ:

"القصی ابو بکر فی صلب الرجل اذا کسر شعر جبر بالدية كاملة اذا كان لا یحمل له وینصف الدية ان كان یحمل له۔"

ترجمہ: "مرد کی ریحہ قوت دینے اور بڑ جانے کی صورت میں اگر حمل کی صلاحیت باقی نہ رہے حضرت ابو بکر نے پوری دیت کا فیصلہ فرمایا اور اگر حاملہ کرنے کی صلاحیت باقی رہے تو نصف دیت کا۔"

شیخ احمد علیش ماکی بھی مذکورہ دونوں صورتوں (شہوت اور قوت تولید ختم ہو جانے) کو دو مستقل جرم کی حیثیت دیتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو دیت کا موجب قرار دیتے ہیں چنانچہ دونوں صورتوں کا فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس شخص پر دیت واجب ہے جس نے کسی کے ساتھ ایسی حرکت کی کہ اس کی جماع کی صلاحیت باقی رہی، یا ایسی حرکت کرے کہ اس میں بچہ پیدا کرنے کی اہلیت باقی نہ رہے۔

لہذا جب اصول یہ ہوا کہ انسان کی کسی بھی صلاحیت کا برپا کرنا جرم ہے تو پھر یہ تو یہ کوئی معنی نہیں رکھتی کہ سیدہ کی میں چوں کہ صرف قوت تولید ختم ہوئی ہے قوت اشتہاء باقی رہتی ہے اس لئے وہ جائز ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ قوت شہواہ اور جنسی خواہش کی بجائے خود تو کوئی اہمیت نہیں ہے، یہ شخص ایک سبب ہے، اہمیت تو اس مقصد کی ہے جس کے لئے انسان میں یہ داعیہ رکھا گیا ہے، اس کے اگر بالفرض اختفاء کی ممانعت سے مقصود یہی ہو کہ قوت جماع اور جنسی خواہش کو ضائع نہ کیا جائے تو قوت تولید اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت کو معطل کر دینا تو بدتر جہادنی ممنوع ہوگا، اس لئے کہ جب اسباب حرام ہوں تو اصل مقصود کی حرمت میں کیا شیعہ کا ناہنجی وجہ ہے کہ فقہاء نے جہاں قوت جماع برپا کر دینے کو حرام اور موجب دیت قرار دیا ہے وہیں اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ اس سے قوت تولید ضائع ہو جاتی ہے، مگر اس موقع پر فقہی کتابوں میں "لغووات

النسل " کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔

فرض مرد یا عورت کو تولید و حمل کی صلاحیت سے محروم کر دیا یا از خود محروم ہو جانا جائز نہیں۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی نے دیت واجب ہونے کی صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"عورت کے حامل ہونے اور مرد کے حاملہ کرنے کی استعداد کو بر باد کرنا بھی موجب دیت ہے، اس لئے کہ یہ قود الدو کا اصل سے محروم کر دیتا ہے۔"

شیخ عبدالرحمن الفوزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عورت کے حاملہ ہونے اور مرد کے حاملہ کرنے کی قوت کو ختم کر دینے سے پوری دیت واجب ہوتی ہے کیوں کہ اس سے نسل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔"

بہنہ سودی جو مرد و عورت کی قوت کو تولید کو دائمی طور پر ختم کر دینے کا ذریعہ ہے، قرآن و حدیث کی رو سے ایک غیر اسلامی طریق کار ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز عمل، نیز فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جائز نہ ہونے پر ماہرین قانون اسلامی کا اتفاق ہے۔

⑤ فطری ضبط تولید

بعض کے بعد طبی تحقیق کے مطابق یہ کہا یا م ایسے ہوتے ہیں جن میں استحقاقِ حمل کا بہت کم امکان ہوتا ہے، اگر خاص انہیں دلوں میں آ دی اپنی بیوی سے جنسی تعلقات قائم کرے تو فطری طور پر بچوں کی پیدائش پر روک لگ جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ یہ طریق کار اختیار کیا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

میرے خیال میں، بجائے خود اس طرز عمل میں تو کوئی قباحت نہیں ہے کہ آ دی بعض ایام میں بیوی سے ملے اور بعض ایام میں نہ ملے، البتہ اب اس شخص کی نیت پر یہ صورت موقوف رہے گی، اگر وہ غیر ارادی طور پر ایسا کر گزرا یا کسی جائز مقصد کے لئے ایسا کرتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن اگر معاش کا بے جا خوف یا کوئی دوسرا غیر شرعی جذبہ کارفرما ہو تو ظاہر ہے اس صورت کا اختیار کرنا بھی ایک غیر شرعی طریقہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انما الاعمال بالنیات" تمام اعمال کا دار و مدار نیت اور ارادہ پر ہے۔"

دو اور باتیں

خاندانی منصوبہ بندی کی مختلف صورتوں کا مندرجہ بالا طور میں جو فقہی تجزیہ کیا گیا ہے اور اسلام کے بنیادی اصول نیز ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے اجتہادات کی روشنی میں اس مسئلہ پر جو نوٹ لکھا گیا ہے امید ہے کہ وہ

ایک غیر جانب دار اور طالب حق کے لئے کافی ہوگا۔

آخر میں ہم اس سلسلے میں دو اور باتوں کی طرف اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو بار بار کی جاتی ہیں اور جو سادہ ذہن لوگوں کے لئے اکثر غلط فہمی کا باعث بنتی ہیں:

① مصالح کا اعتبار کب؟

پہلی بات یہ ہے کہ آج کل عام طور پر بعض تہجد پسند حضرات ضبط و لادیت اور اس قسم کے دوسرے تمام مسائل میں مصالح اور مفاد عامہ کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسکی ہر نئی تحریک کو یہ کہہ کر مسترد فرما دیتے ہیں سچی کی جاتی ہے کہ یہ لوگوں کے عام مفاد اور مصالح کا نگہ ضا ہے اور شریعت و دھارم انسان کے مصالح و ضروریات اور مفادات کے تحفظ ہی کے لئے نازل کی گئی ہے۔

اس سلسلے میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام نے انہیں مصالح اور مفادات کی حمایت کی ہے جو شریعت کی روح، اسلام کے حرائج اور کتاب و سنت کی بنیادی تعلیمات سے متصادم نہیں ہوں۔ شریعت کی نگاہ میں وہی مصالح معتبر ہیں جسے شریعت تسلیم کرتی ہو، آدمی کی خواہش اور عقل اس کے لئے معیار اور کسوٹی نہیں بن سکتی۔ قانون اسلامی کے مشہور مرتضیٰ اس اور حقیقی انگلش عالم اور مفتی شاہ ولی نعمانی فرماتے ہیں۔ "المواد بالمصالح والمفاسد ما كانت محذوفات فی نظر الشرع لاما كان ملائماً أو مضافاً للطبیع۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کی ہر چاہت اور خواہش کو مصالح کا نام دیا جاتا رہے اور شرعی اور غیر شرعی مصالح کے درمیان کوئی فرق نہ کیا جائے، تو شریعت ایک خالق اور انسان کے باطنوں پر لایا اور توڑا جانے والا کھلونا بن کر رہ جائے گی اور انتہائی غیر دینی اور اخلاقی باتوں کو بھی مفاد عامہ اور مصالح کی آڑ میں جائز قرار دینے کی گنجائش نکل آئے گی۔ اس لئے مصالح صرف وہی معتبر ہیں جو شریعت اسلامی کے حرائج و مفادات سے ہم آہنگ ہوں۔

② ضرورت کیا ہے؟

دوسری بات یہ بھی جاتی ہے کہ ضرورتاً جائز امور بھی جائز ہو جاتے ہیں، اس لئے خاتمی منصوبہ بندی اور اس طرح کی دوسری چیزوں کو قوی اور اجتماعی ضرورت کے تحت اپنا لینے کی اجازت ہونی چاہیے۔

یہ بھی دھارم ایک صحیح اصولی کا نفاذ استمال ہے، فقہ کی اصطلاح میں جس چیز کو ضرورت کہا جاتا ہے وہ ہماری سوسائٹی میں عام طور پر بولے جانے والے لفظ "ضرورت" سے بہت مختلف ہے، فقہاء نے احکام شریعہ کو

تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① ضروریات، یعنی وہ امور جو شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد^۱ جان، مال، دین، نسل اور عقل کے تحفظ کے لئے ضروری ہوں اور اگر ان کی اجازت حاصل نہ ہو تو پانچ چیزوں میں سے کوئی چیز محفوظ نہ رہ سکے، مثلاً اگر فاقہ اور بھوک سے موت کا اندیشہ ہو تو شراب پینے اور سوہ کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی، اس لئے کہ اس وقت اس کے بغیر جان کا تحفظ ممکن نہیں ہے، ایسی ہی دیگر ضرورت کو فقہ کی اصطلاح میں "ضروریات" کہا جاتا ہے۔

② حاجیات، ضرورت کے بعد دوسرا درجہ حاجت کا ہے، حاجت یا حاجیات سے ایسی چیزیں مراد ہیں، جن پر ان پانچ مقاصد کا پایا نہ جا، انسان کی ان بنیادی ضرورتوں کا تحفظ موقوف تو نہیں ہو لیکن اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو آدمی کو مشقت اور دشواری ہو، مثلاً: بلی کا جھوندا اصرار ناپاک ہوتا چاہے اس لئے کہ وہ درندہ ہے اور تمام دندوں کے جھونے حرام ہیں، نیز اگر بلی کا جھوندا حرام کر ہی دیا جاتا تو بھی یہاں تک کہ آدمی اپنی جان یا مال کی حفاظت کر ہی نہیں سکتا، البتہ چون کہ بلی کی ہر وقت گھروں میں آمد و رفت رہتی ہے اس لئے اس کا جھوننا حرام قرار دینے کی وجہ سے دشواری اور مشقت پیدا ہو جاتی، لہذا شریعت نے عام ضابطہ کے برخلاف "بلی کے جھونے" کو حرام نہیں رکھا، اس لئے بلی کا جھوننا حاجیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

③ تحسینات، اور تیسرا درجہ "تحسین" ہے تحسین سے مراد وہ احکام ہیں کہ ان پر انسان کی زندگی موقوف بھی نہ ہو اور ان کے نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کسی بڑی مشقت میں مبتلا بھی نہ ہو جائے، البتہ حریہ و است، آسانی اور راحت کے لئے اس کی اجازت دی گئی ہو مثلاً عمدہ کھانا، اچھا کپڑا۔

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ انسان کے جسم چھپانے کے لئے محض ایک معمولی سا کوئی بھی کپڑا کافی ہے لہذا اس قدر کپڑا آدمی کے لئے "ضرورت" ہے اور سردی گرمی کے بچاؤ کے لئے موسم کے مناسب کپڑا حاجت ہے، کہ اگر اس کی رعایت نہیں کی جائے تو مشقت اور دشواری پیدا ہوگی اور غریب صورت اور عمدہ جسم کے چار کپڑے "تحسینات" میں شمار ہوں گے۔

"ضرورت" کی وجہ سے بہت سی ناجائز چیزوں کے جائز ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صورتیں جو اوپر ذکر کی گئیں تحریم کے مطابق انسان کی "ضروریات" میں داخل ہوں، وہ غیر معمولی حالات میں ضروری طور پر جائز ہو جاتی ہیں، اسی طرح "حاجیات" کے ذیل میں آنے والے وہ امور کہ اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو غیر معمولی مشقت پیدا ہو جائے، بھی ان حالات میں جائز قرار پاتے ہیں۔ لیکن ایسی حاجیات کہ اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو انسانی زندگی میں شریعت کے بنی پانچ بنیادی مقاصد متاثر ہوں گے۔

نہ دی جائے تو تھوڑی دشواری پیدا ہو جائے یا ”تجربیات“ جو تربیت اور راحت و رسائی کے لئے ہیں ان پر نہ ضرورت کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ وہ قرآن وحدیث کی اجازت کے بغیر کی جی، وقت جائز ہو سکتے ہیں۔

اب اس خانہ دانی منصوبہ بندی کی اجتماعی حیثیت پر غور فرمائیے تو محسوس ہوگا کہ یہ نہ اجتماعی حیثیت سے ضرورت ہے اور نہ حاجت۔ ظاہر ہے کسی کے حق میں یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بچے پیدا ہوں گے ان کے بھوک سے مرنے کی قربت آجائے گی یہ ممکن ہے کہ اطراوی طور پر چند فیصد آدمی اپنے آپ کو دو یا تین بچوں سے زیادہ کے پرورش کے لائق نہ پاتے ہوں، لیکن اجتماعی اور قومی سطح پر یہ بات نہیں کی جاسکتی کہ معاشرہ کا ہر فرد یا غالب اکثریت فصول فرہی اور اسراف کا خانہ خالی کر کے چند بچوں کی پرورش نہیں کر سکتی۔

مگر بد قسمتی سے ہمارے یہاں تجلیات اور انسان کے ہوس پرستانہ معیار زندگی کو بھی ضرورت اور ضروریات کا نام دے دیا گیا ہے، قیمتی کپڑے، ٹی، وی، ایرکونڈیشن، فکس فون عمارتیں، کاریں اور آرام دہ تمام چیزیں جن کے بغیر بھی آدمی کسی قابل ذکر مشقت میں مبتلا نہیں ہوتا، انسان کی ضروریات بھی جانے لگی ہیں، لیکن ظاہر ہے اسلام اس طرز فکر کا رد اور انہیں ہے اور نہ ان عیش پرستیوں کو ”ضروریات زندگی“ کی فہرست میں جگہ دینے کو چاہیے ہے۔ آج جن حضرات کو ”خانہ دانی منصوبہ بندی“ کی تحریک پر اسلام کی سند تو شق ثبت کرنے کا شوق ہے ان کے نزدیک اصل مسئلہ ”قوت لایموت“ اور ”خدا برائے زندگی“ کا نہیں ہے بلکہ ان کو فکر بلند تر معیار زندگی کی ہے۔ امید کہ یہ چند سطریں اس مسئلہ پر فقہی حیثیت سے بغیر جاہ وارانہ نگاہ ڈالنے والوں کے لئے صحیح نتائج تک پہنچنے کے لئے کافی ہوں گی۔

واللہ ہو یہدی سبیل الحق.



ٹسٹ ٹیوب سے تولید اور اس سے متعلق احکام

جدید میڈیکل ترقی نے جو بہت سے فتنی مسائل پیدا کئے ہیں ان میں ایک اہم مسئلہ ”ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ تولید“ کا ہے۔ اس ایجاد نے بہت سی تباہیوں کے دروازے بھی کھولے ہیں۔ دوسری طرف اولاد سے محروم لوگوں کے لئے ”شع امید“ بھی فروزاں کی ہے۔ ہمیں اس کی تباہیوں اور مناسد پر بھی نظر رکھنی ہوگی اور حقیقت پختہ کے ساتھ اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ اگر اس کی کوئی صورت مباح ہو سکتی ہے تو خود بخود اس پر حرمت کا حکم لگانے سے بھی گریز کیا جائے۔ پھر اگر کوئی صورت جائز ہو سکتی ہو تو اس سے متعلق فقہی احکام و اثرات کیا ہوں گے؟ ان پر بھی غور کرنا ہوگا۔

انجمنی مرد و عورت کے مادہ کا اختلاط

بنیادی طور پر ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ تولید کی دو شکلیں ہیں: اول یہ کہ انجمنی مرد و عورت کے مادہ منویہ اور بیضہ انسانی کو باہم خلط کے تولید عمل میں آئے، چاہے یہ دو انجمنی مادے کسی ٹیوب میں خلط کیے جائیں، یا خود انہی عورت کے دم میں یا کسی اور عورت کے دم میں، یا خود اس مرد کی قانونی اور شرعی زوجی کے دم میں، یہ صورت بہر حال ناجائز ہوگی کہ اس کی وجہ سے نسب میں اختلاط ہوتا ہے اور زنا کی ممانعت کی اصل وجہ یہی اختلاط نسب ہے۔ اس سلسلہ میں صریح تفصیل موجود ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَحِلُّ لِمَرْءٍ يَوْمُنَ بِاللَّيْلِ وَالْيَوْمِ الْأَخِيرِ يَسْفِي مَاءَهُ ذَرْعَ غَيْرِهِ“^۱
 ترجمہ: ”خدا آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے روائش کو اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سب کرے۔“

اسی اختلاط نسب سے خلعت کے لئے ایک مرد کی زہ بیت سے نکلنے کے بعد دوسرے مرد کی زوجیت میں جانے کے لئے ”نعت“ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ شہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”متھا معرفة براءة رحمها من ماء ۛ لئلا تختلط الانساب فان النسب احدا ما ينشاح به ويطلبه العقلاء وهو من خواص نوع الاتصاف ومعا اعناز به من سائر الحيوان۔“

فقہ رحمہ اللہ: ”عدت کی مصنفوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ذریعہ عورت کے دم کا شہر برائی کے مادہ سے خالی ہونا معلوم ہوتا ہے، تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو، اس لئے کہ نسب دو چیز ہے جس کی خواہش کی جاتی ہے اور اعتقاد جس کے طلب گار ہوتے ہیں، جو انسانی خصوصیت ہے اور جس کے ذریعہ انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے۔“

پس انجمنی مرد و عورت کے مادے کے اختلاط کی تمام صورتیں گناہ ہیں اور حکم کے اعتبار سے ”زنا“ ہیں، البتہ چوں کہ حدود (شریعت کی مقررہ سزاؤں) معمولی شہادت کی وجہ سے بھی ساتھ ہو جاتی ہیں اور یہیں بھی یہ شبہ موجود ہے اس لئے کہ زنا دو چیزوں کے درمیان ایک جسمانی فعل، یعنی مباشرت کا نام ہے اور ان صورتوں میں یہ فعل اپنی ظاہری شکل کے ساتھ موجود نہیں، دوسرے زنا میں وہ انجمنی مرد و عورت ایک دوسرے کے جسم سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں، جب کہ اس مصنوعی فعل کے ذریعہ اس طرح کی لذت حاصل نہیں کی جا سکتی، اس لئے اس فعل کی وجہ سے زنا کی مقررہ شرعی سزا (حد) نافذ نہیں کی جائے گی۔ البتہ چوں کہ یہ فعل اپنی روح اور شہارے کے لحاظ سے اسی قدر مضرب ہے، جس قدر طویل فعل زنا، اس لئے قاضی اس پر مناسب تعویب اور سزاؤں کرے گا۔

اگر وہ عورت کسی مرد کی زوجیت میں رہتے ہوئے کسی اور انجمنی کے مادہ سے حامل ہو یا صاحب اولاد رہتے تو مولود کا نسب اس کے حقیقی شہر سے ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ ثبوت نسب کے باب میں فقہی اصول ہے کہ عورت جس مرد کا ”فراش“ ہو، اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب اسی سے متعلق ہوگا۔ آپ ﷺ سے فرمایا: ”الولد للفراش وللعاهر الحجر۔“ اور بیوی کو اس کے شہر کا فراش مانا گیا ہے۔۔۔۔۔ نیز اگر کنواری لڑکی اس طرح ماں بنی، جب بھی بچہ کا نسب صرف اس عورت سے متعلق ہوگا، اس مرد سے نسب کا کوئی تعلق نہیں ہوگا جس کے مادہ منویہ سے استفادہ کیا گیا ہے، جیسا کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کا حکم ہے۔ ہاں اگر کسی انجمنی عورت کا رجعت اپنی حاصل کیا گیا اور کسی مرد کے مادہ منویہ کے ساتھ شہت ثوب کے ذریعہ آمیزگی کی گئی اور پھر یہ ”مطلقہ“ اس مرد کی چارہ بیوی کے دم میں متعلق کر دیا گیا اور اس کی بیوی سے اس کو چنا تو اب اس کی بیوی بچہ کی ماں قرار پائے گی، کیوں کہ قرآن میں ماں اس عورت کو قرار دیا گیا ہے، جو بچوں کو بے شک۔ اور

۱۔ حجة قللة البالغة ۱۲، ۲۔ مکة منس خمسة عن عمرو بن شعوب، جامع الفوائد ۱۳۱/۱

۲۔ حجابہ ۱۲/۱ باب ثبوت النسب۔ مکة المعادلة ۲

جب اس مرد کی زوجہ ماں قرار پائی تو چونکہ وہ اس کی فراش ہے۔ اس لئے وہ خود اس بچہ کا باپ قرار پائے گا اور جننے والی ماں کے شوہر سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا۔ وہ لگی وہ عورت جس کا بیچہ الٹی اس کی تخلیق کے لئے حاصل کیا گیا تھا تو اس کی حیثیت ماں کی نہ ہوگی، کیوں کہ شریعت میں محض یہ بات ثبوت نسب کے لئے کافی نہیں کہ مولود کسی کا جزو بدن بن جائے، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیق میں جس مرد و عورت کا جزو بنائے، وہ چنانچہ عورت طلاق طریقہ پر بنا ہو، یہی وجہ ہے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا، حالاں کہ مولود زانی کا جزو ہوتا ہے اور عدت رضاعت دو سال گذرنے کے بعد عورت کا دودھ پیا جائے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کہ یہ رضاعت مشروع و جائز طریق پر نہیں ہے، البتہ چوں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ”حرمت نکاح“ میں عادت دینا احتیاط برتی گئی ہے اور اس لئے زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اس لئے ان تمام صورتوں میں مولود کے لئے اس مرد کے خاندان سے بھی حرمت قائم ہوگی، جس کا مادہ منویہ اس کی تخلیق میں استعمال ہوا ہے، اس عورت کے خاندان سے بھی جس نے اس کو جنا ہے اور اس کے لئے زحمت ولادت برداشت کی ہے اور اس عورت کے خاندان سے بھی، جس کے رحم سے اس کے وجود کے لئے بیچہ الٹی حاصل کیا گیا ہے۔

زن و شو کے ماوے کا اختلاط

دوسری صورت یہ ہے کہ خود شوہر بیوی کے مادہ حیات کو غلط ملط کر کے تولید عمل میں آئے، اس کی بھی تعین فقہیں ہو سکتی ہیں۔

- ❶ شوہر کا مادہ انکلیشن وغیرہ کے ذریعہ عورت کے رحم تک پہنچا دیا جائے۔
- ❷ شوہر بیوی کے ماوے حاصل کئے جائیں اور شوہر میں مخصوص عدت تک ان کی پراورٹ کی جائے، پھر اسی عورت کے رحم میں اس کو منتقل کر دیا جائے۔
- ❸ زن و شوہر کا مادہ حاصل کیا جائے اور اس آئینہ کو اسی شوہر کی دوسری بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے، اس لئے کہ اس کی بیوی زنجی کی متصل نہ ہو یا طبی اسباب کی بناء پر تولید کی اہل نہ ہو۔
- ان شکلوں میں ایک سوال تو یہ ہے کہ ایسا کرنا کیا محض صاحب اولاد ہونے کے جذبہ کی تسکین کے لئے درست ہوگا؟ دوسرے کیا مولود کا نسب ماں باپ سے ثابت ہوگا؟ تیسرے یہ کہ تیسری صورت میں مولود کی ماں کون ہوگی؟ وہ جس کا بیچہ الٹی حاصل کیا گیا، یا وہ جس نے اس کے لئے زحمت ولادت برداشت کی؟
- اب پہلے ہم کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا ایسا کرنا درست بھی ہوگا؟ جن حضرات نے اس کو درست

قرار دیا جائے ان کے سامنے تین باتیں ہیں، اول یہ کہ مرد کو حلق کے ذریعہ بارہ منوی نکالنا ہوگا اور حلق کرنا درست نہیں ہے دوسرے مرد کو عورت یا کم از کم عورت کی بے ستری ہوئی اور شدید مجبوری کے بغیر بے ستری اہلواء کے سامنے بھی درست اور جائز نہیں، تیسرے یہ طریقہ ہے، ہر حال خلاف فطرت، اور شریعت کا عام طرز ہی یہ ہے کہ وہ خلاف فطرت امور سے منع کرتی ہے۔

جہاں تک حلق کی بات ہے تو یقیناً شریعت نے اس سے منع کیا ہے اور جمہور فقہاء اسے درست قرار دیتے ہیں، لیکن جہاں ضرورت دہی گمراہوں اس کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ عہد الرشید طاہر بن زید نے لکھتے ہیں:

”ولا يحل هذا الفعل خارج ومضبان ان قصد قضاء الشهوة وان قصد تسكين الشهوة ارجو ان لا يكون عليه وبال“۔^۱

مترجم: ”یہ فعل (حلق) غیر رمضان میں بھی (رمضان ہی کی طرح) حلال نہ ہوگا، اگر تسکینِ شہوت کی غرض سے ایسا کیا گیا ہو، لیکن اگر شہوت کی تسکین مقصود ہو تو اس سے منع ہے کہ اس کو حلق دیا جائے نہ ہوگا۔“

ہمارے زمانہ میں طبی چانچ اور امتحان کے لئے بھی میرا خیال ہے کہ اس کی اجازت دی جائے گی، اب عرض یہ کرنا ہے کہ اول تو صاحبِ اولاد ہونے کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور جیسا کہ میں آگے ذکر کروں گا کہ بسا اوقات یہ جذبہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ صفت و عصمت کے نقطہ نظر سے ”ضرورت“ کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، دوسرے فقہاء نے بعض اہل امور کو بھی مباح دکھا ہے جو تکل کے اعتبار سے ”باطل حلق“ کی طرح ہیں، مثلاً عزیٰ یعنی بیوی سے اس طرح جماع کرنا کہ انزال کے وقت عضو مخصوص باہر نکال لیا جائے اور عورت کے دم میں انزال سے بچا جائے، اختلاف کے یہاں یہ صورت جوڑا ہے۔^۲ اور تحبک جس طرح حلق میں تسکینِ شہوت کی جاتی ہے اور بارہ منویہ کو ضائع کر دیا جاتا ہے، اسی طرح ”عزل“ میں بھی تسکینِ شہوت کی جاتی ہے اور بارہ منویہ کو ضائع کیا جاتا ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ تسکینِ شہوت کے لئے عورت کے جسم سے تنہا کے بجائے خود اپنے ہاتھ سے لذت اندوز ہوا جاتا ہے، تیسرے حلق کی ممانعت کی اصل حکمت یہ ہے کہ اس طرح انسان ”بارہ حیات“ کو نسل انسانی کی افزائش کی بجائے بے مقصد استعمال کرتا اور ضائع کر دیتا ہے، اب غور کیجئے کہ اگر اس کو مصنوعی تولید کے لئے ”حلق“ کیا جائے تو حلق کا مقصود ہی بدل جاتا ہے، یہاں حلق جو برہنہ حیات کو ضائع کرنے کے لئے

۱۔ خلاصۃ الفتاویٰ ۲۷/۱

۲۔ فقہاء کے یہاں انعام کے تین درجے ہیں، ضرورت، حاجت اور تمہین، ضرورت وہ انعام ہے، جو حاجت و عین، جس عکس بدل اور نسل کے لحاظ سے لئے باطل ہو کر رہیں، حاجت وہ ہے جو ناکر ہو تو نہیں، لیکن ان کی رعایت نہ کی جائے تو خلعتِ طہارت کا سامنا ہو اور تمہین وہ انعام ہے، جو ان امور میں بہت کے لئے ہوں، اکثر علماء اصولی نے اور حنفیوں میں شافعیوں میں طہارتی نے ”الحوائج“ کہا اس کی تہذیب شرعیہ صراط کے ساتھ فکھری ہے۔

نہیں، بلکہ کارکردہ شرع اور کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے، اس لئے یہ صورت جلتی کی مصنوع صورتوں کے ذیل میں آنی ہی نہیں چاہیے۔

دوسری وجہ "شادی" مجبوری کے بغیر بے ستری سے کرنا ہے۔ اس میں شرع نہیں کہ یہ ایک قوی وجہ ہے، جو اس کے مثلی پہلو پر قیاس کی چاکتی ہے، مگر غور کیا جائے تو اول تو صاحب الادارہ نے کاحد ہر ایک غیر معمولی جذبہ ہوتا ہے بالخصوص عورتوں کے معاملے میں ولادت سے عروہی اکثر لوازمات عورت کو مختلف نسوانی، دماغی، قلبی اور جسمانی امراض کا شکار بنا دیتی ہے، بسا اوقات یہ بچہ زچہ جن کے درمیان سخت نفور اور کشیدگی کا باعث بھی بن جاتی ہے اور بعض اوقات محنت و محنت پر بھی بن آتی ہے، اس لئے یہ فقهی اصطلاح کے مطابق ہر عورت کے لئے ممکن ہے ضرورت نہ ہو، لیکن بعض خواتین کے لئے "عاجت" کا وجہ اختیار کر لیتی ہے، جس کو بعض مواقع سے "ضرورت" ہی کے حکم میں رکھا جاتا ہے۔

اب جب ہم فقهی تصریحات دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسی صورتوں میں بھی یہ ستری کو گوارا کیا گیا ہے، جو بجائے خود کوئی شدید مرض نہیں، لیکن امکانی طور پر شدید امراض کا باعث بن سکتا ہے۔ جیسا کہ اولاد سے عروہی بعض شدید امراض کا سبب بن جاتی ہے۔ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ولقد روی عن ابي يوسف انه اذا تكلم به هزال فاحش وقيل له ان الحنفية تنزل مايلت من الهزال فلا بأس بأن يبدى ذلك الموضع للمحتش وهذا صحيح فان الهزال الفاحش نوع مريض يكون آخره الدق والنسل۔"

ترجمہ: "امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جس کو عاید درد کی کمزوری ہو اور اس کو بتایا جائے کہ حقہ اس کمزوری کا ازالہ کر سکتا ہے تو اس کے لئے مضامین کہ حقہ کرنے والے کے لئے اس جگہ (پاکستان کا مقام) کو کھول دے اور یہ گنگا مانے ہے، کیوں کہ حلت کمزوری بھی ایک مرض ہے جس کی ابتداء حقہ اور حل کے امراض پر ہوتی ہے۔"

یہ رائے تو قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ "قوت جامعہ" فقہاء کے یہاں مقررہ تعریف کے اعتبار سے غالباً "ضرورت" میں داخل نہیں ہے، خود سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ضرورت ہونے سے انکار کیا ہے، لیکن ایک مستقل اور اہم دستان فقہ کے بنی "امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ" کے نزدیک قوت جامعہ میں اضافہ کے لئے بھی "حقہ" کرنا اور حقہ کرنے والے کے سامنے بے ستر ہونا درست ہے۔ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ہی نقل کرتے ہیں:

”وَحَكِي عَنِ الشَّافِعِيِّ قَالَ، إِذَا قِيلَ إِنَّ الْحَقْنَ تَقْوِيكَ عَلَى الْمَجَامَعَةِ فَلَا بَاسَ
بِذَلِكَ أَيْضًا“^۱

ترجمہ: ”امام شافعی رحمہ اللہ اتفاق سے منقول ہے کہ جب مریض سے کہا جائے کہ حقن کی وجہ سے تمہارے اندر قوت جماع بڑھے گی تو اس کے لئے حقن کرانے میں مضائقہ نہیں۔“

بلکہ ”ضرورت“ تو کہا، سنت کی ادائیگی، بلکہ ایسی چیز کے لئے بھی فقہاء نے بعض دفعہ بے ستری کی اجازت دی ہے، جو مجلس صراح یا محفل ایک گونہ مطلوب (محرم) ہے، مردوں کو حقن کرنا سنت ہے، لیکن بے ستری حرام ہے اور مردوں کے لئے حقن ”صراح“، لیکن فقہاء اس کو بھی دائرہ ضرورت اور دائرہ عذر میں لے آئے ہیں اور اس کے لئے بے ستری کی اجازت دیتے ہیں۔ مشہور فقہ علامہ العربی سرحدی جن کی ”تحدید الفقہاء“ کو ملک العلماء کا ساتھی نے اپنی باب ”تصنیف“ ”بدائع الصنائع“ کے لئے اصل زمین بنائی ہے، لکھتے ہیں:

”وَلَا يَبَاحُ النَّظَرُ وَالْمَسُّ إِلَى مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ إِلَّا فِي حَالَةِ الضَّرُورَةِ بَإِنْ
كَانَتِ الْمَرْأَةُ خَائِفَةً تَخْشَى النِّسَاءَ“^۲

ترجمہ: ”گناہ آنکھوں کے دوسری ہاتھ کو دیکھنا اور چھونا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ ضرورت اس کی محتاجی ہو یا اس طور کو دیکھنے والی عورت خائف ہو جو عورتوں کا حقن کرتی ہو۔“

موتاپان ”ضرورت“ ہے نہ ”حاجت“ لیکن فقہاء نے یہاں بھی حقن کی اجازت دی ہے۔ صاحب خلاصہ کا بیان ہے کہ ”لَا بَاسَ بِالْحَقْنَةِ لِأَجْلِ السَّمَنِ هَكَذَا رَوَى عَنِ أَبِي يُونُسَ“^۳ اور صاحب اداد ہونے کا جذبہ تو ایک فطری جذبہ ہے۔ فقہاء تو عورت کے اس جذبہ کو بھی ناقابل اعتبار نہیں سمجھتے کہ وہ خود کو شوہر کے لئے پرکشش بنانے کی فرض سے موتاپا بڑھانا چاہے۔ قرآنی حاکمگیری میں ہے کہ:

”وَالْمَرْأَةُ إِذَا كَانَتْ لَسَمَنْ نَفْسَهَا لِرُؤُوسِهَا لَا بَاسَ بِهِ“^۴

ترجمہ: ”عورت اپنے کو شوہر کے لئے موتا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔“

”نست لبیب“ کی مدد اور اندر فرو کے لئے دراصل ایک ذریعہ علاج ہے اور اس میں شہ نہیں کہ فقہاء نے انسانی مسائل کو تین خانوں۔ ضرورت، حاجت اور حسیں میں تقسیم کیا ہے اور ممنوعات کو صرف اس وقت جائز رکھا ہے جب کہ ضرورت یا حاجت اس کی اجازت کا قدرہ کرے، لیکن فقہی جزئیات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج و معالجہ کے باب میں فقہاء نے ایک گونہ زیادہ وسعت سے کام لیا ہے اور سب سے سہولت کو راہ دی ہے، مثلاً جہاں کہہ کر مرد اور موتاپا کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن حاکمگیری میں ہے:

۱۔ بحوالہ سابق، ۲۔ تحفۃ الفقہاء، ۳/۲۲۲ ۴۔ خلاصۃ العللوی، ۱/۲۲۲ ۵۔ خلاصۃ العللوی، ۲/۱۶۰

”وسئل ابو مطيع ان امرأة تاكل القليقة واشياء ذالك تلتهمس السمسم قال لا

باس به مالم تاكل فوق الشيع واذا اكلت فوق الشيع لا يحل لها۔“^{۱۷}

ترجمہ: ”کوئی عورت سے اس عورت کے متعلق درپخت کیا گیا جو سب اور اس طرح کی چیزیں مون پے کے لئے کھائے، انہوں نے فرمایا: اس میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھائے، اگر آسودگی سے زیادہ کھالے تو یہ اس کے لئے حلال و جائز نہیں۔“

اس نے اس بے باپ کا خیال ہے کہ اولاد سے محروم شوہر و بیوی کے لئے اولاد کا حصول ایک فطری جذبہ اور طبعی داعیہ ہے کہ اس کے لئے شوہر کی مرد طبیعت اور عورت کی عورت طبیعت کے سامنے بے ستری گودا کی چاکنی ہے۔

جہاں تک تیسری بات ہے کہ یہ خلاف فطرت طریقہ ہے۔ تو یہ ممانعت کی کوئی قوی دلیل نہیں ہے، ایک فطری ضرورت اور تشخص کی تکمیل کے لئے ایسی غیر فطری صورت اختیار کرنا جس کی ممانعت پر نفس و ارد نہ ہو جائز ہوگا۔ وادس کے اصول کی اصل راہ مند اور اصل ہے، لیکن مصنف ”فتا“ کی اجازت ہے، بچہ کی ولادت کی اصل راہ عورت کی شرمگاہ ہے، لیکن ضرورت ہو تو آپریشن کی اجازت ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ جمبوری کے وجہ میں اس غیر فطری عمل کو برداشت نہ کیا جائے جس کا اولاد زوجین کے لئے اس مصنوعی طریق پر اولاد کا حاصل کرنا درست ہوگا۔

ٹیوب بے بی کے ثبوت نسب کا مسئلہ

یہاں یہ بات تو ظاہر ہے کہ جس مرد کا مادہ تھوہی مولود کا باپ ہوگا، ثبوت نسب کے لئے شوہر کے غلط سے بیوی کا حمل ہو جائے گا، یہ بی ضروری نہیں کہ وہ جسمانی طور پر اس کے ساتھ مباشرت کرے، چوں کہ یہ ہاگن فی صورت ہے، اس لئے کتب فقہ میں اس سے متعلق صریح حکم کا دستیاب ہونا ظاہر مشکل ہے، البتہ بعض لکس جز پات موجود ہیں جن میں وہی کے بغیر بھی استحقاق حاصل کو ممکن تسلیم کیا گیا ہے اور نسب ثابت کیا گیا ہے۔

”رجل وطئ جارية في مادون الفرج فانزل فاحدثت الجارية عانة في شيء

فاستدخلته في فرجها فعلمت عندنا ان الولد ولده وتصير الجارية امر

ولده۔“^{۱۸}

ترجمہ: ”کوئی شخص اپنی باندی سے شرمگاہ کے باہر جماع کرے اور اس کو انزال ہو جائے، باندی اس مادہ منویہ کو کسی چیز میں محفوظ کر لے، پھر اس کو اپنی شرمگاہ میں داخل کرے اور اسے حمل بھی ضمیر

جائے، تو عمامہ حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک وہ بچہ اسی کا ہوگا اور ہانڈی اس کی ام ولد قرار پائے گی۔“

یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جس عورت کا ”حنیفہ الحنی“ ہے۔ اگر اسی کے رحم میں اس کی پرورش بھی ہوئی ہے تو وہی اس کی ماں شمار ہوگی، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایک عورت کا حنیفہ الحنی اس کی سون کے رحم میں ڈالا گیا اور اس طرح تولید عمل میں آئی تو بچہ کی ماں کون سمجھی جائے گی؟۔ اس بارے میں اعلیٰ علم کی دائیں مختلف ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ماں وہ ہوگی جس سے ”حنیفہ الحنی“ حاصل کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ماں وہ ہوگی جس کے رحم میں پرورش ہوئی اور جس نے جنا ہے، حقیقت یہ ہے کہ دائیں اور عکسہ شرقی پر نظر کی جائے تو یہ دونوں ہی دائیں اپنی اپنی جگہ معقول ہیں، جس عورت سے ”حنیفہ الحنی“ حاصل کیا گیا ہے، وہ اس لئے کہ اب بچہ کی حیثیت اس کے جزو کی ہوگی اور نسب اور اس کی حرمت کی بنا اصل میں اسی رشتہ پر جڑتی ہے۔ صاحب دہاوی نے ذاتی اوجہ سے ”حرمت مصاہرت“ ثابت ہونے پر بحث کرتے ہوئے اسی بحث کو ان الفاظ میں اٹھایا ہے:

”ان الوطني سبب الجوزیۃ بواسطۃ الولد حتی یضاف الی کل واحد منها کمالاً“

ترجمہ: ”وہی موالود کے واسطے سے جڑیعت کا سبب بنتا ہے، لیکن وجہ ہے کہ موالود وہ ہیں جس سے ہر ایک کی طرف پوری طرح منسوب ہوتا ہے۔“

پھر ماں کے لئے عربی زبان میں ”ام“ کی تعبیر بھی اس کے حق میں ہے۔ ”ام“ اصل اور جز کو کہتے ہیں۔ مذکورہ عورت کا ”حنیفہ الحنی“ ہوں کہ اس کی نگویں کے لئے اصل اور اس ماں بنتا ہے، تو ضرور ہے کہ اس کو ماں قرار پانا چاہیے۔ پھر رشتہ رضاعت سے بھی اس رائے کو تقویت پہنچتی ہے، حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے ضروری نہیں کہ بچہ ماں کے قحن سے ہی دودھ پئے، کسی اور ذریعہ سے دودھ پلا دیا جائے تو یہ بھی رشتہ رضاعت کے لئے کافی تصور ہوتا ہے، اسی طرح کسی اور طریق سے عورت کا ”حنیفہ الحنی“ موالود کی نگویں میں اپنا کردار ادا کرے تو اس کو رشتہ مادری کے ثبوت کے لئے کافی تسلیم کیا جاتا چاہیے۔

جن لوگوں نے اس عورت کو ماں رکھا ہے، جو حرمت ولادت برداشت کرتے اور جس کے رحم میں بچہ پرورش پائے ان کے لئے سب سے بڑی شہادت قرآن مجید کی یہ تعبیر ہے کہ وہ ماں کو ”والدۃ“ (بچی چٹنے والی) کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے، مگر رحم میں بچہ اسی عورت کا جزو قرار پاتا ہے، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ کا حاسد و لیسہ اور قابل فکر ہے۔ ویسے کتب فقہ پر نگاہ ڈالی جائے تو فقہاء کے یہاں بعض ایسی نظریں بھی موجود ہیں کہ ایک ہی بچہ کا نسب دو مردوں سے ثابت کیا گیا ہے اور دونوں ہی کو اس پر ”ولایت“ کا حق دیا گیا ہے۔ علامہ ابو شارح قدوری لکھتے ہیں:

— ﴿مسئلہ اول: حیضہ کی حیثیت﴾ —

”واذا كانت جارية بين اثنين جاء ت بولد فاذا عياها حتى ثبت النسب منهما“۔

ترجمہ: ”ایک باندی دو شخصوں کے درمیان مشترک ہو اس باندی کو ولادت ہو اور دونوں اس کے (بچہ) رہیں تو مولود کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا۔“

ابن قیم نے ”مظہیر“ کے حوالہ سے اس کو تھوڑے فرق کے ساتھ یوں لکھا ہے:

”والجارية بين اثنين اذا جاء ت بولد فاذا عياها بنيت النسب من كل واحد منهما بنفرد كل واحد منهما بالفتوى وج۔“۔

ترجمہ: ”دو شخصوں کے درمیان مشترک باندی کو ولادت ہو اور دونوں اس سے ثبوت نسب کا دعویٰ کریں تو مولود کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور دونوں میں سے ہر ایک کو اس کا نکاح کرنے کی ولایت حاصل ہوگی۔“

پس یہ بات منسوب ہوگی کہ حرمت نکاح وغیرہ میں ان دونوں کو اس مولود کے لئے حقیقی ماں کے حکم میں رکھا جائے؟ اور عقد و میراث وغیرہ کے احکام میں اس عورت کو ماں کا حکم دیا جائے جس نے حمل کی مشقت برداشت کی ہے اور مولود کو پتا ہے جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

﴿اِنَّ اَمَّهُنَّهٖۤ اِلَّا الَّذِیۡ وَلَدَتْھِمْ﴾

ترجمہ: ”ان کی ماںیں وہی ہیں جنہوں نے ان کو پتا ہے۔“

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم وأحکم



کلوننگ، اسلامی نقطہ نظر

”اسلام چند سو سے دو سو سال پہلے پیدا ہوا جس نے اس وقت پہلی بار دنیا میں ایک بے نیچر و غیرہنگامہ کا دعویٰ حاصل کر لیا ہے۔
اس کے اسرار و معانی کی فراہمی پر موقوف نے بعد ازاں ملین (مترادف) میں شیخ فرزاں کام کے تحت مفسرین کا سلسلہ شروع
کیا ہے۔ مفسر پر یہ مطالبہ ملے سو فی ماحولی، سیاسی اور نفسی یہ امور سے متعلق ہوتے ہیں۔
چنانچہ روزنامہ صنف صوفیہ ۱۹۹۵ء میں کلوننگ کے موضوع پر یہ مضمون شائع ہوا جس کا موضوع کی ماحولیت سے اس
موضوع میں شریک اجتماع ہے۔“

فروری ۱۹۹۶ء ایچار واکٹیف کی دنیا میں ایک ایسا مینڈیک کر آیا جسے شاید کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔
اسی مینڈیک اسکاٹ لینڈ میں ڈاکٹر ایزابیل ولسٹ نے روزہ میں انسٹی ٹیوٹ کے تحت ایک ایسی بیجری پیدا کی
تجربہ کیا، جس میں نہ جانور سے کوئی مدد جنس لی گئی۔ صرف مادہ کے ذریعہ یہ بیجری وجود میں آئی اور اس کا نام ”ڈولی“
رکھا گیا۔ یہ ایک ایسا تجربہ تھا جو ۱۹۵۷ء وقوع کا مئی سے دو چار ہو کر کامیابی کی منزل تک پہنچا تھا، جہاں اس تجربہ نے
سائنسی تجربہ کرنے والوں کو شاد کام کیا وہیں اس نے عام لوگوں کو حیرت کر کے رکھ دیا۔

اس تجرباتی عمل کو ”کلوننگ“ کا نام دیا گیا، کلوننگ انگریزی زبان کا لفظ ہے، جو یونانی لفظ ”کلون“ (Klon)
سے ماخوذ ہے۔ کلون کے اصل معنی ”نئی چھونے والی شاخ“ کے ہیں، کلوننگ (Cloning) کا لفظ اس وقت ہم
شکل کی پیداوار یا نقل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی لئے عربی میں اس کو ”استساغ“ کہتے ہیں جس
کا معنی ہے ”فولوں کا پی کرنا“۔ حیوانات میں کلوننگ ایک زمانہ سے مروج ہے، اور حیوانات پر بھی ایک عرصہ سے
اس کے تجربے کا سلسلہ جاری ہے ۱۹۵۲ء میں داسر کی سائنس دانوں رابرٹ ریس اور سر تھامس کلنگ نے کلوننگ
کے ذریعے میمنڈیک کی پیداوار کو ممکن بنایا۔ ۱۹۹۳ء میں انسانی کلوننگ کی کوشش کی گئی اور اس میں ایک مددک فوٹ
دفعت بھی ہوئی، لیکن اسے دم میں نہیں ڈالا گیا، گو یا تجربہ کو آخری مرحلہ تک پہنچانے سے احتساب برتا گیا۔ فروری
۱۹۹۷ء میں اسکاٹ لینڈ میں بیجری پر اس کا تجربہ کامیابی سے ہتھکڑا ہوا اور ڈولی کی پیداوار عمل میں آئی۔ مارچ
۱۹۹۷ء میں ایک اور فوٹ دفعت ہوئی اور ’کوری کون‘ جو نوری داسر کے، میں کلوننگ کے ذریعہ دوہم شکل ہندوں کی

یہ انش عمل میں آئی۔ بندر کا جسمانی نظام انسان کے جسمانی نظام سے بہت قریب تصور کیا جاتا ہے اور اسی مماثلت نے ذرا دن کو اس نفاذ نظر پر تک پہنچایا تھا کہ انسان پہلے بندر تھا اور انسانی منازل طے کرتے ہوئے وہ انسان بن گیا ہے، اس لئے کہ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی شخص ٹکڑی کی کڑی اور بڑو کو کچل کر یہ قیاس کرنے لگے کہ کڑی اصل میں بڑی ہی تھی، میری نے ترقی کر کے کڑی کا روپ اختیار کیا ہے۔

لیکن "ڈائورزم" سے قطع نظر یہ ضرور ہے کہ بندروں میں کلوننگ کے کامیاب تجربے نے انسان پر اس تجربے کے کامیاب اور بار آور ہونے کو امکان سے بہت قریب کر دیا ہے اور اگر مستقبل قریب میں انسان پر کلوننگ کے کامیاب تجربے کی اطلاع ملے تو حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ سائنس کی اس نئی غشِ رشت سے متعدد اعتقادی اور سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور انکی سوالات ہیں جو غور و فکر کے منتظر اور جواب کے متقاضی ہیں اور اس وقت ان تمام سوالات پر غور کرنا اور ان کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم کرنا ناممکن ازل و وقت ہوگا۔ جب تک کہ اس کے طبع و نقصان کے تمام پہلو سامنے نہ آجائیں۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے حکم کو مکمل طور پر اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار اللہ ہی کے خالق ہونے پر زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق اللہ خود ہی فرماتا ہے: ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾۔ ارشاد ہے کہ تخلیق کا تمام تر فیصلہ خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ "إِلَّا لَهُ الْخَلْقُ وَالْإِمْرَاتُ" قرآن مجید کہتا ہے کہ تمام لوگ مل کر بھی ایک لمحہ بھی تک کی تخلیق نہیں کر سکتے۔ "مَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ"۔ قدرت کا حکم تخلیق ایک ایسا رازِ سرست ہے کہ نہ مافی میں اس سے پردہ اٹھایا جاسکا اور نہ مستقبل میں اٹھ سکے گا، ایسی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں کہ مرد و عورت میں تولید کی بھرپور صلاحیت موجود ہے لیکن باہر بھی وہ اولاد کی نعمت سے محروم ہیں اور ذاکر اس خود ہی کے راز کو جاننے اور کھلنے سے عاجز ہیں، تو کیا کلوننگ کے ذریعہ پیدا شدہ خدا کے نظام میں داخل ہونے کے مترادف ہے اور کیا اس سے اللہ تعالیٰ ہی کے خالق ہونے کی نفی ہوتی ہے؟ یہ ایک اہم اعتقادی سوال ہے۔

اس حقیقت کو کھلنے کے لئے پہلے ہمیں خود کلوننگ کی حقیقت کو سمجھنا ہوگا۔ کلوننگ کے عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا جسم بے شمار خلیوں سے مرکب ہے، جسم میں یہ خلیے مسلسل ٹوٹ کر ایک سے دواور دوا سے چار ہو، تہ جاتے ہیں۔ یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ خلیہ کا ہر جزہ خود ایک مکمل خلیہ بن جاتا ہے۔ ہر ایک خلیہ میں "مرکزہ" (Nucleus) اور ہر مرکزہ میں پھیپھائیس "کروموزم" (Chromosome) ہوا کرتے ہیں، لیکن جنسی خلیے یعنی نر کے مادہ جنویہ اور مادہ کے انڈہ ایمنی میں تیس تیس کروموزم ہی ہوتے ہیں۔ یہ بھی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اس

طرح نرہ مادہ سے مل کر چھپا لیس کی تعداد مکمل ہوتی ہے تاکہ چپ بچے کی تخلیق ہو تو اس میں ماں اور باپ دونوں کی خصوصیات پیدا ہوں اور اسی لئے بچوں میں صورت و شبابت، رنگ، روپ اور حراں و اخلاق میں ماں باپ دونوں ہی کی مماثلت پائی جاتی ہے۔

کلوننگ کا بنیادی فعل یہ ہے کہ مادہ بیضہ میں کسی خلیہ سے مرکزہ نکال لیا جاتا ہے اور جسم کے کسی اور حصہ کے خلیہ سے مرکزہ نکال کر اس خلیہ میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ مرد کے جسم سے بھی لیا جاسکتا ہے اور عورت کے جسم سے بھی، جسم کے دوسرے حصوں میں ایک مرکزہ چھپا لیس کر دوسرہ کامیاب ہوتا ہے، اس طرح مرد و عورت سے مل کر کروموزم کی جو تعداد پوری ہوتی تھی، اس عمل کے ذریعہ تیار مرد یا تیار عورت سے کروموزم کی یہ تعداد مکمل ہو جاتی ہے۔ اس لئے جنین کے وجود میں آنے کے لئے یہ فعل کافی ہو جاتا ہے، اب اگر کسی مادہ کے بیضہ میں اسی کے جسم سے حاصل کیا ہوا مرکزہ ڈال دیا جائے تو نر سے اتصال کے بغیر بچہ کی پیدائش ممکن ہے اور چون کہ اس میں صرف اس مادہ کے کروموزم ہیں، اس لئے وہ بچہ شکل و صورت کے اعتبار سے اسی عورت کے مشابہ ہوگا۔ اگر مادہ کے بجائے کسی زکا "کروموزم" رکھا گیا ہو تو چون کہ بچہ کے جسم کی تشکیل صرف اس نر کے کروموزم سے ہوتی ہے، اس لئے بچہ میں پوری مماثلت اسی نر کی ہوگی۔ پھر جب بار آور کی مرحلہ طے ہو جائے تو جنین کی افزائش کے لئے اسے مادہ کے رحم میں ڈالنا ہوگا اور عام تولیدی نظام کے مطابق مادہ بچہ کو بننے کی۔ چاہے اسی مادہ کے رحم میں ڈالا جائے جس کا بیضہ ہے، یا کسی اور مادہ کے رحم میں۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ کلوننگ سے جسمانی مماثلت پیدا ہوتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ فکرہ شعور اور حراں و اخلاق کے اعتبار سے بھی ان میں مماثلت پائی جائے، کیوں کہ ان امور کا تعلق محض مادہ تخلیق سے نہیں ہوتا بلکہ تعظیم و تربیت سماجی اور خاندانی ماحول ان امور میں زیادہ مؤثر اور ذیل ہوتے ہیں۔

کلوننگ کی اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کلوننگ سے پیدائش کے لئے بھی مادہ کا بیضہ ضروری ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ بیضہ کے بار آور ہونے کے بعد اسے مادہ کے رحم میں ڈالا جائے اور عام تولیدی نظام کے مطابق چھپا لیس کروموزم کا جو بھی ضروری ہے۔ البتہ اس طریقہ پیدائش میں نر کا واسطہ ضروری نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ انسان نے تخلیق کی قدرت حاصل کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تدبیر کی قدرت دی ہے۔ شہر و دیہی کا اتصال بھی ایک تدبیر ہے جو بچہ کی پیدائش کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس تدبیر کو نتیجہ فخر بنانے کا نام تخلیق ہے۔ اس پر کسی انسان کو قدرت نہیں۔ اسی راوی کی پیدائش کی کوشش میں ۱۹۷۸ء تجربات ناکام ہوئے اور سائنس دان اس بات کو بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ تجربات کیوں ناکام ہوئے اور اس طرح کا ایک تجربہ کیوں کامیاب ہو سکا؟ ایک صاحب ایمان کے لئے یہ کامیابی اور ناکامیائی نہ انتہیجے کی بات ہے اور نہ حیرت

وجہ کی، اس لئے کہ ہمارا ایمان ہے کہ ہر تقدیر امر الہی کے تابع ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ نہ ہو، کوئی تقدیر نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ قرآن نے حضرت نوحؑ کی پیدائش کو مرد سے انصال کے بغیر تھا عورت سے بچہ کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا ہے، حضرت حواؑ کے بارے میں کہا ہے کہ تمہارا مرد سے ان کی پیدائش عمل میں آئی، اس لئے اگر کلوننگ کے ذریعہ تمہارا عورت سے کسی بچہ کی پیدائش کا واقعہ پیش آئے تو یہ قرآن کی تصریح ہوگی نہ کہ تکذیب اور یہ اسلام کے تصور تخلیق کی موافقت ہوگی نہ کہ اس کی مخالفت۔

کلوننگ سے بہت سے شرعی مسائل بھی متعلق ہیں، کیا کلوننگ کے ذریعہ پیدائش کی صورت میں نسب ثابت ہوگا؟ نسب اس عورت سے متعلق ہوگا جس کا بیضہ لیا گیا ہے یا اس عورت سے جس کے رحم میں جنین کی پرورش ہوئی ہے؟ کیا یہ بات درست ہوگی کہ کسی انجینیئرز کے مرکزہ کو عورت کے بیضہ میں رکھا جائے؟ کیا خود شوہر و بیوی کے درمیان ایسا عمل کیا جا سکتا ہے یا انھوں نے ایسی صورت میں کہ وہ اولاد ہوں، کسی شخص کے کروموزوم سے جس بچہ کی پیدائش ہوگی وہ اس شخص کا جینی تصور کیا جائے گا یا بیٹا؟ اور اس طرح کے متعدد سوالات ہیں جو انسان پر کلوننگ کے کامیاب تجربہ کی صورت میں ابھر کر سامنے آئیں گے۔

باری انظر میں انسان کے معاملہ میں کلوننگ ایک خطرناک اور حضرت رساںؐ تجربہ ہوگا کہ اس کی وجہ سے اولاد کے لئے نکلان کی اختیاری کم ہو جائے گی اور نکاح پر ہے کہ اس طرح نکاح کی شرح بھی کم ہوگی۔ اس سے جو سماجی مسائل پیدا ہوں گے وہ نتائج اظہار نہیں، کلوننگ کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے اپنی شناخت اور خاندان سے محروم ہوں گے اور اس طرح خاندانی نظام بکھر کر رہ جائے گا۔ اسلام میں ذکا کی حرمت اور نکاح کی اہمیت کا عقائد اس کے سوا کیا ہے کہ نسب کی حفاظت ہو اور خاندان کی تشکیل عمل میں آ سکے، اس سے تلخی اور غریب کا درد وازہ بھی کھلے گا، جرائم پیشہ لوگ اپنے ہم نکل بچوں کے وجود میں آنے کی تدبیریں کریں گے تاکہ غریب اور دھوکہ دہی سے کام لے سکیں۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس تدبیر سے پیدا ہونے والے بچے بعض فطری صلاحیتوں سے محروم اور ذہن نشین کے حامل ہوں کیوں کہ جب کوئی کام فطرت کے کام اصول سے ہٹ کر کیا جاتا ہے تو ضرور وہ خفی اثر سے دور چار ہوتا ہے۔ اس لئے قدرت نے تخلیق کا جو کام طریقہ رکھا ہے اس کو چھوڑ کر غیر فطری راستے تلاش کرنا بے وقوفی بھی ہے اور انسانیت کے ساتھ ظلم بھی۔

تاہم کلوننگ کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں، جن سے طبی فوائد اٹھائے جاسکتے ہیں اور وہ صورت ہے "کلیوننگ" (Gene Cloning) کی، کروموزوم دراصل چھوٹے چھوٹے دانوں سے مرکب ہوتا ہے، یہی دانے جین (Gene) کہلاتے ہیں، انسان کی صحت اور بیماری سے ان دانوں کا گہرا تعلق ہوتا ہے، اب یہ بات ممکن ہو گئی ہے کہ کسی جین کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا جین رکھ دیا جائے، لہذا اگر کوئی جین کسی خاص مرض کا باعث ہو اور اسے

کمال کر اس کی جگہ دوسرا صحت مند جین رکھ دیا جائے تو اس طرح اس بیماری کا علاج ممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ کونک کی یہ صورت جائز ہوگی اور یہ علاج کے قبیل سے ہوگا اور شاید اس طریقہ علاج سے ایسے امراض کا علاج بھی ممکن ہو جن کو لا علاج سمجھا جاتا ہو، جیسے کینسر اور ایڈز وغیرہ۔ اور یہ اس حدیث کی تصدیق ہوگی جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی امراض نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج پیدا نہ کیا ہو۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے عقل کی صورت میں انسان کو اتنی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ ستاروں کی گذرگاہوں کو تلاش کرتا ہے، لاکھوں میل اونچے سیاروں پر اپنی کندیں ڈالتا ہے، سمندر کی تہوں میں غواہی کر کے لعل و گوہر نکالتا ہے، انسان اور حیوان کے جسم میں پائی جانے والی قدرت کی بے شمار نیرنگیوں اور پرقوسوں کو کلی آنکھوں دیکھتا اور ان کو مشقِ تجربہ بناتا ہے، لیکن عقل و دانش اور تحقیق و جستجو کی صلاحیت ایک دو دھاری تھوڑی ہے، اس کا صحیح استعمال جس قدر نفع بخش ہے، غلط استعمال اسی قدر مہلک اور نقصان دہ۔ نہ کبیر اور ہانیڈ رو جن، ہم اور چاہی چمانے والے انسانیتِ سوز ہیزاں بھی آخر سائنسی ترقی ہی کا شاہکار ہیں۔ لیکن کیا ان ایجادات نے انسان کو یکسو ہی فائدہ پہنچایا ہے؟..... اسلام تحقیق برائے تحقیق کا قائل نہیں، وہ اسکی تحقیق کو سراہتا ہے جو انسانیت کے لئے نفع دے، اور اسکی تحقیق کو بھادو کو منع کرتا ہے جو انسانیت کے لئے حاشی و بربادی اور خود کشی کا سامان ہو!!



کتابیات

تفسیر و علوم قرآن:

- تفسیر رضوی آتش ناصر الدین رضوی ۶۹۲ھ
 تفسیر طبری آتش شادانہ پانی پتی
 الجامع الاحکام القرآن ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل قرطبی
 نزاع العالی شہاب الدین محمود لوی
 کشف ہارلڈ وٹسٹری

حدیث و شروح حدیث:

- بخاری شریف محمد بن اسماعیل بخاری
 جامع الشواہد دین محمد سعید سعیدی
 الجامع البصیر جلال الدین سیوطی
 ریاض الصالحین محمد بن شرف نووی
 زاد المعاد ابن قیم جوزی
 سنن السلام محمد بن اسماعیل شعبانی
 سنن ترمذی محمد بن یحییٰ ترمذی
 سنن ابوداؤد ابوداؤد سجستانی
 شرح نووی علی مسلم محمد بن شرف نووی
 فیض القدیر محمد عبد الرؤف عسکری
 صحیح ابوداؤد ابن عمر مستوفی
 مرقۃ المفاتیح زکریا عطار
 مشکوٰۃ المصابیح ابو سعید محمد (رحمہ اللہ)

الحقیقی فی اعتبار بعضی.....	ابن عمر
مسلم.....	امام مسلم
مجمع الزوائد.....	علی ابن ابی نجر
نصب الراية.....	جمال الدین بن یوسف رافعی

فقہ:

الامام مسقطیہ.....	قاضی ابی الحسن ماسک (۱۰۵۵ھ)
الانوار.....	شرف الدین سیدی نقوی (۱۹۶۸ھ)
المحرر المکی.....	ابن نجم عسوی
جامع المجملہ.....	ابن رشد مکی
جامع المصنف.....	علامہ الدین سرقدی
تبيين المحتاج.....	جمال الدین بن یوسف رافعی
المجری والشمس.....	علامہ جبار
محامد الفتاوی.....	میرزا شریف طاہر طاروی
مختار.....	علامہ الدین حسینی
رد المحتار.....	ابن عابد بن شامی
رد المحتار علی.....	محمد بن شہاب بن لا کندی
رد المحتار علی.....	ابن عیسیٰ
رد المحتار علی.....	سراج الدین ادوی
رد المحتار علی.....	محمد ابو نعیم قاضی خان
رد المحتار علی.....	محمد طیف بن مکی
رد المحتار علی.....	کمال الدین حام
رد المحتار علی.....	ڈاکٹر محمد رفیع
رد المحتار علی.....	محمد بن عبد بن شامی
رد المحتار علی.....	مولانا کافیت الدین صاحب رحمہ اللہ

کتاب اللہ علی الذی اہب الارزاق..... عبدالرحمن الخوری
اسود..... عبدالرحمن اسماعیل سرسی
الکلی..... ابن حزم اندلسی (۳۹۵ھ)
الطی..... ابن قدامہ حنبلی
انوسود الطیب..... ذوالحکماء ابوبکر کونیت
حدایہ..... ابوالحسن بدیع الدین مرعشی

اصول وقواعد فقہ:

المصلی..... ابو حامد غزالی
الاشیاء والاعراض..... ابن قیم مصری
اصول الفقہ..... شعری یک
اصول الفقہ الاسلامی..... ذوالکرم رومی (مفتی)
المواثقات..... ابوالحسن شافعی (۳۰۵ھ)

مفتقرات:

احکام السلاۃ المضمین..... محمد رفیق زبیدی
ادبیات علوم الدین..... ابو حامد غزالی
زکری (ماہنامہ ماہنامہ)..... عبدالحق عروج قادری
فیضان ولایت اور اسلام..... مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
طب نبوی..... ابن قیم جوزی
حجرت اسلامی معاشرہ میں..... مولانا جلال الدین اعظمی
فریب حق..... آکرم اعظمی

